ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

نمبر (۸۳۵)

رجسٹرڈ ایل

خاتم النبیین نمبر

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

الفضل قادیان

ایڈیٹر:- غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

کتبہ:- عبد المجید پروین رقم لاہوری

قیمت سالانہ آٹھ روپے

قیمت فی پرچہ ۵ آنہ

تار کا پتہ
الفضل-قادیان

قیمت
فی پرچہ پانچ آنے

الفضل کا خاتم النّبیین نمبر

فہرست مندرجات

مردوں کے مضامین

خواتین کے مضامین

مسلم وغیر مسلم اصحاب کی نظمیں

ذیل کی نظمیں جو "خاتم النّبیین نمبر" کے اوراق کی زیب و زینت ہیں ساری کی ساری ایسی ہیں جو شعراء عظام نے بڑے لطف و نوازش سے الفضل کے خاص نمبر کے لئے خاص طور پر لکھکر مرحمت فرمائیں

الفضل خاتم النبیین نمبر

قادیان دارالامان مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۲۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان کی حیثیت میں

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ کے قلم سے

نبوت کمالات انسانی میں سے ایک کمال ہے

بظاہر یہ ایک عجیب بات معلوم دیتی ہے کہ وہ شخص جسے انبیا کے سردار کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اسے ایک انسان کی حیثیت میں بھی پیش کرنیکی ضرورت محسوس ہو۔ لیکن حق یہ ہے کہ باوجود نبوت کے دعویٰ کے کوئی شخص اس بات سے بالا نہیں ہو سکتا کہ اسکی انسانیت پر بحث کیجائے کیونکہ نبوت کمالات انسانی میں سے ایک کمال ہے اور انسانیت ہی کے کمالات کے ظہور کے لئے اس کا وجود پیدا کیا گیا ہے ÷

میرے نزدیک یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ نبوت ایک بارش ہے جو فطرت انسانی کی مخفی طاقتوں کو اُبھار کر باہر نکال دیتی ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ جس زمین پر وہ بارش خدا تعالےٰ کے انتخاب کے ماتحت نازل ہوگی۔ وہ زمین اس بارش کے اثر کو قبول کرنیکی سب سے زیادہ قابلیت رکھتی ہوگی۔ اور انسانی کمالات کو سب سے زیادہ ظاہر کرے گی ÷

کامل نبی کامل انسان ہوتا ہے

اوپر کی بات کو پوری طرح واضح کرنیکے لئے میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ ... نزدیک انسانی فطرت گندی نہیں ہے جسکی اصلاح نبوت کرتی ہے بلکہ اسلام کے نزدیک فطرت انسانی ان تمام قابلیتوں کو بیج کے طور پر اپنے اندر رکھتی ہے جن کا حصول انسان کے لئے ممکن ہے ہاں وہ اسی طرح بیرونی مدد کی محتاج ہے جس طرح آنکھ روشنی کی اور زمین بارش کی۔ پس نبوت کا یہ کام نہیں کہ وہ فطرت انسانی کے بعض خواص کو کاٹے بلکہ اس کا یہ کام ہے کہ وہ تمام خواص انسانی کو صحیح طور پر اُبھارے۔ پس کامل نبی کا کامل انسان ہونا ضروری ہے جبتک انسانیت کے تمام لطیف خواص کسی انسان میں صحیح طور پر نشو ونما نہ پائیں۔ وہ نبی نہیں ہو سکتا اور جبتک وہ خواص اپنے اپنے دائرہ میں کمال کو نہ پہنچ جائیں وہ شخص نبی نہیں کہلا سکتا ÷

خاص دائرہ میں خاص قابلیت

یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ بعض لوگ کسی خاص بات میں غیر معمولی قابلیت رکھتے ہیں اور دنیا انکی لیاقت کو دیکھ کر حیران ہو جاتی ہے لیکن آخر کار وہ پاگل اور مجنون ہو کر مرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص دائرہ میں قابلیت کا ظہور انسانی کمال پر دلالت نہیں کرتا بلکہ صرف بعض خواص انسانی کے ایک محدود دائرہ میں حد سے زیادہ ترقی کر جانے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ امر بالکل ممکن ہے کہ ایک شخص جس کے اندر عشق کا مادہ ایسا غالب آگیا ہو کہ دوسرے تمام جذبات پر وہ غالب ہو گیا ہو۔ بجائے کسی انسان پر عاشق ہونیکے خدا تعالےٰ ہی کی محبت کیطرف متوجہ ہو جائے اور دنیا و مافیہا کو بھلا دے۔ مگر ایسا شخص کبھی بھی ان کمالات روحانیہ کو حاصل نہ کر سکے گا جو دوسرے لوگ حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کا جذبہ محبت بگڑی ہوئی نفسی حالت کا نتیجہ ہے تندرست اور صحیح نشو و نما کا نتیجہ نہیں ہے۔ اس شخص کی حالت بالکل اس بیج کی سی ہوگی جو نہایت طاقتور زمین میں بویا جاتا ہے اور اس قدر جلد نشو و نما پا کر بڑا ہو جاتا ہے کہ اسکی بالیں دانوں سے محروم رہ جاتی ہیں وہ بھوسہ تو بہت کچھ دیدیتا ہے مگر دانہ اس سے بہت کم نکلتا ہے۔ اسکے مقابلہ میں جو شخص تمام انسانی کمالات کو ظاہر کرنیوالا ہوگا۔ اسکی نشو و نما تمام خواص فطرت پر مشتمل ہوگی اور انکے اندر ایک خاص تناسب ہوگا۔ ہر ایک خاصۂ فطرت اس نسبت سے ترقی کریگا۔ جس نسبت سے کہ اسے ترقی کرنی چاہیئے۔ مثلاً سزا دینے کی طاقت بھی اسکی نشو و نما پائیگی اور رحم کی بھی اور عفو کی بھی اور برداشت کی بھی اور موازنہ کی بھی۔ کہ یہ پانچوں جذبات جرائم کے متعلق فیصلہ کرتے وقت ضروری ہوتے ہیں۔ انمیں سے ایک جذبہ بھی اپنی حد مناسب سے کم ہو جائے تو انسانیت ناقص ہو جائیگی اور کمالات انسانیہ کا ظہور ناممکن رہ جائے گا ÷

چونکہ یہ ایک علمی مسئلہ ہے اور علم النفس کے باریک مطالعہ کے بغیر اس کا سمجھ میں آنا بغیر تفصیل کے مشکل ہے اور وہ چند کالم جنمیں مجھے اس مضمون کو ختم کرنا ہے اسکے لئے کافی نہیں۔ اسلئے میں ایک دو مثالوں کے ذریعہ سے اس امر پر روشنی ڈالکر اصل مضمون کیطرف آتا ہوں۔

وفاداری کا جذبہ

مثال کے طور پر میں وفاداری کے جذبہ کو لیتا ہوں ہر شخص اسے پسند کرتا ہے لیکن یہی جذبہ اگر بد صحبت کے متعلق استعمال ہو تو کیسا سخت مضر ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے۔ دو شخص ایک جرم میں شریک ہوتے ہیں ایک کی ضمیر ایک وقت میں اسے ملامت کرنے لگتی ہے لیکن اس کی وفاداری کی روح جو موازنہ نیک و بد کی طاقت سے بڑھی ہوئی تھی۔ اسکی اس اندرونی آواز کو خاموش کرا دیتی ہے اور اسکے کان میں کہہ دیتی ہے کہ بے وفا نہیں ہونا چاہیئے جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ اب تجھے اپنے دوست کا ساتھ دینا چاہیئے۔

اولاد کی محبت کا جذبہ

یا مثلاً اولاد کی محبت ایک اچھا جذبہ ہے اور بقائے عالم کے زبردست اسباب میں سے ہے لیکن اگر کسی شخص کے اندر یہی جذبہ ترقی کر جائے اور باقی جذبات کو دبا دے تو یہی ایک گنہ بنجاتا ہے اور اولاد کو بھی گنہ کا عادی بنا دیتا ہے۔ غرض کسی ایک یا بعض خواص فطرت انسانی کا کمال حقیقی کمال نہیں ہوتا بلکہ بالکل ممکن ہے کہ بعض حالتوں میں وہ ایک خطرناک نقص کی صورت بنجائے۔ اور نہ ایسا کمال بنی نوع انسان کے لئے نمونہ بن سکتا ہے کیونکہ نمونہ وہی بن سکتا ہے جو طبعی ترقی کا مظہر ہو غیر طبعی ترقی دوسرے کے لئے نمونہ نہیں بن سکتی کیونکہ اس کا حاصل کرنا دوسروں کے لئے ناممکن ہوتا ہے اور نمونہ کے لئے شرط ہے کہ اس کی نقل کرنا ہماری طاقت میں ہو ÷

رسول کریم کا رتبہ بحیثیت انسان

اس تمہید کے بعد میں اصل مضمون کیطرف آتا ہوں اور اس امر کے متعلق اپنی تحقیق کو پیش کرتا ہوں کہ رسول کریم صلعم بحیثیت انسان کے کیا رتبہ رکھتے تھے ÷

انسانی تقاضے نبوّت کے منافی نہیں

جو کچھ میں اوپر لکھ آیا ہوں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ (۱) نبوت کمالات انسانیہ کے صحیح ظہور کا نمونہ پیش کرنیکے لئے آتی ہے (۲) پس کامل نبی کے لئے کامل انسان ہونا ضروری ہے (۳) اگر کوئی شخص بعض خواص انسانی کو انکی انتہائی صورت میں دکھاتا ہے تو یہ اسکے کامل انسان ہونے کی علامت نہیں بلکہ بسا اوقات یہ امر اسکے نظام عصبی کی ظاہر یا مخفی خرابی کی علامت ہو سکتا ہے۔ ان امور کو سمجھ لینے کے بعد یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ جو لوگ انسانی تقاضوں کے پورا کرنے کو نبوت کے منافی سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ نبوت ایک ذہنی کیفیت ہے اور انسانی تقاضوں کا صحیح اور متناسب طور پر پورا کرنا اس کیفیت کا عملی ظہور ہے

جس کے بغیر نمونہ کامل نہیں ہو سکتا۔ نبی ہماری فطرت کو بدلنے کیلئے نہیں آتا بلکہ فطرت کے تقاضوں کو صحیح اور متناسب طور پر پورا کرنیکے لئے ہمیں عملی سبق دینے کے لئے آتا ہے۔ پس فطرت کے تقاضوں کا کلی ترک اگر بعض دوسرے شخصوں کے لئے جائز بھی ہو سکتا ہے تو نبی کے لئے نہیں کیونکہ وہ نمونہ ہے امت کے لئے۔ اور جسقدر تقاضوں کو وہ ترک کرتا ہے اسی قدر وہ اپنے نمونہ کو نامکمل کر دیتا ہے ؎

انسانوں کیلئے کامل نمونہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس روشنی میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جس طرح کامل نبی تھے کامل انسان بھی تھے۔ اور آپ کے اہم کاموں نے آپ کو انسانی جذبات سے غافل نہیں کر دیا تھا۔ بلکہ ان کے ساتھ ہی ساتھ آپ انسانی تقاضوں کو بھی ایسے رنگ میں پورا کرتے تھے کہ تمام انسانوں کے لئے ایک کامل نمونہ قائم ہو رہا تھا ؎

اچھا کھانا

فطرت انسانی کے کمالات سے ناواقف لوگوں میں یہ عام خیال ہے کہ اچھا کھانا ایک حیوانی فعل ہے اور اعلیٰ روحانی مقامات کے منافی۔ لیکن وہ فطرت انسانی جسے خدا نے پیدا کیا ہے اسکے بالکل برخلاف ہے۔ کھانوں کا انسانی اخلاق سے ایک گہرا تعلق ہے اور مختلف کھانے اپنے نباتی احساسات کو انسانی جسم میں جا کر اخلاقی میلانوں میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کھانے میں میانہ روی کی تو بیشک تعلیم دیتے تھے لیکن عمدہ کھانے سے آپ نے کبھی نہیں روکا۔ بلکہ جب کبھی کسی نے عمدہ کھانا دعوت میں پیش کیا آپ نے اسے استعمال فرمایا۔ ہاں یہ شرط لگا دی کہ کھانے کے متعلق ان امور کو مد نظر رکھو (۱) ایسی طرح کھانے کی چیزوں کو ضائع نہ کرو کہ غرباء کو تکلیف ہو (۲) جس وقت ملک میں قحط ہو اور لوگ تکلیف میں ہوں غذا سادہ کر دو تاکہ تمہارے بہت سے کھانوں میں غرباء کا ایک کھانا بھی ضائع نہ ہو جائے (۳) سوائے حقیقی ضرورت کے کھانوں کا ذخیرہ جمع نہ کرو تا غرباء اپنے حصہ سے محروم نہ رہ جائیں

خوش طبعی

انسانی تقاضوں میں سے ایک تقاضا خوش طبعی بھی ہے ہنسی انسان کے طبعی جذبات میں سے ہے۔ ایک اچھا انسان جو اپنے مجلسوں کے لئے وبال جان نہ بننا چاہتا ہو۔ اسکے لئے خوش مذاق ہونا بھی شرط ہے۔ لیکن دنیا کو یہ ایک وہم ہے کہ جو شخص خدا رسیدہ ہو اس کے لئے نہایت سنجیدہ مزاج اور خاموش رہنے والا ہونا ضروری ہے مسکراہٹ اس کے درجہ کو گراتی ہے اور ہنسی اس کے تقویٰ کو برباد کر دیتی ہے۔ لیکن انسانیت پر غور کرنیوالا انسان جانتا ہے کہ ہنسی اور خوش طبعی کو انسانی تمدن سے خارج کر کے وہ ایک ایسا ڈھانچہ رہ جاتا ہے جو تمام خوشنمائیوں سے معرا ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اپنی تمام سنجیدگیوں کے اور عارضی خوشیوں سے بالا ہونیکے اور باوجود اپنے اس عظیم الشان دعوی کے جو انکے درجہ کو معمولی انسان سے غیر محدود طور پر اونچا کر دیتا تھا اس طبعی جذبہ کو دبانے کی کبھی کوشش نہ کرتے تھے۔ آپ کے درجہ کی بلندی اور رفعت میں ہی پھوٹ پھوٹ کر خوش طبعی کا انسانی جذبہ ایسے خوشنما طور پر نکل رہا تھا کہ دیکھنے والے کو حیرت ہوتی تھی وہ جو ایک تند اور سخت مزاج حاکم کو دیکھنے کی امید رکھتا تھا۔ ایک خوش مذاق اور مسکراتے ہوئے چہرہ کو دیکھ کر حیران رہجاتا تھا مجلس اصحاب میں بیٹھ کر جہاں اعلیٰ تعلیمات کا درس دیا جاتا تھا لوگوں کی کوفت کو دور کرنے اور ملال کو کم کرنیکے لئے لطائف بھی بیان ہوتے چلے جاتے تھے کبھی اپنے اصحاب سے پاکیزہ ہنسی بھی ہوتی جاتی تھی بچے آ جاتے تو انکو بہلانے کیلئے کوئی چڑیا چڑے کا قصہ بھی بیان ہو جاتا تھا۔ کبھی بچہ کو خوش کرنے کے لئے اسکے منہ پر پانی کا باریک چھینٹا دیا جاتا تو اہل خانہ کی دلجوئی کے لئے عرب کی مروجہ کہانیوں میں سے کوئی کہانی بھی سنا دی جاتی تھی مگر ہاں ان سب امور کے ساتھ ساتھ یہ تعلیم بھی دیجاتی تھی کہ (۱) ہنسی اس رنگ میں نہ کرو کہ دوسرے کی تحقیر یا دل شکنی ہو (۲) ہنسی کو پیشہ یا عادت نہ بناؤ اور اس غرض سے ہنسی نہ کرو کہ لوگ ہنسیں بلکہ جس وقت طبیعت خود بخود اپنے آپ کو یہ کیف رنگ میں ظاہر کرنا چاہے اسے ایسا کرنے دو (۳) ہنسی اور مذاق میں جھوٹ نہ ہو بلکہ صداقت کا پہلو محفوظ ہو تا ادنیٰ طبعی جذبات کے ظہور کے وقت اعلیٰ طبعی جذبات کا خون نہ ہوتا چلا جائے ؎

صفائی پسندی

انسانی تقاضوں میں سے ایک تقاضا صفائی پسندی کا ہے جسم کو صاف رکھنا منہ کو صاف رکھنا۔ کپڑوں کو صاف رکھنا۔ اور ایسی اشیاء کا استعمال کرنا جو ناک کی قوت کو صدمہ نہ پہنچانے والی ہوں بلکہ اس کے لئے موجب راحت ہوں۔ اس تقاضا کو بھی لوگوں نے غلطی سے تقویٰ اور نیکی کی اعلیٰ راہوں پر چلنے والوں کے طریق کے خلاف سمجھا ہے اور ایک ایسی راہ اختیار کر لی ہے کہ یا تو خدا تعالے کی پیدا کردہ طیب اشیاء فضول جائیں یا خدا کے بندے جو ان طیب اشیا کو استعمال کریں گنہ گار ٹھہریں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بناوٹی نیکی اور جھوٹے تقویٰ کی چادر کو بھی چاک کر دیا اور حکم دیا کہ اللہ تعالے خود پاک ہے اور پاک رہنے کو پسند کرتا ہے۔ آپ جہاں رہتے اکثر غسل فرماتے کئی امور کے ساتھ غسل کو آپ نے واجب قرار دیدیا۔ چونکہ انسان اپنے گھر کے اشغال کیوجہ سے صفائی میں سستی کر بیٹھتا ہے اس لئے آپ نے خدا تعالے کے حکم سے میاں بیوی کے تعلقات کے ساتھ غسل کو واجب قرار دیا۔ پانچوں نمازوں سے پہلے آپ ان اعضا کو دھوتے جو عام طور پر گرد و غبار کا محل بنتے رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس امر پر عمل پیرا ہونیکا حکم دیتے۔ کپڑوں کی صفائی کو آپ پسند فرماتے۔ جمعہ کے دن دھلے ہوئے کپڑے پہن کر آنے کا حکم دیتے اور خوشبو کو خود بھی پسند فرماتے۔ اور اجتماع کے مواقع کے لئے خوشبو کا لگانا پسند فرماتے جہاں اجتماع ہوتا ہو چونکہ مختلف قسم کے لوگ جمع ہوتے ہیں متعدی بیماریوں کے اثرات کے پھیلنے کا خطرہ ہوتا۔ آپ وہاں خوشبودار مصالح جات اور ان جگہوں کو صاف رکھنے کا حکم دیتے۔ بدبودار اشیاء سے پرہیز فرماتے اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے کہ بدبودار اشیاء کھا کر اجتماع کی جگہوں میں آئیں۔ غرض جسم کی صفائی۔ لباس کی پاکیزگی اور ناک کے احساس کا آپ پورا خیال رکھتے۔ اور دوسروں کو بھی ایسا ہی کرنیکا حکم دیتے۔ ہاں یہ ضرور فرماتے کہ جسم کی صفائی میں اسقدر منہمک نہ ہو جاؤ کہ روح کی صفائی کا خیال ہی نہ رہے اور لباس کی پاکیزگی کا اسقدر خیال نہ رکھو کہ ملک و ملت کی خدمت سے محروم ہو جاؤ۔ اور غریب لوگوں کی صحبت سے احتراز کرنے لگو اور کھانے میں اسقدر احتیاط نہ کرو کہ ضروری غذائیں ترک ہو جائیں ہاں یہ خیال رکھو کہ اہل مجلس کو تکلیف نہ ہو تاکہ اچھے شہری ہو اور لوگ تمہاری صحبت کو ناگوار نہ سمجھیں بلکہ اسے پسند کریں اور اسکی جستجو کریں لوگوں نے کہا کہ صفائی اور خوشبو سے بچو کہ وہ جسم کو پاک کر کے دل کو ناپاک کرتی ہے مگر رسول اللہ صلعم نے کہا کہ حبب الی الطیب ان اللہ یحب المتطہرین مجھے خوشبو کی محبت بخشی گئی ہے اور یہ کہ خدا تعالیٰ ظاہری اور باطنی صفائی رکھنے والوں کو پسند کرتا ہے ؎

مرد و عورت کا تعلق

عورت و مرد کا تعلق بھی ایک ایسا طبعی تقاضا ہے کہ دنیا کا تمدن اسی پر مبنی ہے اور وہ گویا دنیا کی ترقی کے لئے بمنزلہ بنیاد کے ہے مگر عجیب بات ہے کہ دنیا کے ایک کثیر حصہ نے اسے بھی روحانیات کے خلاف سمجھ رکھا ہے۔ وہ عورت جو نسل انسانی کے چلانے کی ذمہ وار ہے جس کے بغیر انسان ایک کٹا ہوا جسم معلوم ہوتا ہے جو کسی کام کا نہیں جو مرد کے لئے بطور لباس کے ہے اور جس کے لئے مرد بطور لباس کے ہے اس عورت کو ہاں اس عورت کو ایک ناپاک شے قرار دیا جاتا تھا اور خدا رسیدہ انسان کے لئے جائے اجتناب سمجھا جاتا تھا۔ اور اس طرح گویا پاکیزگی کو انسانیت کے مخالف قرار دیکر خود پاکیزگی کے درخت پر ہی تبر رکھا جاتا تھا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ انسان ہی حقیقی پاکیزگی کا ایک برتن ہے اور برتن کے بغیر لطیف اشیاء محفوظ رہ ہی نہیں سکتیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو پاکر انسان کو نہیں بھلایا۔ آپ نے شادیاں کیں اور اپنے ملک کے فائدہ اور مسلمانوں کے فائدہ اور بعض دفعہ خود بیویوں کے فائدہ کے لئے ایک سے زیادہ شادیاں کیں اور نہ صرف شادیاں کیں بلکہ جذبات محبت سے اپنی بیویوں کو محروم نہیں کیا۔ اور ان سے اس طرح معاملہ کیا کہ انہیں سے ہر اک نے یہ سمجھا کہ گویا آپ اسی کیلئے ہیں آپ خدا کے تھے اور خدا آپ کا تھا۔ مگر آپ نے کہیں یہ ظاہر نہیں کیا کہ گویا خدا تعالیٰ نے آپ کو دنیا سے نرالا پاکر چن لیا بلکہ آپ نے بتایا کہ خدا تعالیٰ بہتر انسان کو اپنے لئے چنتا ہے چونکہ آپ بہتر انسان بنگئے اس لئے خدا تعالے نے آپکو اختیار کر لیا ؎

بیوی کی محبت خدا کی رحمت ہے

دنیا نے کہا کہ تم اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو چھوڑ دو اہلی تعلقات کی بنیاد کو اکھاڑ کر پھینکدو۔ تب تم خدا سے ملو گے مگر محمد رسول اللہ صلعم نے کہا نہیں بلکہ تم اپنے اہل ہی کے ذریعہ سے خدا سے مل سکتے ہو دنیا کا ہر اک ذرہ خدا کی پیدائش ہے اور ہر اک ذرہ تم کو خدا تعالیٰ تک پہنچاتا ہے اور جس چیز کو اس نے جس قدر خوبصورت بنایا ہے اسی قدر واضح طور پر وہ خدا تعالے کے رستہ کیلئے دلیل ہے اور خدا تعالیٰ کی اعلیٰ مخلوقات میں سے عورتیں بھی ہیں اسی وجہ سے حبب الیّ من دنیاکم النساء مجھے دنیوی چیزوں میں سے بیویوں کی محبت خدا تعالیٰ کیطرف سے بطور تحفہ کے ملی ہے اور خیرکم خیرکم لاھلیکم۔ تم میں سے بہتر لوگ وہی ہو سکتے ہیں جو اپنی بیویوں اور بچوں سے زیادہ نیک سلوک کریں۔ اور انکے احساسات کا خیال رکھیں۔ کیا ہی عجیب فرق ہے دنیا نے کہا کہ خدا نے عورت کو ایک خوبصورت سانپ بنا کر پیدا کیا ہے اور انسان کو ہوشیار کیا ہے

کہ اسکی خوبصورتی کیطرف نہ دیکھے بلکہ اس کے زہر سے بچے محمد رسول اللہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بیویوں سے محبت کروں اور جو رحمتیں اس نے مجھ پر کی ہیں ان میں سے ایک رحمت یہ ہے کہ میرے دلمیں اپنی بیویوں کی محبت پیدا کر دیگئی ہے لوگوں نے کہا کہ عورتوں سے دور بھاگو اور انکے فریبوں سے بچو۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں سے محبت کرو۔ اور ان سے محبت کرکے خدا تعالیٰ تک پہنچو کیونکہ جس طرح خدا تعالیٰ نے ماں کے قدموں کے نیچے جنت بنائی ہے اسی طرح بیوی کی دُعا کو بھی اپنے قرب کا ذریعہ بنایا ہے پس انکے دلکو خوش کرو خدا تعالیٰ تم سے خوش ہوگا +

بیویوں کے احساسات کا خیال رکھو

آپ عملاً اس حکم پر عمل کرتے۔ اپنی بیویوں کے سب احساسات کا خیال رکھتے۔ گھر کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے۔ ان سے پیار کرتے انکی دلدہی کے لئے باریک در باریک راہیں تلاش کرتے ایک بیوی نے ایک گلاس سے پانی پیا تو اسی جگہ پر مُنہ رکھ کر خود پانی پی لیا۔ ایک بیوی کو جو یہود میں سے تھی دوسری نے غصہ میں یہودن کہہ دیا تو آپنے فرمایا کیوں نہیں کہتیں کہ میں یہودن نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے نبیوں کی اولاد ہوں۔ اگر کوئی بیمار ہوتی تو آپ اسکی بیماری کو اپنی بیماری سمجھتے اور اس سے بھی زیادہ اسکے درد کو محسوس کرتے انکے جذبات کا خیال رکھتے۔ اور انہیں اپنے عزیزوں سے جُدا نہ کرتے بلکہ تعلق بڑھانے میں مدد کرتے۔ اپنی ایک بیوی ام حبیبہؓ کے گھر میں آپ داخل ہوئے وہ اپنے بھائی معاویہ رضؓ کو جو بعد میں بادشاہ اسلام ہوئے پیار کر رہی تھیں۔ آپنے اس امر کو ناپسند نہیں فرمایا بلکہ محبت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور بہن بھائی کی محبت کو طبعی تقاضوں کا ایک خوبصورت جلوہ تصور فرماتے ہوئے پاس بیٹھ گئے اور پوچھا اُم حبیبہ کیا معاویہ تمہیں پیارا ہے ام حبیبہ نے جواب دیا۔ ہاں فرمایا اگر یہ تمہیں پیارا ہے تو مجھے بھی پیارا ہے۔ بیوی کا دل اس جواب کو سنکر کس قدر خوشی سے اچھلا ہوگا کہ میرے رشتہ دار ونکو یہ غیریت کی نگہ سے نہیں بلکہ میری نگہ سے دیکھتے ہیں اور مجھ سے اسقدر محبت رکھتے ہیں کہ جو مجھے جس قدر پیارا ہو اسی قدر انکو بھی پیارا ہوتا ہے گویا وہی نظارہ ہے کہ

ع من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی۔ مگر باوجود انسانیت کے اس کامل اور اتم نظارہ کے محمد صلعم کلی طور پر اور سر سے پا تک اپنے خدا کے تھے۔ اور اپنی بیویوں کو بھی اسی کا اور خالص اسی کا بنانا چاہتے تھے +

بقائے نسل کا جذبہ

انسانی فطرت بقائے نسل کے جذبہ سے نہایت ہی گہرے طور پر رنگین ہے جونہی ایک عورت کامل جوان ہوتی ہے اولاد کی خواہش خواہ الفاظ میں پیدا نہ ہو مگر تاثیرات کے ذریعہ سے ظاہر ہونے لگتی ہے صحیح القویٰ مرد خواہ کس قدر ہی آزاد کیوں نہ ہو اپنی علیحدگی کی گھڑیوں میں اسکی طرف ایک زبردست رغبت پاتا ہے مگر باوجود اس کے بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ خدا رسیدوں کو اولاد سے کیا تعلق۔ وہ نہیں سمجھتے کہ اگر اولاد سے انکو تعلق نہیں تو اولاد کی تربیت جو نسل انسانی کا ایک اہم ترین فرض ہے اس میں دنیا کا رہنما کون ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اولاد ہوئی اور آپنے اس اولاد پر فخر کیا اسکی محبت کو چھپایا نہیں اسے خدا کی ایک رحمت قرار دیا۔ اولاد سے بے تعلقی کا اظہار نہیں کیا اسکی طرف توجہ کی اور اسکی تربیت کا خیال رکھا۔ اس سے بے اعتنائی نہیں ظاہر کی بلکہ اس سے محبت کرنے کو خدا تعالےٰ کے مقدس فرائض میں سے قرار دیا جب وہ نابچہ تھی اسکی پرورش کی جب وہ چھوٹی تھی اسکی تربیت کی جب وہ بڑی ہوئی اسے تعلیم دلائی اور جب وہ اپنے گھر بار کی مالک ہوئی اسکا ادب کیا اور اپنی محبت کا مقر اسے بنایا ایک دفعہ آپ کا ایک نواسہ بیمار ہوا اس کے دیکھنے کے لئے آپکی صاحبزادی نے آپکو بلایا اسکی حالت اسوقت سخت تکلیف کی تھی اور زندگی کی آخری گھڑیوں کو نہایت اضطراب اور دکھ کے ساتھ وہ طے کر رہا تھا۔ آپنے اسے ہاتھوں میں لیا اور اسکے اضطراب کو دیکھا آنکھیں فرط محبت اور وفور رحمت سے پُرنم ہوگئیں۔ ایک شخص جو اس حقیقت سے ناواقف تھا کہ نبی کے لئے یہی ضروری نہیں کہ ہمیں خدا کی باتیں سکھائے بلکہ اس کا یہ بھی کام ہے کہ وہ ہمارے لئے کامل نمونہ ہو انسانیت کا مکمل نقشہ ہو بشریت کا۔ اس امر کو دیکھ کر حیران ہوگیا اور بے اختیار ہوکر بولا یا رسول اللہ آپ تو ہمیں صبر کا سبق دیتے ہیں اور آج خود آپکی آنکھوں سے آنسو بہے ہیں آپنے اسکی طرف دیکھا اور فرمایا تمہارا دل شاید رحم سے خالی ہوگا مجھے تو اللہ تعالےٰ نے رحمدل بنایا ہے کیا لطیف سبق ایک ہی فقرہ میں دیدیا کہ اولاد کی محبت اور انکی تکلیف کا احساس تو انسانیت کے اعلےٰ جذبات میں سے ہے خدا کا نبی ان جذبات سے خالی کیونکر ہو سکتا ہے وہ دوسروں کے لئے اسمیں بھی نمونہ ہے جس طرح اور اعلےٰ درجہ کے اخلاق میں نمونہ ہے +

اولاد کی تکریم

آپؐ کی اولاد میں سے آخر عمر میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ رہ گئی تھیں جب کبھی وہ آپکی خدمت میں حاضر ہوتیں آپ کھڑے ہو جاتے بوسہ دیتے اور اپنے پاس بٹھا لیتے۔ آپؐ کی اولاد کھیلتی ہوئی پاس آجاتی تو گود میں اُٹھا لیتے پیار کرتے اور انکی عمر کے مطابق نصیحت کرتے اور اخلاق کا کوئی عمدہ سبق دیتے۔ غرض آپنے اس جذبۂ انسانیت میں بھی ایک اعلیٰ نمونہ ہمارے لئے قائم کیا ہے۔ ہاں اولاد کی محبت کے ساتھ ساتھ آپ یہ تعلیم بھی دیتے تھے اور اسپر عمل بھی کرتے تھے کہ اولاد کی محبت انسان کو اسکے ان فرائض سے غافل نہ کردے جو خدا تعالیٰ کیطرف سے اسپر عائد ہیں اور نہ خود اولاد کی اصل ذمہ داری کو جو اعلیٰ پرورش اعلیٰ تربیت اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ رہنمائی پر مشتمل ہے اسکی نظروں سے اوجھل کردے +

صحت کی درستی اور ورزش کا خیال

انسانی روح اور جسم کا ایسا جوڑ ہے کہ ایک کی خرابی دوسرے پر اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر میں بھی ہمارے لئے ایک عمدہ مثال قائم کی ہے اور نیکی و تقویٰ کو صحت کی درستی اور ورزش کا خیال رکھنے کے خلاف نہیں قرار دیا ہے تاریخ بتاتی ہے کہ آپ اکثر شہر سے باہر باغات میں جاکر بیٹھتے تھے۔ گھوڑے کی سواری کرتے تھے اپنے صحابہ کو کھیلوں وغیرہ میں مشغول دیکھ کر بجائے انپر ناراضگی کا اظہار کرنیکے انکی ہمت بڑھاتے تھے ایک دفعہ آپ نے اپنے احباب کو تیر اندازی کا مقابلہ کرتے دیکھا تو خود بھی اس مقابلہ میں شامل ہونیکی خواہش ظاہر کی۔ مرد تو مرد ہے۔ آپ عورتوں کو بھی ورزش کرنے کی ترغیب دیتے تھے چنانچہ کئی دفعہ آپ اپنی بیویوں کے ساتھ مقابلہ پر دوڑے اور اس طرح عملاً عورتوں اور مردوں کو ورزش جسمانی کی تحریک کی۔ ہاں آپ اس امر کا خیال ضرور رکھتے تھے کہ انسان کھیل ہی کی طرف راغب نہ ہو جائے اور اس امر کی تعلیم دیتے تھے کہ ورزش مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ ہونا چاہیئے نہ کہ خود مقصد +

دنیا کے لئے اُسوۂ حسنہ

غرض انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعلےٰ نمونہ دکھا کر اور بے نظیر مثال قائم کرکے اس امر کو ثابت کر دیا کہ آپ کی زندگی دنیا کے لئے ایک اُسوۂ حسنہ تھی کیونکہ اگر آپ صرف خدا تعالیٰ کی عبادت یا اعلیٰ فلسفیانہ تعلیمات کی اشاعت کیطرف متوجہ ہوتے تو ہر اک سمجھدار انسان کے دلمیں یہ خیال پیدا ہوتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غیر معمولی دل و دماغ کے انسان تھے اور ان جذبات سے عاری تھے جو عام انسان کے دلمیں موجزن رہتے ہیں اور اس وجہ سے باوجود اپنے اعلیٰ تقویٰ کے وہ بنی نوع انسان کے لئے نمونہ نہیں بن سکتے لیکن آپکی ساری زندگی اس شبہ کا ازالہ کرتی ہے۔ آپ ہماری ہی طرح کے جذبات رکھتے تھے اور ہماری ہی طرح کی ذمہ واریاں تھیں پھر آپ ان ذمہ واریوں سے بُزدلانہ طور پر آنکھیں نہیں بند کر لیتے تھے بلکہ آپ ان ذمہ واریوں کی اہمیت کو محسوس کرتے تھے اور انکے ادا کرنے کو اپنا مذہبی فرض سمجھتے تھے اور ان ذمہ واریوں کو ادا کرتے ہوئے ایسا اعلےٰ درجہ کا نمونہ دکھاتے تھے کہ ہر اک انسان محسوس کرتا تھا اور کرتا ہے اور کرتا رہے گا کہ اس نمونہ کی تقلید سے وہ کسی عذر اور بہانے سے بچ نہیں سکتا یہاں ایک ایسا شخص ہے جو اسی کی طرح کے جذبات اور اسی کیطرح کے احساسات لیکر پیدا ہوا ہے اور اپنے جذبات اور احساسات کو کچلتا نہیں بلکہ انہیں ایک بہادر آدمی کیطرح پورا کرنیکی کوشش کرتا ہے۔ ایک ایسا انسان ہے جس کے راستہ میں وہ سب مشکلات ہیں جو دوسرے انسانوں کے راستہ میں حائل ہوتی ہیں اور وہ ان سب مشکلات کو دُور کرتا ہوا اپنا بوجھ خود اُٹھائے ہوئے تقوے اور طہارت کے اس پُل پر سے جو بال سے بھی زیادہ باریک ہے نڈر اور بیخوف گذر جاتا ہے اور ایک آنچ ہاں ایک خفیف سی آنچ بھی اسے نہیں آتی۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اس کا قدم نہیں لڑکھڑاتا۔ بس جب وہ انسان ہمارے جیسا انسان اس کام کو جسے لوگ ناممکن خیال کرتے تھے اور کرتے ہیں اس خوبی سے سرانجام دے سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہم اسکے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس کام کو نہ کر سکیں +

رسول کریمؐ کی انسانیت کیطرف کلام الٰہی میں اشارہ

خدا تعالےٰ کس لطیف پیرایہ میں محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت کیطرف اشارہ کرتا ہے جب وہ فرماتا ہے کہ اکان للناس عجبًا ان اوحینا الی رجل منہم ان انذر الناس وبشر الذین اٰمنوا ان لہم قدم صدق عند ربہم (یونس ع) کیا لوگوں کو اس پر تعجب آتا ہے کہ ہم نے انہی میں کے ایک شخص پر یہ کہتے ہوئے وحی نازل کی کہ لوگوں کو ہوشیار کر۔ اور ان لوگوں کو جو مان لیں خوشخبری دے کہ ان کے رب کے

حضور میں انہیں ایک ہمیشہ قائم رہنے والا درجہ حاصل ہے محمد رسول اللہ ہم میں سے ایک انسان ہے اسی لئے اس کے نقش قدم پر چلنے میں ہمیں کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ جو امر اس کے لئے ممکن ہے وہ دوسرے انسانوں کے لئے بھی ممکن ہے وہ ایسا نبی نہیں جو انسانیت کو نظر انداز کر کے اپنے مقام کو حاصل کرتا ہے بلکہ ایسا نبی ہے جو انسانیت کو کامل کرتے ہوئے اور اس کے دروازہ میں سے گزرتے ہوئے نبی بنتا ہے اس کا ایک ہاتھ خدا کیطرف ہے جو اس کا پیدا کرنے والا اور اسے ترقیات عطا فرمانیوالا ہے اور وہ اسکی برکتوں اور اس کے فضلوں کو مانگتا ہے اور دوسرا ہاتھ اپنے ہم جنسوں اور بھائیوں کیطرف ہے جنہیں وہ ہمت کرنے اور اپنے پیچھے پیچھے چلے آنے اور خدا تعالیٰ کی جنت میں داخل ہونے کا دعوت دے رہا ہے اور کیوں نہ ہو کہ وہ کان قاب قوسین او ادنیٰ کا مظہر ہے۔ خدا کی لاکھوں کروڑوں برکتیں نازل ہوں تجھ پر اے کامل انسان جس نے ہمیں کشمکش و پیچ کی زندگی سے نجات دلا کر اس یقین پر قائم کیا کہ انسانیت تقوےٰ کے خلاف نہیں بلکہ وہ تقوےٰ کے حصول کا ایک ذریعہ اور خدا تعالےٰ کے وصال کا ایک موجب ہے۔ تیرا درجہ بلند ہو کہ تو جسقدر خدا کے قریب ہوا۔ اسی قدر ہمارے نزدیک ہوا۔ یقیناً تو ہمارا ہے اور ہم تیرے ہیں۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین

شکریہ اور معذرت

محض خدا تعالیٰ کے فضل اور حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی توجہ عالی کا نتیجہ ہے کہ ”الفضل“ کا مختصر عملہ معمولی اخبار کو باقاعدہ شائع کرنے کے ساتھ ”خاتم النبیین“ نمبر تیار کر کے ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرنیکی سعادت حاصل کر رہا ہے ”الفضل“ کا یہ خاص نمبر کیا بلحاظ مضامین اور نظموں کے اور کیا بلحاظ لکھائی چھپائی اور کاغذ جو حیثیت رکھتا ہے وہ ناظرین کے سامنے ہے اور وہی اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ پرچہ مرتب کرنے میں بفضل ایزدی کتنی عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ میں تمام ان اصحاب کا جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں امداد فرمائی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ افسوس میرے لئے اتنی بھی گنجائش نہیں کہ ان کرم فرما اصحاب کا نام بنام شکریہ ادا کر سکوں اور اگر یہ تھوڑی سی جگہ میسر نہ آجاتی تو شائد میں اتنا بھی نہ لکھ سکتا۔

مجھے جس بات کا بہت رنج اور صدمہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ کئی ایک نہایت قیمتی اور اعلیٰ پایہ کے مضامین بوجہ اسکے کہ دیر سے پہنچے۔ شائع نہ ہو سکے۔ اور کئی ایک مضامین عدم گنجائش کی وجہ سے روکنے پڑے۔ میں تمام ان حضرات اور خواتین سے جنکے مضامین شائع کرنے سے معذور رہا۔ معافی خواہ ہوں۔

ایڈیٹر

کہتے ہیں۔ جوانی دیوانی۔ جب آدمی جوان ہوتا ہے۔ تو اسے سوائے اپنے آرام کے اور کسی چیز کا خیال نہیں ہوتا۔ بچپن کی عمر کی غفلت سے نکل کر دنیا کے مزے اٹھانے کا خیال اسے آرام سے نہیں بیٹھنے دیتا۔ اور موت اور بڑھاپے کے خیال کو وہ پاس نہیں آنے دیتا۔ بس پھر کیا ہے جس قدر ہو سکے۔ دنیا کے مزے لوٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور سمجھتا ہے۔ ایک ایک دن جو عیش و آرام میں نہیں کٹتا۔ ضائع ہو رہا ہے۔

رسول کریمؐ کی جوانی

یہی جوانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی آئی۔ بلکہ بہت سے لوگوں سے زیادہ آئی۔ کیونکہ عام طور پر لوگوں پر جوانی کا زمانہ اپنے ماں باپ کی زندگی میں آتا ہے۔ اور ان کے دباؤ کے نیچے وہ بہت سی ایسی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ جن میں اگر ماں باپ کا دباؤ نہ ہو۔ تو وہ ضرور مبتلا ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد تو آپ کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔ والدہ تھیں۔ سو وہ بھی آپؐ کے بچپن ہی میں خدا کے گھر سدھار گئیں۔ پہلے دو سال دادا نے پالا۔ پھر چچا کے گھر میں پلے۔ پس ماں باپ کا دباؤ آپؐ پر نہ تھا۔ چچا تھے مگر کہاں ماں باپ کا دباؤ۔ کہاں چچا کا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ دباؤ بھی نہ تھا۔ جو اکثر نوجوانوں پر ہوتا ہے۔

رسول کریمؐ کی صحت

ایک دباؤ بعض نوجوانوں پر ان کی صحت کی خرابی کا ہوتا ہے۔ نوجوانی تو آتی ہے۔ مگر نہ آنے کے برابر۔ صحت کی خرابی کی وجہ سے دل میں کوئی امنگ نہیں ہوتی۔ ہنسنے کھیلنے کو دل تو چاہتا ہے۔ شوخی و شرارت کی تڑپ تو ہوتی ہے۔ مگر نہ وہ جوش و خروش ہوتا ہے۔ جو کھیل کود کو مزیدار بناتا ہے۔ اور نہ وہ طاقت اور قوت ہوتی ہے۔ جو اس خواہش کو پورا کرنے کے سامان مہیا کرتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں یہ روک بھی نہ تھی۔ آپؐ خدا تعالےٰ کے فضل سے نہایت ہی تندرست اور قوی جوان تھے۔ صحت خاص طور پر درست تھی۔ جوانی تو الگ رہی۔ بڑھاپے میں بھی آپؐ کم بیمار ہوتے تھے۔ بلکہ کہتے ہیں۔ ۶۳ سال کی عمر میں صرف چند سفید بال تھے۔ جو آپ کی کنپٹیوں کے اوپر کے بالوں میں ظاہر ہوئے تھے۔ کوئی چیز نہ تھی۔ جو آپؐ کو دوسرے نوجوانوں کی طرح لاابالی زندگی بسر کرنے سے روکتی مگر باوجود ماں باپ کے نہ موجود ہونے کے اور تندرستی اور صحت کے آپؐ نے کبھی اپنا وقت لغویات میں ضائع نہیں کیا۔ اور اپنے ہم عمروں کے ساتھ بیٹھکر بیہودہ باتوں میں نہیں خرچ کیا۔ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے ایک عورت ہونے کی حیثیت میں میں ایک عورت ہی کی شہادت کو پیش کرتی ہوں جس سے زیادہ زبردست شہادت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

حضرت خدیجہؓ کی پاکیزہ زندگی

جس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوان تھے۔ اور اپنی عمر کے بائیسویں سال سے گذر رہے تھے۔ اس وقت مکہ میں ایک نیک خاتون رہتی تھیں۔ ان کی عمر چالیس سال کی تھی۔ اور وہ بیوہ تھیں۔ دو دفعہ نکاح کر چکی تھیں۔ پہلے ابوہالہ سے اور پھر عتیق سے۔ اور دونوں دفعہ خدا تعالےٰ کی مرضی سے انہیں چند ہی سال میں بیوہ ہونا پڑا۔ خاندان کے لحاظ سے بہت معزز تھیں۔ اور مال کے لحاظ سے مکہ کے اچھے مالدار لوگوں کے برابر ان کے پاس دولت تھی۔ جس کو وہ عیش و آرام میں خرچ نہیں کرتی تھیں۔ ان کے غلام تجارت کا مال لے کر شام تک جاتے تھے۔ اور ہزاروں روپیہ کما کر لاتے تھے۔ نیکی اور تقوےٰ میں ایسی مشہور تھیں۔ کہ اسلام سے پہلے بھی انہیں مکہ کے لوگ طاہرہ کہکر پکارتے تھے۔ کیونکہ وہ ہر قسم کی فضول باتوں سے بچتی تھیں۔ اور گندی باتوں سے پرہیز کرتی تھیں۔ ان نیک بی بی کا نام خدیجہؓ تھا۔

حضرت خدیجہؓ کا تجارتی کاروبار

ان کو اپنے تجارتی کاروبار کے لئے ہوشیار اور دیانتدار کام کرنے والوں کی ضرورت رہتی تھی۔ وہ بڑے بڑے واقف اور تجربہ کار رئیسوں کے ذریعہ سے تجارت کا کاروبار کراتی تھیں۔ ایک دفعہ مکہ کا قافلہ تجارت کے لئے شام کو روانہ ہونے لگا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب نے آپؐ سے کہا۔ کہ میں غریب آدمی ہوں۔ اور آپؐ کی اس قدر مدد نہیں کر سکتا۔ جس قدر کہ کرنی چاہیئے۔ خدیجہ ایک مالدار عورت ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو نفع کا حصہ مقرر کر کے تجارت کے لئے مال دیتی ہے۔ اگر آپؐ بھی اس سے پوچھیں۔ تو شائد وہ کچھ مال آپ کو بھی تجارت کے لئے دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا سیر چشم انسان بھلا اس امر کو کب برداشت کر سکتا تھا۔ کہ خود سوال کرے۔ آپؐ نے جواب دیا۔ کہ خود درخواست کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ شاید خود ہی خدیجہ کو اس امر کا خیال آجائے۔ اور وہ خود ہی کہلا بھیجیں۔

رسول اللہ کا تجارت کیلئے جانا

اس گفتگو کو کسی نے خدیجہؓ تک پہونچا دیا۔ انہوں نے سنکر جواب دیا کہ مجھے خیال نہ تھا۔ کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کام کو منظور کرینگے۔ اس لئے میں نے ان سے نہیں کہا تھا۔ اور فوراً آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ میری طرف سے تجارت کے لئے جائیں۔ اور میں چونکہ آپ کی دیانت پر پورا بھروسہ رکھتی ہوں۔ اگر آپ جائیں۔ تو جو حصہ نفع کا میں دوسروں کو دیا کرتی ہوں۔ اس سے دگنا آپؐ کو دونگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے مشورہ سے اس بات کو منظور کر لیا۔ اور خدیجہؓ نے بجائے مختلف لوگوں کو مال دینے کے سب مال آپؐ ہی کو دیا۔ اور نفع بھی دگنا مقرر کیا۔ کیونکہ وہ جانتی تھیں۔ کہ دوسرے لوگ خیانت کرتے ہیں۔

آپ خیانت نہیں کرینگے - اور سب نفع انہی کے ہاتھ میں آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے پہلے کبھی اس قسم کا تجارتی کام کرنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا - اور ابھی آپؐ کی عمر بھی کیا تھی۔ صرف چوبیس سال کا سن تھا۔ جو عمر کہ عام طور پر بڑے کاموں کے قابل نہیں سمجھی جاتی۔ اس وقت خدیجہ رضؓ کا آپ کو اپنے کام کے لئے چننا۔ اور پرانے اور تجربہ کار تاجروں کی موجودگی میں چننا۔ اور پھر مکہ ہی میں نہیں۔ بلکہ مکہ سے دُور شام کے ملک میں سینکڑوں کوس فاصلہ پر انہیں تجارت کے لئے بھیجنا۔ اور پھر نفع بھی دوگنا مقرر کرنا ثابت کرتا ہے۔ کہ اس عین جوانی کے عہد میں بھی آپؐ کی دانشمندی اور پارسائی کی شہرت اس قدر ہو چکی تھی۔ کہ اپنے ہم مجلسوں سے نکلکر اور محلہ سے گذر کر تمام شہر میں پھیل گئی تھی۔ اور مرد تو مرد گوشہ نشین عورتیں تک واقف ہو گئی تھیں خیر تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضؓ نے بہت سا مال دے کر شام تجارت کے لئے بھیجا۔ اور ساتھ اپنے ایک ہوشیار غلام کو جس کا نام میسرہ تھا۔ روانہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہوشیاری سے کام کیا۔ کہ جسقدر نفع پہلے آیا کرتا تھا۔ اس سے بہت زیادہ آیا۔ باوجود اس کے دیانتداری کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اگر حضرت خدیجہؓ کے مال کی حفاظت کی۔ تو ساتھ ہی ان لوگوں کے حق کا بھی خیال رکھا۔ جو آپ سے لین دین کرتے تھے۔ اس بات کا اثر میسرہ پر بہت ہوا۔ انہوں نے واپس آکر حضرت خدیجہؓ کو سب حال سنایا ؛

شادی کا پیغام

حضرت خدیجہ کو میسرہ پر بہت اعتبار تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف تو پہلے ہی سُن چکی تھیں۔ اور ذاتی نیکی کا حال تو انہیں پہلے ہی معلوم تھا۔ اب جو میسرہ نے یہ سنایا۔ کہ آپ کا دوسروں کے ساتھ معاملہ بھی بے نظیر ہے۔ تو آپؓ کے دل نے محسوس کیا۔ کہ وہ جوان جو نیکی اور تقوٰی اور عقل میں بوڑھوں سے بھی آگے نکلا ہوا ہے۔ ضرور کچھ ہو کر رہیگا۔ انہوں نے جھٹ اپنی ایک سہیلی نفیسہ کے ذریعہ آپؐ کو شادی کا پیغام بھیج دیا۔ اس کے بعد آپؐ کو بلوا کر بھی اپنی خواہش کا اظہار کیا ؛

پاکیزہ جوانی

ایک چالیس سالہ عورت کا جو کہ صاحب اولاد بھی تھیں۔ ایک اکیس یا پچیس سالہ نوجوان کو جس کے پاس کوئی جائداد نہ تھی۔ اس طرح شادی کا پیغام دینا۔ ایک زبردست شہادت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوانی نہایت ہی پاک جوانی تھی۔ جس کے حالات سے جس قدر کوئی واقف ہوتا۔ اسی قدر آپ کی صحبت کو دوسری سب چیزوں پر ترجیح دیتا تھا۔ حتّٰی کہ حضرت خدیجہؓ جو خود طاہرہ یعنی پاکیزہ کے نام سے مشہور تھیں۔ اور جن کی نیکی کی مکہ بھر میں دھوم تھی اور بڑے بڑے رئیس جن سے شادی کی درخواستیں کر کے محروم رہ چکے تھے۔ باوجود عمر کے بہت بڑے فرق کے لوگوں کے طعن و تشنیع کی بالکل پرواہ نہ کر کے آپ سے شادی کرنے کے لئے تیار ہو گئیں۔ اور خود ہی اپنی ایک سہیلی کے ذریعہ پیغام بھی بھجوا دیا۔ اور باوجود اس کے کہ بعض نہایت ہی قریبی رشتہ دار سخت مخالفت پر آمادہ ہوئے۔ انہوں نے ان کی پرواہ نہ کی۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے مشورہ سے شادی پر رضامندی ظاہر کی۔ تو جھٹ آپ سے نکاح کر لیا ؛

شادی کی غرض کیا تھی

یہ شادی تو ہو گئی۔ مگر کئی دفعہ شادیاں بے سوچے سمجھے ہو جاتی ہیں پس اب ہمیں دیکھنا چاہئے۔ کہ کیا اس شادی سے وہ امیدیں پوری ہوئیں۔ جو خدیجہ رضؓ کو تھیں؟ آخر چالیس سال کی عمر میں ایک غریب نوجوان سے شادی کرنا بلاوجہ تو نہ تھا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ شادی نفسانی خواہشات کے ماتحت تھی۔ کیونکہ شادی کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضؓ کے مال کو غرباء میں تقسیم کرنا شروع کیا۔ اور حضرت خدیجہ رضؓ نے بجائے اس پر غصہ ہونے کے پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور سب مال آپؐ کے سپرد کر دیا۔ کہ جس طرح چاہیں۔ خرچ کریں۔ پھر آپؐ نے گھر کی زندگی کو ترک کر دیا۔ اور عبادت کے لئے شہر سے دُور ایک جگہ پر جانا شروع کیا۔ اگر نفسانی خواہشات کے لئے شادی ہوتی تو حضرت خدیجہ رضؓ بُرا مناتیں۔ اور آپس میں جھگڑا پیدا ہو جاتا۔ مگر خدیجہ رضؓ نے بجائے ناراض ہونے کے اس میں بھی آپؐ کی مدد کی۔ اور محبت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھانا پکا دیا کرتی تھیں۔ تاکہ آپؐ کئی کئی دن پہاڑ میں جا کر خدا کی عبادت کر سکیں۔ اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت خدیجہ رضؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل اعتبار تھا۔ اور وہ جانتی تھیں۔ کہ آپؐ کا دنوں گھر سے غائب رہنا کسی نفسانی غرض سے نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی عبادت کے لئے ہے ؛

حضرت خدیجہؓ کا ایمان لانا

ان ایام جوانی میں آپؐ نے جیسی پاک زندگی بسر کی۔ اس کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے۔ کہ سب سے پہلے آپؐ کے دعوے کے موقعہ پر آپ کی بیوی ایمان لائیں۔ اور جب آپؐ پر ایک عظیم الشان کام کا بوجھ ڈالا گیا۔ تو حضرت خدیجہ رضؓ نے ان الفاظ میں آپؐ کو تسلّی دی۔ کہ خدا کی قسم آپؐ کو خدا تعالےٰ ضائع نہیں کریگا۔ کیونکہ آپؐ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرتے ہیں۔ بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں مصیبتوں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ اور تاریخ میں لکھا ہے۔ جب بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن آپؐ کی باتوں کو جھٹلاتے تھے۔ حضرت خدیجہ رضؓ آپؐ کی باتوں کی تصدیق کرتیں۔ آپؐ کو تسلی دیتیں اور لوگوں کی باتوں کی طرف توجہ کرنے سے روکتی تھیں۔ اور فرمایا کرتی تھیں۔ لوگ خوب جانتے ہیں۔ کہ آپؐ سچے ہیں۔ صرف حسد کے مارے ایسی باتیں کرتے ہیں ؛

حضرت خدیجہؓ کی پہلی اولاد کا ایمان لانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ جوانی کی اس سے بڑی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔ جو میں نے اُوپر بیان کی ہے۔ مگر میں ایک اور بات بھی بیان کرنے سے نہیں رُک سکتی۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی سے پہلے حضرت خدیجہ رضؓ صاحب اولاد تھیں اس اولاد سے جو سلوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ اس سے بھی آپؐ کی جوانی کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ اس سلوک کی تفصیل میں پڑنے کی بجائے اس کے نتیجہ کو ہمیں دیکھ لینا چاہیئے۔ جو یہ ہے۔ کہ حضرت خدیجہ رضؓ کی پہلی اولاد بھی آپؐ پر ایمان لائی۔ اور آپؐ کی خاطر انہوں نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا۔ چنانچہ حضرت خدیجہ رضؓ کا سب سے بڑا بیٹا ہند برابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں شریک رہا۔ اور آخر حضرت علی رضؓ کے زمانہ میں ایک لڑائی میں مارا گیا۔

اسی طرح آپؐ کا دوسرا بیٹا ہالہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا۔ آپؐ کا جو سلوک ان بچوں سے تھا۔ اس کا پتہ حضرت عائشہ رضؓ کی اس روایت سے بھی ملتا ہے۔ کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو رہے تھے۔ کہ ہالہ کہیں باہر سے آئے۔ سوتے ہی میں ان کی آواز آپ کے کان میں پڑ گئی۔ آپؐ بے اختیار اُٹھ بیٹھے۔ اور فرمایا ہالہ آگئے۔ ہالہ آگئے۔ ہالہ آگئے۔ اور اُٹھ کر انہیں گلے سے لگا لیا۔

پس حضرت خدیجہ رضؓ کے علاوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوتیلے بیٹوں کی عملی شہادت بھی بتا رہی ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوانی ایک بے نظیر جوانی تھی۔ اور دنیا کے لئے نمونہ ؛

اپنے ملک کو رسول کریمؐ نے کس حال میں پایا

(از محترمہ اہلیہ صاحبہ چوہدری علی اکبر صاحب اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس جالندھر)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزول سے قبل دنیا کی حالت تمام پہلی امتوں سے زیادہ خراب ہو چکی تھی۔ ملک عرب میں ایک وحشی قوم آباد تھی۔ جو تعصب اور نافرمانیوں میں حد سے زیادہ بڑھ چکی تھی۔ حیوانوں کی طرح اپنی زندگی بسر کرتی تھی۔ نہ باپ کی عزت نہ ماں کی حرمت کا خیال تھا۔ باپ کی عورتوں یعنی اپنی ماؤں کو ورثہ میں تقسیم کر لیتے تھے۔ شراب اور قمار بازی تو ان کا روزانہ شغل تھا۔ مستانہ پن۔ دیوانگی تعصب اور نافرمانیاں ان کا شیوہ تھا۔ گلی کوچوں میں نہایت گندے شعر پڑھتے پھرتے تھے۔ دختر کشی پر بہت عمل کرتے تھے۔ لڑکی کے پیدا ہوتے ہی اسے زندہ گاڑ دیتے تھے۔ اپنی عورتوں پر طرح طرح کے ظلم کرتے تھے۔ عورت ایک ناپاک ہستی تصور کی جاتی تھی۔ سخت سے سخت تکلیفیں اسے دیجاتی تھیں۔ جب چاہتے۔ طلاق دیدیتے۔ اور جب چاہتے رجوع کر لیتے۔ ذرا سی بات پر ایک دوسرے کو قتل کر ڈالتے تھے۔ خدائے واحد کے نام سے بالکل بے خبر تھے۔ اپنے حقیقی معبود کو بھول کر ہر ایک قبیلہ نے جُدا جُدا معبود بنا لئے تھے۔ کوئی لات اور عُزّیٰ کو پوجتا تھا۔ یہاں تک کہ خدا کی محبوب ترین چیز یعنی حرم کعبہ میں تین سو ساٹھ بُت بنا کر رکھے ہوئے تھے۔ وہی کعبہ جسے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا۔ جس کے معمار خدا کے برگزیدہ نبی تھے وہاں بت رکھے تھے۔ غرض عرب کے ریگستان میں ایک وحشی قوم آباد تھی۔ جو دین اور دُنیا دونوں لحاظ سے تاریکی میں غرق تھی۔ ان کی زندگی نہایت لغو کاموں میں بسر ہوتی تھی۔ جب سیل کفر و ضلالت میں توحید کی ناؤ اس طرح ڈگمگا رہی تھی۔ تو یکایک غیرتِ حق نے جوش مارا اور ناگہاں فاران کی چوٹیوں سے ابر رحمت نمودار ہوا۔ رحمت کی گھٹائیں موسلا دھار برسنے لگیں۔ جن سے ویرانے آباد ہو گئے۔ اور تاریک دِلوں نے نور توحید سے اپنے سینوں کو منور کیا۔ وہی عرب جو اپنی وحشیانہ حرکتوں میں بے نظیر تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم سے ایسے مہذب اور باخدا انسان بن گئے۔ کہ انہوں نے اپنے مال اور جان تک خدا کی راہ میں دینے سے دریغ نہ کیا۔ اور دین اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہونچا دیا۔ طرح طرح کے دکھ اور تکلیفیں دین کے پھیلانے میں سہیں۔ اور آج ان کے نام ستاروں کی طرح روشن ہیں ؛

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نبی کی حیثیت میں

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ کے قلم سے

اہم مضامین پر اخبار میں قلم اٹھانیکے یہی معنی ہوا کرتے ہیں کہ انکے کسی ایک پہلو پر روشنی ڈالدی جائے ورنہ جو مضامین کہ سینکڑوں صفحات کے محتاج ہیں انہیں ایک دو صفحات میں لے آنا یقیناً انسانی طاقت سے بالا ہے میں بھی مذکورہ بالا مضمون کے متعلق جو اپنی تفصیلات کے لئے بیسیوں مجلدات کا محتاج ہے بلکہ پھر بھی ختم نہیں ہو سکتا یہی طریق اختیار کرونگا ✣

خدا تعالےٰ کا کلمہ

انبیاء خدا تعالیٰ کا کلمہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا (کہف) تو کہدے کہ اگر سمندر سیاہی بنجائیں اور ان سے میرے کلمات کی توضیح اور تشریح کیجائے تو سمندر ختم ہو جائینگے مگر میرے کلمات کے کمالات کا بیان ختم نہ ہوگا۔ خواہ اسیقدر سیاہی ہم اور بھی کیوں نہ پیدا کر دیں۔ غرض نبوت کا مضمون تو ایک نہ ختم ہونیوالا مضمون ہے مگر موقع کے لحاظ سے اس کا ایک قطرہ پیش کیا جا سکتا ہے ✣

نبی کے کام

قرآن کریم نے نبی کے چار کام مقرر فرمائے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں اس کا اشارہ ہے انکی دعا قرآن کریم میں یوں نقل ہے ربنا وابعث فیہم رسولاً منہم یتلوا علیہم اٰیٰتک ویعلمہم الکتٰب والحکمۃ ویزکیہم انک انت العزیز الحکیم (بقرہ ع ۱۵) اے ہمارے رب اہل مکہ میں ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرما جو انہیں میں سے ہو اور ان کو تیرے نشانات سنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی باتیں سکھلائے اور انہیں پاک کرے ✣

ایک سرسری نگہ ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ نبی کے کام کا ایک بہترین نقشہ ہے جو اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھینچ دیا ہے۔ نبی کا کام (۱) اللہ تعالیٰ کی آیات کا سنانا (۲) کتاب کا سکھانا (۳) حکمت کی باتوں کی تعلیم دینا اور (۴) لوگوں کے نفوس کو پاک کرنا ہے۔ کیا اس سے زیادہ مختصر الفاظ میں کوئی اور نقشہ نبی کے کاموں کا کھینچا جا سکتا ہے؟ آؤ اب ہم دیکھیں کہ ان کاموں کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ثابت ہوتے ہیں ✣

نبی کا پہلا کام آیات سنانا

پہلا کام نبی کا آیات کا سنانا بتایا گیا ہے۔ آیۃ کے معنے عربی زبان میں عبرت اور دلیل کے ہوتے ہیں۔ جو چیز کسی اور چیز کی طرف رہنمائی کرے وہ آیۃ ہے پس آیات کے سنانے کا یہ مطلب ہوا کہ ایسی باتیں بتائیں جو امور غیبیہ پر ایمان لانے کا موجب ہوں کیونکہ امور غیبیہ ایسے امور ہیں کہ انسان ان تک خود نہیں رسائی پا سکتا خدا تعالیٰ کا وجود سب سے مقدم ہے بلکہ ایک ہی حقیقی وجود ہے مگر وہ اسقدر وراء الوراء ہے کہ اس تک پہنچنا انسانی طاقت سے بالا ہے اس تک پہنچنے کا ذریعہ محض وہ دلائل اور براہین اور وہ عرفان اور مشاہدہ ظہور صفات الٰہیہ ہو سکتا ہے جو ہمیں اسکے قریب کردے اور اس کے وجود کے متعلق ہمارے دلوں میں کوئی شک باقی نہ چھوڑے یہی حال قانون قدرت کے ظہور کا اور ملائکہ کا اور رسالت کا اور کلام الٰہی کا اور بعث بعد الموت کا ہے ان میں سے ایک چیز بھی ایسی نہیں کہ جسکی سمجھ انسان کو براہ راست ہو سکتی ہو۔ بلکہ ان میں سے ہر اک شے ایسے دلائل کی محتاج ہے جو ہمیں روحانی اور عقلی طور پر انکے قریب کر دیں۔ ان سے ہمیں ایسا اتصال بخش دے کہ گویا ہم نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ✣

امور مذکورہ بالا کی اہمیت اس امر سے ثابت ہے کہ جسقدر بھی مذاہب ہیں وہ کسی نہ کسی رنگ میں ان امور پر ایمان لانیکو ضروری سمجھتے ہیں اور کسی نہ کسی نام کے نیچے ان امور کو اپنے معتقدات میں شامل رکھتے ہیں خواہ تشریحات میں کس قدر ہی اختلاف کیوں نہ ہو۔ پس جو شخص بھی ان امور پر ایمان لانے کو ہمارے لئے آسان کر دیتا ہے اور ہمیں ایسے مقام پر کھڑا کر دیتا ہے کہ جس جگہ کھڑے ہو کر ان امور کا گویا ایسا مشاہدہ ہو جاتا ہے کہ اسکے بعد کسی شک کی گنجایش ہی نہیں رہتی وہ نبوت کے کام کو اپنے کمال تک پہنچا دیتا ہے ✣

صفات الٰہی کا بیان

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر جب ہم غور کرتے ہیں اور آپکے کام کو جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں صاف نظر آتا ہے کہ مذکورہ بالا کام کو آپنے ایسے بے نظیر طریق پر کیا ہے کہ اسکی مثال اور کہیں نہیں ملتی۔ خدا تعالیٰ کے وجود کے متعلق سب سے پہلی چیز اسکی صفات کا بیان ہے ایک غیر محدود ہستی ہونیکے لحاظ سے وہ اپنی صفات ہی کے ذریعہ سے سمجھا جا سکتا ہے اگر کوئی شخص صفات الٰہیہ کو اس طرح بیان نہیں کرتا کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی عظمت دلنشین ہو اور دوسری طرف عقل ان کا اس حد تک ادراک کر سکے جس حد تک کہ ان کا سمجھنا انسانی عقل کیلئے ممکن ہو وہ ہرگز خدا تعالیٰ تک بندوں کو پہنچانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا ✣

توحید الٰہی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صفات خدا تعالیٰ کی بیان کی ہیں وہ ایسی ہیں کہ ایک طرف تو عقل انسانی ان سے تسلی پا جاتی ہے دوسری طرف وہ ایک غیر محدود اور قادر اور خالق ہستی کے بالکل شایان شان ہیں آپ ایک طرف تو خدا تعالیٰ کو تمام مادی قیدوں اور ظہوروں اور جلووں سے پاک ثابت کرتے ہیں اور اسکی توحید پر اسقدر زور دیتے ہیں کہ تمام آلائشوں اور نقصوں سے اسے پاک قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف اسکی محبت اور اپنی مخلوق کو اعلیٰ درجہ کے مقامات تک پہنچانیکی خواہش کو ایسے واضح طور پر ثابت کرتے ہیں کہ انسانی دل محبت سے بھر جاتا ہے اور عقل مطمئن ہو جاتی ہے مگر آپ اتنے پر بس نہیں کرتے آپ اس اصل کو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ وہ امور جنپر ایمان لانا انسان کی نجات کے لئے ضروری ہو انپر ایمان لانیکی بنیاد صرف عقلی دلیل پر نہیں ہونی چاہئے بلکہ مشاہدہ پر ہونی چاہیئے تاکہ دل شک و شبہ کے احتمال سے بھی پاک ہو جائے اور آپ اس امر پر زور دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفات اسکے خاص بندوں کے لئے ایسے خاص رنگ میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں کہ ان کے معجزانہ ظہور کو دیکھکر انسان کا دل یقین کی آخری کیفیات سے لبریز ہو جاتا ہے

ملائکہ کی حقیقت

ملائکہ کے متعلق جہاں ایک طرف آپ نے ان لوگوں کے خیالات کو رد کیا ہے جو انکے وجود ہی کے منکر ہیں وہاں ان لوگوں کے خیالات کو بھی رد کیا ہے جو انہیں بادشاہی درباریوں کی حیثیت میں پیش کرتے ہیں اور بتایا ہے کہ ملائکہ نظام عالم کے روحانی اور جسمانی سلسلہ میں اسی طرح ضروری وجود ہیں کہ جس طرح دوسرے نظر آنیوالے اسباب وہ ایک مادی خدا کے دربار کی رونق نہیں ہیں بلکہ ایک غیر مادی خدا کے احکام تکوین کی پہلی کڑیاں ہیں اور روحانی اور جسمانی سلسلے پوری طرح انپر قائم ہیں۔ اور جس طرح بنیاد کے بغیر عمارت نہیں ہو سکتی اسی طرح ملائکہ کے بغیر کائنات کا وجود ناممکن ہے ✣

قانون قدرت کیا ہے؟

آپنے قانون قدرت کو ایسا قریب الفہم کر دیا کہ مادی علل و اسباب کا دیکھنے والا سائنسدان اور عقلی موجبات کی موشگافی کرنے والا فلسفی اور روحانی اثرات پر نگہ رکھنے والا صوفی اور موٹی موٹی باتوں سے نتیجہ نکالنے والا عامی یکساں طور پر تسلی پا گیا ہر اک نے اسے اپنے اپنے نقطہ نگہ سے دیکھا۔ غور کیا اور اطمینان کا سانس لیا اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی تصدیق کر دی کیونکہ مختلف پہلوؤں سے غور کرنیکے بعد جب ایک ہی نتیجہ نکلے تو اس نتیجہ کی صحت میں کوئی شک باقی نہیں رہتا ✣

رسالت اور کلام الٰہی کی ضرورت

آپنے رسالت اور کلام الٰہی کی ضرورت کو قانون قدرت کی مثالوں

سے ثابت کیا وہ خدا جس نے جسمانی آنکھ کیلئے سورج کو پیدا کیا ہے کس طرح ممکن ہو کہ روحانی آنکھ کو کام کے قابل بنانے کیلئے اس نے روحانی سورج اور روحانی نور پیدا کیا ہو۔ حالانکہ جسمانی آنکھ کا تعلق تو ایک محدود عرصہ سے ہے لیکن روحانی بینائی کا اثر انسان کی تمام آیندہ زندگی پر ہے خواہ اس دنیا کی ہو خواہ اگلے جہاں کی ÷

بعث مابعد الموت

بعث مابعد الموت کے متعلق بھی آپ نے مختلف پیرایوں سے بحث کی اور ایسے رنگ میں اسے پیش کیا کہ وہ ایک خالص علمی مسئلہ کی بجائے ایک عملی مسئلہ بنگیا۔ انسانی اعمال ایک زبردست جزا کے طالب ہیں اور وہ جزا اس امر کی مقتضی ہے کہ اسے دوسروں کی نگہ سے مخفی رکھا جائے کیونکہ اس عظیم الشان جزا کے ظاہر ہو جانے پر انسانی اعمال اختیاری نہیں رہینگے بلکہ ایک رنگ میں غیر اختیاری ہو جائینگے۔ عالم آخرت ایک نئی دنیا نہیں ہے بلکہ اسی دنیا کا ایک تسلسل ہے جس میں مادیات کے اثر سے آزاد ہو کر انسانی روح اسی راستہ پر بلا روک ٹوک چلنا شروع کر دیتی ہے جو اس نے اپنے اعمال کی داغ بیل ڈالکر اپنے لئے تیار کیا تھا خدا تعالیٰ ایک غم و غصہ سے پُر بادشاہ نہیں اسکی صفات کے تقاضے نے انسان کو پیدا کیا تھا اور وہی صفات اس امر کی متقاضی ہیں کہ انسان آخر کار اپنے مقصد کو پا جائے اور کوئی پہلے اور کوئی پیچھے آخر اُس وجود سے پیوست ہو جائے جس وجود کی رحمت اسے عالم وجود میں لائی تھی ÷

غرض ہر ایک مخفی مسئلہ کو جس پر ایمان کی بنیاد تھی وہم اور شک کے بادلوں سے نکالکر ایک چمکتے ہوئے سورج کی روشنی کے نیچے آپ نے رکھ دیا تاکہ ہر شخص اپنی عقل کی آنکھ سے اسے دیکھ سکے اور اپنے روحانی ادراک سے اسے چھو سکے اور وہم اور وسوسہ سے نکل کر یقین اور اطمینان حاصل کر سکے

نبی کا دوسرا کام۔ تعلیم کتاب

دوسرا کام نبی کا تعلیم کتاب ہے اس کام کو بھی آپ نے ایسے رنگ میں پورا کیا ہے کہ کسی اور وجود میں اسکی مثال نہیں ملتی۔ آپ نے سب سے اول تو یہ بتایا کہ شریعت ایک فضل ہے انسان اپنی دنیوی اور اُخروی زندگی کی بہتری کیلئے اس امر کا محتاج ہے کہ خدا تعالیٰ خود اسپر اپنی مرضی کا اظہار کرے تاکہ اس روحانی سفر میں جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے اسکے کاموں کی بنیاد شک اور وہم پر نہ ہو بلکہ یقین اور وثوق پر ہو شریعت ایک بوجھ نہیں جو آگے ہی بوجھ سے دبے ہوئے انسان کو کچلنے کے لئے اسکے سر پر رکھ دیا گیا ہے وہ کسی سزا کا نتیجہ نہیں بلکہ محبت کے تقاضے کے ماتحت اس کا نزول ہوا ہے اور ان مخفی گڑھوں اور یکدم چکر کھا جانے والے موڑوں اور سر بلند اور سیدھی پہاڑیوں اور تیز اور سرعت سے بہنے والی ندیوں اور حد سے جھکی ہوئی شاخوں اور کانٹے دار جھاڑیوں اور گندگی اور میلے کے ڈھیروں سے مطلع کرنیکے لئے اُتاری گئی ہے جو اس لمبے سفر میں انسان کے لئے تکلیف کا موجب اور اسے اسکے سفر کو بآرام طے کرنے سے محروم کر دینے کا باعث ہو سکتی ہیں وہ نہ سزا ہے نہ امتحان بلکہ رہنما ہے اور ہادی۔ اس کا کوئی حکم خدا تعالےٰ کی شان کو بڑھانیوالا نہیں بلکہ ہر ایک حکم انسان کی اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہے ÷

عالمگیر شریعت

آپ نے دنیا کے سامنے یہ ایک نیا طریق پیش کیا کہ شریعت عالمگیر ہونی چاہئے اور اس میں مختلف طبائع اور مختلف طاقتوں کا لحاظ رکھا جانا چاہیئے جو کتاب کہ مختلف طبائع اور مختلف طاقتوں کا لحاظ نہیں کرتی وہ گویا دنیا کے ایک حصہ کو نجات پانے سے بالکل محروم کر دیتی ہے اور اس طرح خود اس غرض کو معدوم کر دیتی ہے جس کے لئے اسے دنیا میں بھیجا گیا تھا ÷

شریعت کے دو اہم امور

تیسرا اصل کتاب کی تعلیم میں آپ نے یہ مدنظر رکھا کہ شریعت کیلئے ضروری ہے کہ وہ دو اہم ضرورتوں کو پورا کرے ایک طرف تو اس میں ان تمام ضروری امور کے متعلق ہدایت ہو جنکا مذہبی روحانی اور اخلاقی ترقی کے ساتھ تعلق ہے اور دوسری طرف انسان کی ذہنی ترقی کیلئے اس میں گنجائش ہو اور وہ انسانی دماغ کو بالکل جامد بنا کر اسمیں سڑاند نہ پیدا کر دے۔ ان دو اصول کے ماتحت آپ نے ان دو خطرناک راستوں کو بند کر دیا جو حقیقی روحانیت کو تباہ کرنیکا باعث بنجایا کرتے ہیں یعنی اباحت کے راستہ کو بھی جو انسان کے روحانی مفاد کو مادی لذات کی قربان گاہ پر قربان کروا دیا کرتا ہے اور تقلید جامد کے راستہ کو بھی جو انسانی دماغ کو ایک سڑے ہوئے تالاب کیطرح بنا کر ان بدبوؤں کا مرکز بنا دیتا ہے جو نشوونما کی تمام قابلیتوں کو جلا کر رکھ دیتی ہیں ÷

نبی کا تیسرا کام۔ تعلیم حکمت

تیسرا کام نبی کا تعلیم حکمت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام میں بھی ایک بینظیر مثال قائم کی ہے آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے باوجود خدا تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کے بینظیر اظہار کے اس امر پر بھی زور دیا ہے کہ خدا تعالےٰ کے قادر ہونیکے یہ معنی نہیں کہ وہ جو چاہے حکم دے اور کسی کو اسکی وجہ دریافت کرنیکی مجال نہ ہو وہ اگر قادر ہے تو غنی بھی ہے کسی حکم میں خود اس کا اپنا فائدہ مدنظر نہیں ہوتا۔ اور پھر وہ حکیم بھی ہے وہ کوئی حکم نہیں دیتا جس میں کہ کوئی حکمت نہ ہو پس کسی تعلیم کے خدا تعالیٰ کیطرف منسوب ہونیکے یہ معنے نہیں کہ اسکی جزئیات تمام حکمتوں سے اور اسکے احکام تمام علتوں سے خالی ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کیطرف کسی بات کا منسوب ہونا ہی اس امر کا ضامن ہے کہ وہ بات ضرور حکمتوں سے پُر اور مفاد عالیہ سے وابستہ ہے ورنہ وہ حکیم اور غنی ہستی اس کا حکم کیوں دیتی۔ اس اصل کے ماتحت آپ نے اپنی تمام تعلیم کی حکمتیں ساتھ ساتھ بیان فرمائی ہیں ہر ایک بات جس کا حکم دیا ہے اسکے ساتھ بتایا ہے کہ اسکے کرنیکے کیا فوائد ہیں اور اس کے نہ کرنیکے کیا نقصانات ہیں اور ہر ایک بات جس سے روکا ہے اسکے ساتھ ہی یہ بتایا ہے کہ اسکے کرنے سے کیا نقصانات ہیں اور اسکے نہ کرنیمیں کیا فوائد ہیں۔ پس آپ کی تعلیم پر عمل کرنیوالا اپنے دلمیں انقباض نہیں محسوس کرتا بلکہ ایک جوش اور خوشی محسوس کرتا ہے اور خوب سمجھتا ہے کہ مجھے جو حکم دیا گیا ہے اس میں بھی میرا خصوصاً اور دنیا کا عموماً فائدہ ہے اور جس امر سے مجھے روکا گیا ہے اس میں بھی میرا خصوصاً اور دنیا کا عموماً نفع ہے اور یہ بشاشت اسکے اندر ایک ایسی خوشگوار تبدیلی پیدا کر دیتی ہے کہ شریعت پر عمل کرنا اسے ناگوار نہیں گزرتا بلکہ وہ اسپر عمل کرنے کو ایک ضروری فرض سمجھتا ہے اور اسے ایک چٹی نہیں خیال کرتا بلکہ ایک عظیم الشان رحمت خیال کرتا ہے ÷

نبی کا چوتھا کام۔ تزکیہ نفوس

چوتھا کام ایک نبی کا تزکیہ نفوس ہے یعنے لوگوں کے دلوں کو پاک کر کے انکے اندر ایسی قابلیت پیدا کرنا کہ وہ خدا تعالےٰ سے اتصال تام حاصل کر سکیں اور اسکے فیوض کو اپنے نفس میں جذب کر کے بقیہ دنیا کیلئے اُس کے مظہر اور اسکی قدرتوں کی جلوہ گاہ بن سکیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو اس احسن طریق پر پورا کیا ہے کہ دوست تو دوست آپکے دشمن بھی اس کام کے قائل ہیں جس ملک میں آپ پیدا ہوئے اور جس قوم کے آپ ایک فرد تھے۔ اسکی جو حالت تھی وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں خود اس زمانہ کی عام حالت بھی اچھی نہ تھی عرب جو آپ کا ملک تھا اسکے سوا دوسرے ممالک بھی مذہبی اخلاقی علمی اور عملی حالت میں اچھے نہ تھے گویا ایک رات تھی جو سب دُنیا پر چھائی ہوئی تھی۔ اول تو پہلے مذاہب کی پاک تعلیموں کو ہی لوگوں نے بگاڑ دیا تھا دوم جو کچھ پہلی تعلیموں میں سے موجود تھا اسپر بھی عمل نہ تھا۔ مذہب تو ایک بالا چیز ہے معمولی انسانیت بھی مردہ ہو چکی تھی اور شرافت مفقود ہو رہی تھی شرک و بدعت اور گندی رسوم ایک دوسرے کا گلا کاٹنا فسق و فجور ظلم و قتل و غارت بے شرمی اور بیحیائی جہالت سستی نکماپن۔ تفرقہ۔ شراب خوری۔ جوئے بازی کبر۔ خود پسندی غرض ہر ایک عیب اسوقت موجود تھا اور اسکے مقابل کی ہر ایک نیکی مفقود تھی یہانتک کہ بدی کا احساس بھی مٹ گیا تھا اور اسکے ارتکاب پر بجائے شرمندگی محسوس کرنیکے فخر کیا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں پیدا ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم کو اپنی تربیت کے لئے چُنا جو اس تاریک زمانہ میں بھی سب قوموں سے گنہ اور بدی میں بڑھی ہوئی تھی۔ نظام حکومت اسکے اندر اسقدر مفقود تھا کہ اسے سب سے زیادہ فخر اپنی لامرکزیت پر تھا۔ اس قوم کے اندر اپنی پاکیزگی کی روح آپ نے پھونکنی شروع کی۔ جیسا کہ قاعدہ ہے جس چیز کو جی نہ چاہے انسان اس کا مقابلہ کرتا ہے لوگوں نے آپ کا مقابلہ شروع کیا اور سخت ہی مقابلہ کیا مگر آپ استقلال اور صبر سے اپنا کام کرتے چلے گئے اور لوگوں کی مخالفت کی کچھ بھی پرواہ نہ کی ماریں کھائیں گالیاں سُنیں طعنے سہے سب کچھ برداشت کیا۔ مگر دنیا کی گمراہی کو برداشت نہ کیا۔ آخر ایک ایک کر کے لوگوں کے دلوں پر فتح پانی شروع کی۔ سالہاسال تک یہ مقابلہ جاری رہا بڑے بڑے قوی دل۔ دل ہار گئے مگر آپ نے دل نہ ہارا جس طرح پانی پہاڑوں کی چوٹیوں سے بہتے بہتے نرمی سے ملائمت سے اپنا راستہ نکال لیتا ہے اور آخر ایسی نشیب والی جگہیں پیدا کر لیتا ہے جن میں سے وہ آسانی کے ساتھ بہ سکے۔ اسی طرح آپ نے اپنے نیک نمونہ سے اور مؤثر وعظ سے دنیا کی اصلاح کا کام جاری رکھا یہاں تک کہ وہ دن آ گیا کہ پاکیزگی اور طہارت کی خوبی کے دل قائل ہو گئے۔ روحانی مردوں نے اپنے اندر ایک نئی روح۔ سوئے ہوؤں نے تمازت آفتاب بیماروں نے صحت کے آثار اور کمزوروں نے ایک طاقت کی لہر اپنے اندر محسوس کرنی شروع کی دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا۔ جہاں ظلم اور تعدی کی حکومت تھی وہاں عدل اور انصاف کا دور دورہ ہو گیا جہاں جہالت کے بادل چھائے تھے وہاں علم کا سورج چمکنے لگا۔ جہاں برودت اور جمود چھائے بیٹھے تھے وہاں عمل اور سعی کی گرم بازاری ہو گئی۔ نسل انسانی نے سانس لیا کروٹ بدلی اور اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس معجزانہ تغیر پر نظر ڈالی جو محمد رسول اللہ کی بے نفس جدوجہد نے پیدا کر دیا تھا۔ اور بے اختیار ہو کر چلا اُٹھی کہ بیشک تو نبی ہے بلکہ نبیوں کا سردار۔ اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ ..

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(از جناب ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب سول سرجن کیمل پور)

شرق سے غرب تلک آپ کی ہیبت طاری
عرش سے فرش تلک آپ کا سکہ جاری

نیرِ راہِ ہُدیٰ۔ شافعِ روزِ محشر
یاں ہے دُنیا کو ہدایت تو وہاں غمخواری

ہاتھ کو جس کے کہیں حضرتِ حق اپنا ہاتھ
جان کی جس کی قسم کھائیں حضورِ باری

جس کے احسان کے بوجھوں سے دبے جاتے ہیں
جنّ و حیوان و ملک۔ آدمی۔ نُوری ناری

جس کی پاکیزہ توجہ نے مٹادی بالکل
قوم کی قوم سے اک آن میں ہر بدکاری

جس نے اخلاق کی تکمیل دکھادی کرکے
جملہ ادیان تھے اتمام سے جس کے عاری

جسکی اک جنبشِ لب نے وہ دکھایا اعجاز
پشتہا پشت کے رندوں کی چُھٹی مےخواری

صحبتِ پاک کا ادنیٰ سا کرشمہ یہ تھا
بزمِ افلاک میں داخل ہوئے ربّ باری

ہو گئی خلقِ خدا مدح سے اسکی عاجز
قابِ قوسین کے درجہ سے بڑھی جب یاری

ملک کا قوم کا اور رنگ کا قضیہ نپٹا
آگئی حلقۂ تبلیغ میں دنیا ساری

اس کے آنے سے ہوئیں نسخ شرائع پہلی
آگے سُورج کے چمکتی ہے کہاں چنگاری

علم و عرفان و حقائق کا وہ بحرِ ذخار
ہر بُنِ مُو سے ہوا چشمۂ حکمت جاری

اس کے صدقے میں وہ قرآن ملا جس کے ہم
رزم اور بزم میں اپنا رہا پلّہ بھاری

جس کے فیضان سے اُمت میں رہیگا دائم
چشمۂ وحی و کرامات و نبوّت جاری

جذبۂ توحید و توکل ہو کہ ہو قلبِ سلیم
عقلِ صافی ہو کہ اعجاز کی قدرت کاری

کامیابی ہو کہ ہو قوّتِ قدسی کا ظہور
دفعِ نقصان و ضرر۔ رغبتِ نیکو کاری

حسن و احسان و فتوحات و کمالِ تعلیم
خدمتِ خلق ہو یا عشقِ جنابِ باری

الغرض جو بھی ہوں معیارِ کمالاتِ بشر
میرے آقا کی مسلّم ہے وہاں سرداری

تیری ایک ایک ادا صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ
تیری ہر آن پہ سَو جان سے جاؤں واری

حُسنِ یوسف۔ دمِ عیسیٰ۔ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

قصیدہ نعتیہ

از جناب ذوالفقار علیخان صاحب گوہر۔ تلمیذ جناب نواب فصیح الملک داغ دہلوی

محمد آئینہ تھا جلوہائے نورِ وحدت کا
وُہی اک ہادیٔ کامل تھا نشانہائے فطرت کا

دماغ اُس کا خزانہ تھا رموزِ عقل و حکمت کا
دلِ پُر نور گنجینہ تھا اسرارِ حقیقت کا

وُہی تھا کفر کا ماحی وہی مخلوق کا حاشر
وُہی اوّل نبوّت میں وُہی خاتم نبوّت کا

وُہی احمد لوائے حمد کا حامل قیامت میں
امام و خاتم و قائدِ رسولوں کی جماعت کا

اُسی کا دینِ حق نسخہ نجات العالمین کا ہے
معلم بھی تھا وُہ حامل بھی تھا اپنی شریعت کا

سبق آموز تھا انساں کا ہر گام ترقی میں
مربی تھا تمدن میں مربّی تھا طریقت کا

فرشتوں سے بڑھایا اتباعِ دیں سے انساں کو
شریعت کے گلے سے طوق اُتارا اس نے لعنت کا

نکالے گردنوں سے شرک اور تثلیث کے پھندے
کیا پابند انسانوں کو اِک زنجیرِ وحدت کا

بتوں کی طاقتیں پامال کر دیں زورِ وحدت سے
مٹایا دبدبہ لات و منات و ودّ کی طاقت کا

حبیب اللہ بن کر ہو گیا محبوبِ ربانی
نہ وُہ خود بلکہ ہر اک فرد کامل اُس کی اُمت کا

مسخر کر لئے دلہائے عالم صدق و رحمت سے
زمانہ کو ہے اب تک اعتراف اُس کی صداقت کا

خُدا نے پیروی اُس کی ہر اک پر فرض ٹھہرائی
کیا ہے حصر اسی پر اُس نے خود اپنی محبت کا

یہ فیضانِ الٰہی خاص ہے۔ اس کی نبوّت سے
بجا ہے وُہ اگر دعوے کرے اپنی فضیلت کا

بغیر اس کے نہیں کھل سکتے ابواب السما ہرگز
کہ یہ ثمرہ ہے صرف اُسکے ہی فیضانِ اطاعت کا

وُہ تھا اخلاق کا کامل نمونہ نسلِ انساں میں
اُسی کے سر رہا سہرا ہر اک نوعِ شرافت کا

رعایا اُس پہ پروانوں کی طرح جان دیتی تھی
نمونہ ہے کہاں دُنیا میں اس طرزِ حکومت کا

نرالی حکمرانی تھی۔ کہ تھا مخلوق کا خادم
انوکھی تھی جہانبانی کہ چاکر تھا رعیت کا

غریب و بےکس و آفت زدہ مظلوم کی خاطر
کھلا رہتا تھا دروازہ ہمیشہ اسکی شفقت کا

رعیت بن کے وُہ جب تک رہا۔ تھا اُن کا حامی
تحمل۔ صبر سے اُس نے کیا ظلم و شقاوت کا

وہ عہدِ دوستی میں باوفا و بامروّت تھا
سبق اُس نے دیا دُنیا کو ہمدردی و الفت کا

اعزا کا عزیزِ دل تھا۔ وہ آنکھوں کا تارا تھا
شریکِ حال تھا اُن کے ہر اک رنج و مصیبت کا

کریمانہ روش تھی۔ اس کی ہر انساں سے ملنے میں
ہر اک سائل تھا شاہد اُس کے الطاف و سخاوت کا

وُہ تھا بےمثل شوہر اپنی ازواجِ مطہر کا
ہر اک کے دل میں گھر تھا اسکے انصاف و محبت کا

سراپا شفقت و رحمت تھی اس کی زندگی گھر میں
مربّی تھا وُہ بچوں کا نگہباں اُن کی راحت کا

وُہ صادق اور امیں تھا لین دین اس کا تھا بے کھٹکے
تجارت اُس کی عاشق تھی وُہ حامی تھا تجارت کا

وُہ فوجی زندگی میں قائدِ اعظم تھا لشکر میں
سپاہی جاں نثار اُس کے وُہ حافظ اُنکی عزت کا

وُہ اِک بےمثل حاکم تھا نظامِ حکمرانی میں
ہے دُنیا بھر میں لاثانی نظام اس کی حکومت کا

وزیر اُس نے بنایا اہلِ شوریٰ کو حکومت میں
رعیت کو کیا پابند قانونِ حکومت کا

حقوقِ عبد و آقا اُس کی نظروں میں برابر تھے
غریبوں کا تھا حامی اور مامن تھا امارت کا

وُہ پاکیزہ طبیعت تھی۔ کہ نفرت تھی کثافت سے
ہر اک حالت میں شیدا تھا صفائی و طہارت کا

مگر پھر بھی تکلف سے بری تھی زندگی اُس کی
حیا و سادگی تھا خاصہ اس کی طبیعت کا

حکیمانہ مزاج اُس کا کریمانہ روش اُس کی
تکلم پہ تھا قبضہ خندہ روئی کا بشاشت کا

ترحم اور ہمدردی تھی۔ غالب اُس کی عادتیں
کہ فیضِ عام و احساں تھا تقاضا اُس کی فطرت کا

ہر اک پہلو سے اُس کی زندگی کامل نمونہ تھی
وُہ تھا اِک پیکرِ عالی ہر اک خُلق و شرافت کا

الٰہی عمر گوہر کی کٹے اس مدح خوانی میں
کفن بن جائے خلعت آلِ احمد کی رفاقت کا

اسم محمدؐ کا حقیقی مصداق

(از ملفوظات حضرت مرزا غلام احمدؐ مسیح موعود علیہ السّلام)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی تمام تحریروں اور تقریروں میں خدائے یگانہ کی حمد وثنا۔ اس کی وحدانیت۔ اُس کی بے مثال صفات اور اپنی مخلوق سے رحم وشفقت کے ذکر کے بعد سب سے زیادہ زور جس بات پر ہے۔ وہ سید کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات کا تذکرہ ہے۔ اس کے متعلق ایک ایک لفظ جو آپ کے قلم اور زبان سے نکلا۔ اس قدر سوز وگداز اور الفت ومحبت سے پُر ہے۔ کہ اس نے لاکھوں انسانوں کو اس کی حلاوت سے شیریں کام کر رکھا ہے اور ہر سعید الفطرت کو لذت اندوز کرنے کے لئے تیار ہے۔ جو اصحاب اس امر کی خواہش رکھتے ہوں۔ (اور ہر مسلمان کے دل میں یہ خواہش ہونی چاہئے) وہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتب کا مطالعہ فرمائیں۔ اس پرچہ میں بطور تبرک ایک تحریر درج کی جاتی ہے:۔ (ایڈیٹر)

اللہ جلشانہ نے جب احسان کرنا چاہا۔ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ آپ کا نام محمدؐ تھا۔ جس کے معنے ہیں۔ نہایت ہی تعریف کیا گیا۔ جو باب تفعیل سے آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ کوئی اسی قدر قابل تعریف ٹھیرتا ہے۔ جس قدر کام کرتا ہے۔ پہلے نبی خاص قوموں کے لئے آتے تھے۔ اور ایک نقص یہ تھا۔ کہ ایک عظیم الشان اصلاح کی ضرورت نہ ہوتی تھی:۔

حضرت مسیح کی آمد

مثلاً حضرت مسیح علیہ السّلام جب آئے۔ تو وہ صرف بنی اسرائیل ہی کی گمشدہ بھیڑوں کو اکٹھا کرنے کے واسطے آئے۔ اور یہودیوں کے پاس اس وقت توریت موجود تھی۔ وہی توریت کی تعلیمات عملدرآمد کے لئے کافی سمجھی گئی تھیں۔ اور یہودی توریت کے احکام اور تعلیمات کے قائل اور ان پر قائم تھے۔ ہاں بعض اخلاقی کمزوریاں تھیں۔ جو ان میں پیدا ہوگئی تھیں۔ اور یہ صاف بات ہے۔ کہ صرف اخلاقی کمزوریوں کا دور کرنا ان کے نقصانات کو بتلا دینا یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ایک معمولی درجہ کا آدمی بھی کرسکتا ہے۔ اور اخلاقی واعظ ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مسیحؑ کا نام محمدؐ نہ رکھا گیا۔ کیوں کہ انکی خدمات ایسی اعلیٰ درجہ کی نہ تھیں:۔

حضرت موسیٰ کی بعثت

اور اسی طرح پر موسیٰ علیہ السّلام جب آئے۔ گو وہ ایک شریعت لے کر آئے۔ مگر ان کا بڑا کام بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانا ہی تھا۔ حالانکہ وہ قوم چارسو برس کی تلخیوں اور مصیبتوں کی وجہ سے بجائے خود اس بات پر آمادہ اور طیار تھی۔ کہ کوئی ایسی تحریک ہو۔ تو وہاں سے نکل کھڑے ہوں۔ مادہ تیار تھا۔ صرف تحریک اور محرک کی ضرورت تھی .... اور ان کی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی بڑی بھاری غرض یہی تھی۔ کہ وہ فرعون کی غلامی سے نکلیں۔ چنانچہ روحانی امور اور خدا پرستی کے متعلق وہ ہمیشہ ٹھوکر کھاتے رہے۔ اور بے جا گستاخیوں اور شوخیوں سے کام لیتے رہے۔ یہاں تک کہ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ اور اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون جیسے کلمات کہنے اور ذرا سی غیر حاضری میں گوسالہ پرستی کرنے سے باز نہ آئے۔

اور بات بات پر ضد اور اعتراض سے کام لیتے۔ ان کے حالات پر پوری نظر کے بعد صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ صرف فرعون کی غلامی ہی سے آزاد ہونا چاہتے تھے ..... غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت محنت اور مشقت کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔ قوم زندان غلامی میں گرفتار تھی۔ اور طیار تھی۔ کہ کوئی آئے۔ تو اسے قبول کرلیں (پس موسےؑ نے بسہولت) ان کو مصر سے نکال لیا۔ اور یہ کوئی بڑا کام نہ تھا۔ اصلاح کا زمانہ جب آیا۔ اور موسےؑ نے جب چاہا۔ کہ ان کو خدا پرست قوم بنا کر وعدہ کی سرزمین میں داخل کریں۔ وہ ان کی شوخیوں اور گستاخیوں اور اندرونی بداعمالیوں میں گذرا یہاں تک کہ خود حضرت موسےؑ بھی اس سرزمین میں داخل نہ ہوسکے اس لئے ان کا نام بھی محمدؐ نہ ہوا:۔

محمدؐ نام کا مستحق

غرض جہاں تک غور کرتے جاؤ۔ یہ پتہ ملے گا۔ کہ کوئی نبی اس مبارک نام کا مستحق نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہمارے نبی کا زمانہ آگیا۔ وہ ایک تاریک زمانہ تھا جس میں نبی کریمؐ نے قدم رکھا۔ اور ظلمت کی انتہا ہو چکی تھی۔ میرا مذہب یہ ہے۔ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبی جو اس وقت تک گذر چکے تھے۔ سب کے سب اکٹھے ہوکر وہ کام اور وہ اصلاح کرنا چاہتے۔ جو رسول اللہ صلعم نے کی۔ ہرگز نہ کرسکتے۔ ان میں وہ دل اور وہ قوت نہ تھی۔ جو ہمارے نبی کو ملی تھی اگر کوئی کہے۔ کہ یہ نبیوں کی معاذ اللہ سوء ادبی ہے۔ تو وہ نادان مجھ پر افتراء کرے گا۔ میں نبیوں کی عزت وحرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں۔ لیکن نبی کریم صلعم کی فضیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم اور میرے رگ وریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں۔ کہ اس کو نکال دوں۔ بدنصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کرے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہے۔ جو نہ الگ الگ اور نہ مل مل کر کسی سے ہوسکتا تھا اور یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء رسول اللہ صلعم کے واقعات پیش آمدہ کی اگر معرفت ہو۔ اور اس بات پر پوری اطلاع ملے۔ کہ اس وقت دنیا کی کیا حالت تھی۔ اور آپؐ نے آکر کیا کیا۔ تو انسان وجد میں آکر اللّٰھم صل علی محمدؐ کہہ اٹھتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ یہ خیالی اور فرضی بات نہیں ہے۔ قرآن شریف اور دنیا کی تاریخ اس امر کی پوری شہادت دیتی ہیں۔ کہ نبی کریمؐ نے کیا کیا۔ ورنہ وہ کیا بات تھی۔ جو آپ کے لئے مخصوصاً فرمایا گیا۔ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ کسی دوسرے نبی کے لئے یہ صدا نہ آئی۔ پوری کامیابی پوری تعریف کے ساتھ یہی ایک انسان دنیا میں آیا۔ جو محمدؐ کہلایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم:۔

خاتم النبیین کا زمانہ

عادت اللہ اسی طرح پر ہے۔ زمانہ ترقی کرتا ہے۔ آخر وہ زمانہ آگیا۔ جو خاتم النبیین کا زمانہ تھا۔ جو ایک ہی شخص تھا جس نے یہ کہا۔ یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا کہنے کو تو چند لفظ ہیں۔ اور ایک اندھا کہہ سکتا ہے۔ کہ معمولی بات ہے۔ مگر جو دل رکھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے۔ اور جو کان رکھتا ہے وہ سنتا ہے۔ جو آنکھیں رکھتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے۔ کہ یہ الفاظ معمولی الفاظ نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر یہ معمولی لفظ تھے۔ تو بتاؤ۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کو یا مسیح علیہ السلام یا کسی اور نبی کو بھی یہ طاقت کیوں نہ ہوئی۔ کہ وہ یہ لفظ کہہ دیتا۔ اصل یہی ہے۔ کہ جس کو یہ قوت، یہ منصب نہیں ملا۔ وہ کیونکر کہہ سکتا ہے۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ کسی نبی کو یہ شوکت یہ جلال نہ ملا۔ جو ہمارے نبی کریمؐ کو ملا۔ بکری کو ہر روز گوشت کھلاؤ۔ تو وہ گوشت کھانے سے شیر نہ بن سکے گی۔ شیر کا بچہ ہی شیر ہوگا۔ پس یاد رکھو۔ یہی بات سچ ہے۔ کہ اس نام کا مستحق اور واقعی حقدار ایک تھا۔ جو محمدؐ کہلایا۔ یہ داد الٰہی ہے جس کے دل ودماغ میں چاہے یہ قوتیں رکھ دیتا ہے۔ اور خدا خوب جانتا ہے۔ کہ ان قوتوں کا محل اور موقعہ کون ہے؟

مکمل قوتیں

ہر ایک کا کام نہیں۔ کہ اس راز کو سمجھ سکے۔ اور ہر ایک کے منہ میں وہ زبان نہیں۔ جو یہ کہہ سکے۔ کہ انی رسول اللہ الیکم جمیعا جب تک روح القدس کی خاص تائید نہ ہو۔ یہ کام نہیں نکل سکتا۔ رسول اللہ میں وہ ساری قوتیں اور طاقتیں رکھی گئی ہیں۔ جو محمدؐ بنا دیتی ہیں۔ تاکہ بالقوہ باتیں بالفعل میں بھی آجائیں۔ اس لئے آپؐ نے یہ دعوےٰ کیا۔ انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ ایک قوم کے ساتھ جو مشقت کرنی پڑتی ہے۔ تو کس قدر مشکلات پیش آتی ہیں۔ ایک خدمت گار شریر ہو۔ تو اس کا درست کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ آخر تنگ اور عاجز آکر بھی نکال دیتا ہے۔ لیکن وہ کس قدر قابل تعریف ہوگا۔ جو اُسے درست کرلے۔ اور پھر وہ تو بڑا ہی مرد میدان ہے۔ جو اپنی قوم کو درست کرسکے۔ حالانکہ یہ بھی کوئی بڑی بات نہیں۔ مگر وہ جو مختلف قوموں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا۔ سوچو۔ تو اسی قدر کامل اور زبردست قویٰ کا مالک ہوگا مختلف طبیعت کے لوگ مختلف عمروں۔ مختلف ملکوں مختلف خیال۔ مختلف قویٰ کی مخلوق کو ایک ہی تعلیم کے نیچے رکھنا اور پھر ان سب کی تربیت کرکے دکھلا دینا اور وہ تربیت بھی کوئی جسمانی نہیں۔ بلکہ روحانی تربیت۔ خداشناسی اور معرفت کی باریک باریک

باتوں اور اسرار سے پورا واقف بنا دیا۔ اور نری تعلیم ہی نہیں۔ بلکہ عامل بھی بنا دینا یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے۔ دنیا کے لئے اجتماع بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ان میں ذاتی مفاد اور دنیوی لالچ کی ایک تحریک ہوتی ہے۔ مگر کوئی یہ تبلائے۔ کہ محض اللہ کے لئے پھر ایسے وقت میں کہ اس جلالی نام سے کل دنیا ناواقف ہو۔ اور پھر ایسی حالت میں کہ اس کا اقرار کرنا دنیا کی تمام مصیبتوں کو اپنے سر پر اٹھا لینا ہو۔ کون کسی کے پاس آسکتا ہے۔ جب تک اللہ کی طرف بلانے والے میں عظیم الشان قوت جذب کی نہ ہو۔ کہ بے اختیار ہو ہو کر دل اس طرف کھچ آئیں۔ اور وہ تمام تکلیفیں اور بلائیں ان کے لئے محسوس اللذات اور مدرک الحلاوت ہو جائیں...... آپ اس وقت دنیا میں آئے جب دین کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اور عالمگیر تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ اور گئے اس وقت جب اس نظارہ کو بخوبی دیکھ لیا۔ کہ یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ جب تک اس کو پورا نہ کر لیا۔ نہ تھکے نہ ماندہ ہوئے۔ مخالفوں کی مخالفتیں اعداء کی سازشیں اور منصوبے قتل کرنے کے مشورے قوم کی تکلیفیں آپ کے حوصلہ اور ہمت کے سامنے سب ہیچ اور بیکار تھیں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس وقت تک زندہ رکھا۔ کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی کی آواز آپ کو نہ آگئی اور فوجوں کی فوجیں اسلام میں داخل ہوتی ہوئیں آپؐ نے دیکھ لیں۔ غرض اس قسم کی بہت سی وجوہ ہیں۔ جن سے آپ کا نام محمدؐ رکھا گیا۔

احمدؐ نام

پھر آپ کا ایک نام احمدؐ بھی رکھا گیا...... ان دونوں ناموں محمدؐ اور احمدؐ میں دو جُدا جُدا کمال ہیں۔ محمدؐ کا نام جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے۔ جو نہایت درجہ تعریف کیا گیا ہے۔ اور اس میں ایک معشوقانہ رنگ ہے۔ کیونکہ معشوق کی تعریف کی جاتی ہے۔ پس اس میں جلالی رنگ ہونا ضروری ہے۔ مگر احمدؐ کا نام اپنے اندر ایک عاشقانہ رنگ رکھتا ہے کیونکہ تعریف کرنا عاشق کا کام ہے۔ وہ اپنے محبوب و معشوق کی تعریف کرتا رہتا ہے۔ اس لئے جیسے محمدؐ محبوبانہ شان میں جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے۔ اسی طرح پر احمدؐ عاشقانہ شان میں ہو کر غربت اور انکساری کو چاہتا ہے۔ اس میں ایک سر یہ تھا۔ کہ آپؐ کی زندگی کی تقسیم دو حصوں پر کر دی گئی۔ ایک تو مکی زندگی جو تیرہ برس کے زمانہ کی ہے۔ اور دوسری وُہ زندگی ہے۔ جو مدنی زندگی ہے۔ اور وُہ دس برس کی ہے۔ مکہ کی زندگی میں تجلی اسم احمدؐ کی تھی۔ اس وقت آپؐ کے دن رات خدا تعالےٰ کے حضور گریہ و بکا اور طلب استعانت اور دعا میں گذرتے تھے۔ اگر کوئی شخص آپ کی اس زندگی کے بسر اوقات پر پوری اطلاع رکھتا ہو۔ تو اُسے معلوم ہو جائے گا۔ کہ جو تضرع اور زاری آپؐ نے اس مکی زندگی میں کی ہے۔ وہ کبھی کسی عاشق نے اپنے محبوب و معشوق کی تلاش میں نہیں کی۔ اور نہ کر سکے گا۔ پھر آپؐ کی تضرع اپنے لئے نہ تھی۔ بلکہ یہ تضرع دنیا کی حالت کی پوری واقفیت کی وجہ سے تھی۔ خدا پرستی کا نام و نشان چونکہ مٹ چکا تھا۔ اور آپؐ کی رُوح اور ضمیر میں اللہ تعالےٰ پر ایمان رکھ کر ایک لذت اور سرور آچکا تھا اور فطرتاً اس دُنیا کو اس لذت اور محبت سے سرشار کرنا چاہتے تھے۔ ادھر دنیا کی حالت دیکھتے تھے۔ تو ان کی استعدادیں اور فطرتیں عجیب طرز پر واقع ہو چکی تھیں۔ اور بڑے مشکلات و مصائب کا سامنا تھا۔ غرض دنیا کی اس حالت پر آپؐ گریہ و زاری کرتے تھے۔ اور یہاں تک کرتے تھے۔ کہ قریب تھا۔ کہ جان نکل جاتی۔ اسی کی طرف اشارہ کر کے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ لعلک باخع نفسک الایکونوا مومنین۔ یہ آپؐ کی متضرعانہ زندگی تھی۔ اور اسم احمدؐ کا ظہور تھا۔ اس وقت آپ ایک عظیم الشان توجہ میں پڑے ہوئے تھے۔ اس توجہ کا ظہور مدنی زندگی اور اسم محمدؐ کی تجلی کے وقت ہوُا۔ جیسا کہ اس آیت سے پتہ لگتا ہے۔ واستفتحوا وخاب کل جبار عنید۔ یہ سنت اللہ ہے۔ کہ مامور من اللہ ستائے جاتے ہیں۔ دکھ دیئے جاتے ہیں مشکل پر مشکل ان کے سامنے آتی ہے۔ نہ اس لئے کہ وہ ہلاک ہو جائیں بلکہ اس لئے کہ نصرت الٰہی کو جذب کریں۔ یہی وجہ تھی۔ کہ آپ کی مکی زندگی کا زمانہ مدنی زندگی کے بالمقابل دراز ہے...... مکہ کی زندگی میں حضرت احدیت کے حضور گرنا اور چلانا تھا۔ اور وہ اس حالت تک پہونچ چکا تھا۔ کہ دیکھنے والوں اور سننے والوں کے بدن پر لرزہ پڑ جاتا ہے۔ مگر آخر مدنی زندگی کے جلال کو دیکھو۔ کہ وہ جو شرارتوں میں سرگرم اور قتل اور اخراج کے منصوبوں میں مصروف رہتے تھے۔ سب کے سب ہلاک ہوئے۔ اور باقیوں کو اس کے حضور عاجزی اور منت کے ساتھ اپنی خطاؤں کا اقرار کر کے معافی مانگنی پڑی۔

حضرت عمرؓ کا اسلام

حضرت عمرؓ سے دیکھو کس قدر فائدہ پہونچا۔ ایک زمانہ میں یہ ایمان نہ لائے تھے۔ اور چار برس کا توقف ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ خوب مصلحت سمجھتا ہے۔ کہ اس میں کیا سِر تھا۔ ابوجہل نے تلاش کی۔ کہ کوئی ایسا شخص تلاش کیا جائے۔ جو رسول اللہؐ کو قتل کر دے۔ اس وقت حضرت عمرؓ بڑے بہادر اور دلیر مشہور تھے۔ اور شوکت رکھتے تھے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے رسول اللہ صلعم کے قتل کا بیڑا اٹھایا اور معاہدہ پر حضرت عمرؓ اور ابوجہل کے دستخط ہو گئے۔ اور قرار پایا۔ کہ اگر عمرؓ قتل کر آئیں۔ تو اس قدر روپیہ دیا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت ہے کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ جو ایک وقت رسول اللہ صلعم کو شہید کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ دوسرے وقت وہی عمرؓ اسلام میں ہو کر خود شہید ہوتے ہیں۔ وہ کیا عجیب زمانہ تھا۔ غرض اس وقت یہ معاہدہ ہوُا۔ کہ میں قتل کرتا ہوں۔ اس تحریر کے بعد آپ کی تلاش اور تجسس میں لگے۔ راتوں کو پھرتے تھے۔ کہ کہیں تنہائی میں ہوں۔ تو قتل کر دوں۔ لوگوں سے دریافت کیا۔ کہ آپؐ تنہا کہاں ہوتے ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ کہ نصف رات گذرنے کے بعد خانہ کعبہ میں جا کر نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر بہت ہی خوش ہوئے۔ چنانچہ خانہ کعبہ میں جا کر چھپ رہے جب تھوڑی دیر گذری۔ تو جنگل سے لا الٰہ الا اللہ کی آواز آتی ہوئی معلوم ہوئی۔ وُہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی آواز تھی اس آواز کو سُن کر اور یہ معلوم کر کے کہ وُہ ادھر ہی کو آرہی ہے حضرت عمرؓ اور بھی احتیاط کر کے چھپے۔ اور یہ ارادہ کر لیا۔ کہ جب سجدہ میں جائیں گے۔ تو تلوار مار کر سر مبارک تن سے جُدا کر دوں گا۔ آپؐ نے آتے ہی نماز شروع کر دی۔ پھر اس کے آگے کے واقعات خود حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ میں اس قدر رو رو کر دعائیں کیں۔ کہ مجھ پر لرزہ پڑنے لگا۔ یہاں تک آنحضرتؐ نے یہ بھی کہا۔ کہ سجدت لک روحی وجنانی۔ یعنی اے میرے مولیٰ میری روح اور میرے دل نے بھی تجھے سجدہ کیا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔ ان دعاؤں کو سُن سُن کر جگر پاش پاش ہوتا تھا۔ آخر میرے ہاتھ سے ہیبت حق کی وجہ سے تلوار گر پڑی۔ میں نے آنحضرت کی اس حالت سے سمجھ لیا۔ کہ یہ سچا ہے۔ اور کامیاب ہو جائے گا۔ مگر نفس امارہ بُرا ہوتا ہے۔ جب آپؐ نماز پڑھ کر نکلے۔ میں پیچھے پیچھے ہو لیا۔ پاؤں کی آہٹ جو آپ کو معلوم ہوئی۔ رات اندھیری تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہ کون ہے۔ میں نے کہا۔ کہ عمر۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ اے عمر نہ تو رات کو پیچھا چھوڑتا ہے۔ اور نہ دن کو۔ اس وقت مجھے رسول اللہ صلعم کی رُوح کی خوشبو آئی۔ اور میری رُوح نے محسوس کیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بددعا کریں گے۔ میں نے عرض کیا یا حضرتؐ بددُعا نہ کریں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ وُہ وقت اور گھڑی میرے اسلام کی تھی۔ یہاں تک کہ خدا نے مجھے توفیق دی۔ کہ میں مسلمان ہو گیا۔ اب سوچو۔ کہ اس تضرع اور بکا میں کیسی تلوار مخفی تھی۔ کہ جس نے عمرؓ جیسے انسان کو جو قتل کے لئے معاہدہ کر کے آتا ہے۔ اپنی ادا کا شہید کر لیا۔ اس توجہ اور زاری میں ایسی تلوار ہوتی ہے جو سیف و سنان سے بڑھ کر کام کرتی ہے۔

قوت قدسی

غرض وہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کا اسم احمدؐ کے ظہور کا زمانہ تھا۔ اس لئے مکہ میں عاشقانہ رنگ کا جلوہ دکھایا۔ اپنے آپ کو خاک میں ملا دیا۔ اور ہزاروں موتیں اپنے اوپر وارد کر لیں۔ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی اس جوش وفا تضرع اور دعاؤں کا اندازہ نہیں کر سکتا ان موتوں کے بعد وہ قوت اور زندگی آپ کو ملی۔ کہ ہزاروں لاکھوں مردوں کے زندہ کرنے والے آپ ٹھیرے۔ اور حاشر الناس کہلائے اور اب تک اپنی قوت قدسی کے زور سے کروڑہا مردوں کو زندہ کر رہے ہیں۔ اور قیامت تک کرتے رہیں گے۔ پس اس زندگی اور عاشقانہ ظہور کے بعد اسم احمدؐ کی تجلی تھی۔ دوسرا اور آپ کی جلالی زندگی اسم محمدؐ کا ظہور معشوقانہ شان میں ہوُا۔ جبکہ مکہ والوں کی دشمنی کی انتہا ہو چکی۔ اور دعاؤں اور توجہ کی حد ہو گئی۔ نابکار مخالفوں کی عداوت حد سے بڑھ کر بیت اللہ سے نکال دینے کا باعث ہوئی۔ اور اس پر بھی بس نہ کی۔ بلکہ تعاقب کیا۔ اور اپنی طرف سے کوئی دقیقہ تکلیف دہی اور ایذا رسانی کا باقی نہ رکھا۔ تو آپؐ مدینہ تشریف لائے۔ اور پھر حکم ہوُا۔ کہ مدافعت کی جائے۔ اللہ تعالےٰ کی غیرت نے جوش مارا۔ اور جلال الٰہی نے اسم محمدؐ کا جلوہ دکھانے کا ارادہ فرمایا۔ جس کا ظہور مدنی زندگی میں ہوُا۔

زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے۔ — کیا ہی پیارا یہ نام احمدؐ ہے۔
لاکھ ہوں انبیا مگر بخدا — سب سے بڑھ کر مقام احمدؐ ہے۔
باغ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا — میرا بستاں کلام احمدؐ ہے۔
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اُس سے بہتر غلام احمدؐ ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

از جناب حافظ مختار احمد صاحب حسینی احمدی شاہجہانپوری شاگرد حضرت امیر مینائی

اللہ اللہ! شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پیشِ نظر ہی شانِ محمدؐ ذہن میں ہیں احسانِ محمدؐ
دل شیدائے آنِ محمدؐ روح فدائے شانِ محمدؐ
بے تعداد احسانِ محمدؐ بے پایاں فیضانِ محمدؐ
از آدم تا حضرتِ عیسیٰ سب عالی رتبہ ہیں لیکن!
سب سے بہتر سب سے اعلیٰ سب اعجازِ رسل سے بالا
عاقل پر کرتا ہے ہویدا ان ھو الا وحی یوحیٰ
اے برسانِ شانِ محمدؐ جویائے فیضانِ محمدؐ
عینِ عنایت چشمۂ رحمت بحرِ حقیقت حسنِ رسالت
آدم و نوح و ابراہیم و داؤد و موسیٰ و عیسیٰ
صدیوں کے مُردوں کو ہی جِلایا پیغامِ توحید سنایا
لرزاں تھے شاہانِ زمانہ حیرت میں اک اک فرزانہ
امنِ جہان قائم فرمایا جو جسکا حق تھا دلوایا
سارے بد افعال چھڑائے سب عمدہ اخلاق سکھائے
راحت پر راحت دیتا ہے کیا دلکش موجیں لیتا ہے
صبحِ روزِ ازل سے لیکر ختم نہیں تا شامِ محشر
سبحان اللہ کیا کہنا ہے سینوں سے دل کھینچ رہا ہے
گو کیسا ہی سحر زباں ہو لیکن ناممکن جو بیاں ہو
آپ کا ثانی ہو نہ ہوا ہے دنگ ہے جس نے دیکھ لیا ہے
مشرقِ وحدت مہرِ رسالت آیۂ قدرت سایۂ رحمت
اپنے ہوں یا بیگانے مسلم ہوں یا نا مسلم

لوگو اس درجہ حق پوشی یہ سختی یہ ناحق کوشی!
اے اہلِ انصاف بتاؤ منصف کہو تم صاف بتاؤ
لوگو شرم و حیا بھی کچھ ہے آخر خوفِ خدا بھی کچھ ہے
کون محمدؐ! ہادیٔ اعظم کون محمدؐ محسنِ عالم
کون محمدؐ! ماہِ مروت کون محمدؐ چشمۂ رحمت
کچھ اس جور و جفا کی حد بھی ظلم زلزلہ زا کی حد بھی
زہریلی گفتار کہاں تک اور اس کی تکرار کہاں تک
یہ آزار رسانی تا کے۔ تا کے تلخ بیانی تا کے
بارشِ تیرِ جور و ستم نے سینے کر دیئے چھلنی لیکن
وہ متجاوز ہو نہیں سکتے دائرۂ آئین وفا سے
گو باقی نہ ہو ضبط کا یارا لیکن مقصد کیا ہے ہمارا
فرمانِ آنحضرتؐ کیا ہے۔ کیا ہی حکمِ شریعت کیا ہے
جو نہ سنے احکامِ شریعت جو نہ کرے قانون کی عزت

گرد و غبارِ حرص و ہوا سے صاف ہے بالکل فضلِ خدا سے
ہر شجر آخر اپنے پھلوں ہی سے پہچانا جاتا ہے

عرشِ عظیم ایوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کیوں نہ ہوں پھر قربانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
وجد میں ہیں مستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
رحمتِ حق قربانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اور ہی کچھ ہے شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
معجزۂ قرآنِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
توقیرِ فرمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دیکھ ذرا قرآنِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خُلقِ عالی شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سب ہیں ثنا گویانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
روح رواں قربانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کیا تھی شوکت و شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
قربانِ فرمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جانِ جہاں قربانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دریائے فیضانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سلسلۂ احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جذبِ بے پایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
تفصیلِ فیضانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کچھ حسن و احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ذاتِ عالی شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سب پر ہے احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ توہینِ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کیا یہی ہے شایانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
یہ تحقیرِ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہر مسلم قربانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
فہم سے برتر شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اے بد خواہِ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
حیف! اے بد خواہانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
شرم! اے بد گویانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ضبط! اے جانبازانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جو ہیں رضا جویانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
تعمیلِ فرمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
غور کر اے خواہانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
وہ ہے نافرمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آئینۂ دامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دیکھ سوئے غلمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا صدیقِ مکرمؓ سیدنا فاروقِ اعظمؓ
سیدنا عثمانِ معظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرتِ اسد اللہ الغالب سیدنا ابن ابو طالبؓ
جامعِ درویشی و شاہی نافعِ مخلوقاتِ الٰہی
حامیٔ مہر و صدق و صفا تھے ماحیٔ ظلم و جور و جفا تھے
کانِ صفا تھے باغِ وفا تھے ابرِ سخا تھے بحرِ عطا تھے
خوش اطوار و نیک طبیعت پاک نہاد و پاکیزہ فطرت
سیدنا حسینؓ کیحالت کر دیتی ہے محوِ حیرت
کامل تھے تسلیم و رضا میں جانیں دیدیں راہِ خدا میں
کس درجہ رکھتے تھے لطافت کیسی نکہت کیسی نکہت
حضرت موسیٰ ہوں یا عیسیٰ ایک کے یاروں نے بھی نہ پایا

اے گلِ ایماں ڈھونڈنے والے کانٹوں سے دامن کو بچا لے
نفسِ دنی پر غالب آ جا۔ آجا حق کے طالب آجا
نقشِ دوئی کو دل سے مٹا دے نعرۂ الا اللہ لگا دے
آپ سا ہادی آپ سا محسن ناممکن بالکل ناممکن
آپ ہیں آقا آپ ہیں مولا آپ ہیں ملجا آپ ہیں ہادی
نکہتِ گل ہیں شمعِ سبل ہیں ہادیٔ کل ہیں ختمِ رسل ہیں
سب سے مکرم سب سے معظم ہادیٔ اعظم محسنِ عالم
آپ اُدھر اللہ سے واصل اور ادھر مخلوق میں شامل
حدِ شرک سے باہر رہ کے پھر جو کچھ جی چاہے کہے!

اے کہ جسے لاحق ہے سراسر خوفِ تابِ مہرِ محشر
آپ فدائے خلقِ خدا ہیں آپ شفیعِ روزِ جزا ہیں
جملہ اصولوں سے ہی نرالا فہمِ بشر سے ارفع و اعلیٰ
آپنے سب پر شفقت کی ہے سب کو دین کی دعوت دی ہے
اے جویائے ہدایت آجا طالبِ حق آجا آجا

ہمت والو نیک جوانو شمعِ رسالت کے پروانو
بیداری کا وقت یہی ہے تیاری کا وقت یہی ہے
خود جاگو اوروں کو جگا دو عالم میں اک دھوم مچا دو
دشت و جبل میں بحرِ رواں میں سارے عرض و طول جہاں میں
مشرق کو مغرب سے ملا دو کونے کونے میں پہنچا دو
ہو جو مقابل سارا جہاں تو یہ گوئے ہے چوگاں ہے
کچھ ہو لیکن آن نجائے ہاتھ سے یہ میدان نجائے
بات تو جب ہے دیکھ لیں یکسر دنیا کے سب اسود و احمر
عالم کو سرمست بنا دو سب کو تا امکان چکھا دو
ناممکن ہے ناممکن ہے مجھ سے ادا ہو کیا ممکن ہے
میں ہوں اور احسانِ محمدؐ لطفِ بے پایانِ محمدؐ
شورِ صلِ علیٰ ہر سو ہے کیوں نہ ہو اے مختار کہ تو ہے

سرِ خیلِ یارانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خواہانِ رضوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سرتاجِ اخوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کون؟ یہی یارانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اصحابِ ذی شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
انصار و اعوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جملہ مقبولانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
یہ ہیں فرزندانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
لیکن رکھ لی آنِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
گلہائے بستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اخلاصِ یارانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کر سیرِ بستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
وا ہے درِ فیضانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
آ ذیلِ مستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے اعلیٰ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
قربانِ ہر شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کیا ہو بیانِ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سبحان اللہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
موجبِ حیرت شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سب شایانِ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آ زیرِ دامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مژدہ اے خواہانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہر ہر جلوہ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
عالم ہے مہمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جنت ہے بستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دیکھو تو فرمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہشیار اے شیرانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اے غیرتمندانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پہنچا دو فرمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
تذکرۂ احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اور یہ ہے میدانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہمت اے مردانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جلوۂ حسنِ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
صہبائے عرفانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کچھ شکرِ احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دستِ من و دامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نغمہ خوانِ شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سے بخت رسا پر نازاں ہوں میں فضلِ خدا پر نازاں ہوں میں۔ پایا ہے فیضانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سب سے بہتر شخص

مقدس بانئے اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ خیرکم خیرکم لاھلہ یعنی تم میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ معاملہ کرنے میں سب سے بہتر ہے - آپ کے ان الفاظ کو اگر اس بارہ میں آپ کی تعلیم اور آپ کے تعامل کا خلاصہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا - آپ کی خانگی زندگی یقیناً ان الفاظ کی بہترین تفسیر تھی -

رسول کریم اور تعدد ازدواج

قومی اور ملکی اور سیاسی اور دینی ضروریات نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ ایک وقت میں ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کریں - اور یہ ایک قربانی تھی جو آپ کو ایک غیر نفسی ضرورت کے ماتحت کرنی پڑی - مگر آپ نے اس قربانی کی روح کو اس خوبی اور کمال کے ساتھ نبا ہا . . . . . .

. . . اور باوجود اپنی خانگی ذمہ داری کی پیچیدگیوں کے معاشرت کا ایک ایسا اعلیٰ نمونہ قائم کیا - جو دنیا کے لئے ہمیشہ کے واسطے ایک شمع ہدایت کا کام دیگا - میرے یہ الفاظ میری قلبی خوش عقیدگی کی گونج نہیں ہیں - بلکہ انکی بنیاد ٹھوس تاریخی واقعات پر قائم ہے جنہیں کسی دوست کی خوش عقیدگی یا کسی دشمن کا تعصب اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتے +

معاشرت کا کامل نمونہ

کثرت ازدواج کی وجہ سے جو اضافہ آپ کی خانگی ذمہ داریوں میں ہوا - اس کو آپ کی ان گوناگون اور بھاری ذمہ واریوں نے اور بھی بہت زیادہ کر دیا تھا جو ایک مصلح ایک امام جماعت - ایک انتظامی حاکم - ایک جوڈیشل قاضی - ایک سیاسی لیڈر - ایک فوجی جرنیل اور ایک بین الاقوام نظام جمہوریت کے صدر کی حیثیت میں آپ پر عائد ہوتی تھیں اور ہر شخص جو آپ کی خانگی زندگی اور گھر کی معاشرت کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا چاہتا ہے - اس کا یہ پہلا فرض ہے کہ ان حالات کو پورے طور پر مدنظر رکھے - جو آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں نے آپ کے لئے پیدا کر رکھے تھے - میں نے یہ الفاظ اس لئے تحریر نہیں کئے - کہ میں آپ کی زندگی کے حالات کو آپ کی خانگی معاشرت پر رائے لگاتے وقت ایک موجب رعایت کے طور پر پیش کرنا چاہتا ہوں - بلکہ میں نے یہ الفاظ اس لئے لکھے ہیں کہ تا یہ ظاہر ہو - باوجود ان عظیم الشان ذمہ داریوں کے جو عام اسباب کے ماتحت یقیناً آپ کے خانگی فرائض کی ادائگی کے رستے میں روک ہوسکتی تھیں - آپ نے معاشرت کا وہ کامل نمونہ دکھایا جو دنیا کے ہر شخص کو خواہ وہ کیسے ہی حالات زندگی کے ماتحت رہا ہو شرماتا ہے +

مگر یہ مضمون اس قدر وسیع ہے اور اس پر روشنی ڈالتے ہوئے اس قدر مختلف پہلو انسان کے سامنے آتے ہیں کہ اس مختصر گنجایش کو دیکھتے ہوئے جو ایڈیٹر صاحب الفضل نے (جنکی تحریک پر میں یہ مضمون لکھ رہا ہوں) اس کے لئے مقرر کی ہے - اس مضمون پر زیادہ بسط کے ساتھ لکھنا تو درکنار معمولی اور واجبی تفصیل میں جانا بھی ناممکن ہے - پس میں نہایت اختصار کے ساتھ صرف چند موٹی موٹی باتوں کے تحریر کرنے پر اکتفا کرونگا وما توفیقی الا باللہ

رسول کریم کی پہلی شادی

سب سے پہلی شادی جو آنحضرت صلعم نے کی وہ حضرت خدیجہ سے تھی - اس وقت آپکی عمر صرف پچیس سال تھی - اور حضرت خدیجہ چالیس سال کی عمر کو پہنچ چکی تھیں - اور بیوہ تھیں گویا آپ نے عین عنفوان شباب میں ایک ادھیڑ عمر کی عورت سے شادی کی - بظاہر حالات یہ خیال ہو سکتا ہے کہ شاید یہ شادی کسی وقتی مصلحت کے ماتحت ہو گئی ہوگی - اور بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی کوئی خوشی کی زندگی نہیں گذری ہوگی کیونکہ جہاں بیوی کی عمر خاوند کی عمر سے اتنی زیادہ ہو - کہ ایک کی جوانی کا عالم اور دوسرے کے بڑھاپے کا آغاز ہو تو وہاں عام حالات میں ایسا جوڑا کوئی خوشی کا جوڑا نہیں سمجھا جاتا - مگر یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا خوشی کا اتحاد ہوا ہو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ کی خانگی زندگی میں نظر آتا ہے - ایک دوسرے کے ساتھ کامل محبت ایک دوسرے پر کامل اعتماد - ایک دوسرے کے لئے کامل قربانی کا نظارہ اگر کسی نے کسی ازدواجی جوڑے میں دیکھنا ہو - تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ میں نظر آئے گا - کیا ہی بہشتی زندگی تھی جو اس رشتہ کے نتیجے میں دونو کو نصیب ہوئی

پاکیزہ خانگی زندگی کا اثر

مجھے اس رشتہ کے کمال اتحاد کا احساس سب سے بڑھکر اس وقت ہوتا ہے جبکہ میں اس تاریخی واقعہ کا مطالعہ کرتا ہوں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ اس غیر مانوس اور غیر متوقع جلال الہیٰ سے مرعوب ہو کر سخت گھبرائے ہوئے اپنے گھر میں آئے اور ایک سہمی ہوئی آواز میں اپنی رفیق حیات سے فرمایا کہ مجھ پر آج یہ حالت گذری ہے اور مجھے اپنے نفس کی طرف سے ڈر پیدا ہو گیا ہے اس وقت گھر میں بظاہر حالات صرف یہی میاں بیوی تھے - خاوند ادھیڑ عمر کو پہنچا ہوا - اور بیوی بوڑھی - گھر کی چار دیواری میں دوست و دشمن کی نظروں سے دور تکلف کا طریق بیرون از سوال تھا - دونو پندرہ سال کے لمبے عرصہ سے ایک دوسرے کے رفیق زندگی تھے - ایک دوسرے کی خوبیاں - ایک دوسرے کے سامنے تھیں - اگر کوئی کمزوری تھی - تو وہ بھی ایک دوسرے پر مخفی نہ تھی - ایسی حالت میں جس سادگی کے ساتھ خاوند نے اپنی پریشانی اپنی بیوی سے بیان کی اور جس بے ساختگی کے عالم میں بیوی نے سامنے سے جواب دیا وہ اس مقدس جوڑے کے کمال اتحاد کا ایک بہترین آئینہ ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گھبراہٹ کو دیکھ کر حضرت خدیجہ کی زبان سے جو الفاظ نکلے وہ تاریخ میں اس طرح بیان ہوئے ہیں

کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف و تعین علی نوائب الحق (بخاری) "ہے ہے ایسا نہ کہیں خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی رسوا نہیں ہونے دے گا - آپ رشتوں کی پاسداری کرتے ہیں اور لوگوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور وہ اخلاق جو دنیا سے معدوم ہو چکے تھے - ان کو آپ نے اپنے اندر پیدا کیا ہے اور آپ مہمان نواز ہیں اور حق و انصاف کے رستے میں جو مصائب لوگوں پر آتے ہیں ان میں آپ انکی اعانت فرماتے ہیں"

حضرت خدیجہ کے یہ الفاظ اپنے اندر ایک نہایت وسیع مضمون رکھتے ہیں جسکی پوری گہرائی تک وہی شخص پہنچ سکتا ہے جو دل و دماغ کے نازک احساسات سے اچھی طرح آشنا ہو - ان الفاظ میں اس مجموعی اثر کا نچوڑ مخفی ہے جو پندرہ سالہ خانگی زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے قلب پر پیدا کیا - جو خاوند اپنی روزمرہ زندگی کے واقعات سے اپنی بیوی کے دل و دماغ میں وہ اثرات پیدا کر سکتا ہے جن کا ایک چھوٹے پیمانہ کا فوٹو ان الفاظ میں نظر آتا ہے اسکی پاکیزہ خانگی زندگی اور حسن معاشرت کا اندازہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے -

حضرت خدیجہ کے انتقال کا صدمہ

حضرت خدیجہ ہجرت سے کچھ عرصہ قبل انتقال فرما گئیں اور انکی وفات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا - اور لکھا ہے کہ ایک عرصہ تک آپ کے چہرہ پر غم کے آثار نظر آتے رہے اور آپنے اس سال کا نام عام الحزن رکھا - انکی وفات کے بعد جب کبھی ان کا ذکر آتا تھا - آپ کی آنکھیں پرنم ہو جاتی تھیں - ایک دفعہ حضرت خدیجہ کی بہن آپ سے ملنے کے لئے آئی - اور دروازہ پر آکر اندر آنے کی اجازت چاہی - انکی آواز مرحومہ خدیجہ سے بہت ملتی تھی - یہ آواز سنکر آپ بے چین ہو کر اپنی جگہ سے اٹھے - اور جلدی سے دروازہ کھولدیا - اور بڑی محبت سے ان کا استقبال کیا - جب کبھی باہر سے کوئی چیز تحفتہً آتی تھی - آپ لازماً حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو اس میں سے حصہ بھیجتے تھے - اور اپنی وفات تک آپ نے کبھی اس طریق کو نہیں

چھوڑا۔ بدر میں جب ستر کے قریب کفار مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوئے تو ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد یعنی زینب بنت خدیجہ کے خاوند ابو العاص بھی تھے۔ جو ابھی تک مشرک تھے۔ زینب نے انکے فدیہ کے طور پر مکہ سے ایک ہار بھیجا۔ یہ وہ ہار تھا جو مرحومہ خدیجہ نے اپنی لڑکی کو جہیز میں دیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے اس ہار کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا اور حضرت خدیجہ کی یاد میں آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ آپ نے رقت بھری آواز میں صحابہ سے فرمایا یہ ہار خدیجہ نے زینب کو جہیز میں دیا تھا۔ تم اگر پسند کرو۔ تو خدیجہ کی یہ یادگار اسکی بیٹی کو واپس کر دو۔ صحابہ کو اشارہ کی دیر تھی۔ انھوں نے فوراً واپس کر دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کی جگہ ابو العاص کا یہ فدیہ مقرر فرمایا کہ وہ مکہ جاکر زینب کو فوراً مدینہ بھجوا دیں۔ اور اس طرح ایک مسلمان خاتون (اور خاتون بھی وہ جو سرور کائنات کی لخت جگر تھی) دار کفر سے نجات پا گئی۔ حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زندہ بیوی کے متعلق کبھی جذبات رقابت نہیں پیدا ہوئے۔ لیکن مرحومہ خدیجہ کے متعلق میرے دل میں بعض اوقات رقابت کا احساس پیدا ہونے لگتا تھا کیونکہ میں دیکھتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بڑی محبت تھی۔ اور انکی یاد آپ کی دل کی گہرائیوں میں جگہ لئے ہوئے تھی ۔

دوسری شادیاں

حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد آپ نے حضرت عائشہ اور حضرت سودہ کے ساتھ شادی کی اور ہجرت کے بعد تو حالات کی مجبوری کے ماتحت آپ کو بہت سی شادیاں کرنا پڑیں۔ اور آپکی خانگی ذمہ داریاں بہت نازک اور پیچیدہ ہوگئیں۔ مگر باایں ہمہ آپ نے عدل و انصاف کا ایک نہایت کامل نمونہ دکھایا اور کسی ذرا سی بات میں بھی انصاف کے میزان کو ادھر ادھر جھکنے نہیں دیا۔ آپ کا وقت آپ کی توجہ آپ کا مال آپ کا گھر اس طرح آپ کی مختلف بیویوں میں تقسیم شدہ تھے کہ جیسے کسی مجسم چیز کو ترازو میں تول کر تقسیم کیا گیا ہو۔ اور اس خانگی بانٹ کے نتیجہ میں آپ کی زندگی حقیقتاً ایک مسافرانہ زندگی تھی اور آپ کا پروگرام حیات آپ کے اس قول کی ایک زندہ تفسیر تھا۔ جو آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کن فی الدنیا کعابری سبیلٍ یعنی انسان کو دنیا میں ایک مسافر کیطرح زندگی گذارنی چاہیئے ۔

بیویوں میں کامل عدل

مگر باوجود اس کامل عدل و انصاف کے آپ فرماتے تھے کہ اے میرے خدا میں اپنی طاقت کے مطابق اپنی بیویوں میں برابری اور مساوات کا سلوک کرتا ہوں لیکن اگر تیری نظر میں کوئی ایسا حق و انصاف ہے جس سے میں کوتاہ رہا ہوں اور جو میری طاقت سے باہر ہے۔ تو تو مجھے معاف فرما۔ آپ کا یہ عدیم المثال انصاف اس وجہ سے نہیں تھا۔ کہ آپ کے دل میں اپنی ساری بیویوں کی ایک ہی قدر اور ایک ہی محبت تھی۔ کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے اور خود آپ کے اپنے اقوال سے بھی پتہ لگتا ہے کہ آپ کو اپنی بعض بیویوں سے انکی ممتاز خوبیوں اور محاسن کی وجہ سے دوسری بیویوں کی نسبت زیادہ محبت تھی۔ پس آپ کا یہ انصاف محض انصاف کی خاطر تھا جسے آپکی قلبی محبت کا فرق اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکا۔ مرض الموت میں جب کہ آپ کو سخت تکلیف تھی اور غشیوں تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ آپ دوسروں کے کندھوں پر سہارا لیکر اور اپنے قدم مبارک کو ضعف و نقاہت کیوجہ سے زمین کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے اپنی باری پوری کرنیکے خیال سے اپنی بیویوں کے گھروں میں دورہ فرماتے تھے حتٰی کہ بالآخر خود آپ کی ازواج نے آپکی تکلیف کو دیکھ کر اصرار کے ساتھ عرض کیا کہ آپ عائشہ کے گھر میں آرام فرمائیں ہم اپنی باری خود اپنی خوشی سے چھوڑتی ہیں۔ اس عدل و انصاف کے توازن کو قائم رکھنے کا آپ کو اس قدر خیال تھا کہ ایک دفعہ آپکی موجودگی میں آپکی بعض بیویوں کا کسی بات پر آپس میں کچھ اختلاف ہوگیا۔ حضرت عائشہ ایک طرف تھیں اور بعض دوسری بیویاں دوسری طرف۔ دوسری بیویوں نے غصہ میں آکر حضرت عائشہ کے ساتھ کسی قدر سختی کی باتیں کیں۔ مگر حضرت عائشہ نے صبر سے کام لیا اور خاموش رہیں۔ انکی خاموشی سے دلیر ہوکر ان بیگمات نے ذرا زیادہ سختی سے کام لینا شروع کیا۔ جس پر حضرت عائشہ کو بھی غصہ آگیا۔ اور انھوں نے سامنے سے جواب دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت موجود تھے اور آپ خوب جانتے تھے کہ اس معاملہ میں حضرت عائشہ حق پر ہیں اور حضرت عائشہ سے آپ کو دوسری بیویوں کی نسبت محبت بھی زیادہ تھی۔ مگر چونکہ اس اختلاف کا کوئی عملی اثر نہیں تھا۔ آپ بالکل خاموش رہے۔ تاکہ دوسری بیویوں کے دلمیں یہ احساس نہ پیدا ہو کہ آپ عائشہ کی پاسداری فرماتے ہیں۔ البتہ جب یہ نظارہ بدل گیا۔ تو آپ نے حضرت عائشہ سے ازراہ نصیحت فرمایا چونکہ تم حق بجانب تھیں جب تک تم خاموش رہیں تمہاری طرف سے خدا کے فرشتے جواب دیتے رہے۔ لیکن جب تم نے خود جواب دینے شروع کئے تو فرشتے چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے ۔

تعلیم و تادیب کا خیال

تعلیم و تادیب کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنے گھر میں ایک بہترین مصلح اور معلم کی حیثیت رکھتے تھے اور کوئی موقعہ اصلاح اور تعلیم کا ضائع نہیں جانے دیتے تھے۔ قرآن شریف کی ایک مشہور آیت ہے قوا انفسکم و اھلیکم نارًا۔ یعنے اے مسلمانو اپنے ساتھ اپنے اہل و عیال کو بھی ہر قسم کی معصیت اور گناہ اور دوسرے ضرررساں رستوں سے بچاؤ۔ آپ اس آیت پر نہایت پابندی کے ساتھ مگر نہایت خوبی سے عمل پیرا تھے۔ اور یہ آپکی تعلیم و تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ آپکی ازواج مطہرات اسلامی اخلاق و عادت اور اسلامی شعار کا بہت اعلٰے نمونہ تھیں۔ بشریت کے ماتحت ان سے بعض اوقات غلطی بھی ہو جاتی تھی۔ لیکن انکی غلطیوں میں بھی اسلام کی بُو آتی تھی ۔

حضرت عائشہ پر بہتان کا واقعہ

جب بعض شریر فتنہ پرداز منافقوں نے حضرت عائشہ پر بہتان باندھا تو آنحضرت صلعم کو اس کا سخت صدمہ ہوا اور آپ کی زندگی بے چین ہوگئی۔ اس بے چینی کے عالم میں آپ نے ایک دن حضرت عائشہ سے فرمایا۔ عائشہ اگر تمہارا دامن پاک ہے تو خدا عنقریب تمہاری بریت ظاہر فرما دے گا۔ مگر دیکھو انسان بعض اوقات ٹھوکر بھی کھا جاتا ہے لیکن اگر اس ٹھوکر کے بعد وہ سنبھل جائے۔ اور خدا کی طرف جھکے تو خدا ارحم الراحمین ہے۔ وہ اپنے بندے کو ضائع نہیں کرتا۔ تم سے اگر کوئی لغزش ہوگئی ہے تو تمہیں چاہیئے کہ خدا کیطرف جھکو اور اسکی رحم کی طالب بنو۔ حضرت عائشہ کا دل پہلے سے بھرا ہوا تھا۔ اس خیال نے انکے جذبات کو مزید ٹھیس لگائی کہ میرا رفیق زندگی۔ اور میرا سرتاج بھی میرے متعلق اس قسم کی لغزش کا امکان تسلیم کرتا ہے۔ چنانچہ وہ تھوڑی دیر تو بالکل خاموش رہیں۔ اور پھر یہ الفاظ کہتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئیں کہ صبرٌ جمیلٌ واللہ المستعان علٰی ما تصفون انما اشکوا بثی و حزنی الی اللہ یعنی میرے لئے صبر ہی بہتر ہے اور میں اس بات کے متعلق جو کہی جا رہی ہے خدا کے سوا کسی سے مدد نہیں مانگتی اور نہ میں اپنے دکھ کی کہانی خدا کے سوا کسی سے کہتی ہوں۔ یہ حضرت عائشہ کی غلطی تھی۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نعوذ باللہ ان پر کوئی بدظنی نہیں کی تھی بلکہ محض ایک اصولی نصیحت فرمائی تھی۔ مگر آپ کے الفاظ نے حضرت عائشہ کے حساس دل کو چوٹ لگائی اور وہ اس غم میں اندر ہی اندر گھلنے لگ گئیں لیکن اسپر کوئی زیادہ وقت نہ گذرا کہ حضرت عائشہ کی بریت میں وحی الٰہی نازل ہوئی جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش خوش ان کے قریب گئے اور انہیں مبارکباد دی۔ حضرت عائشہ نے رقت بھری آواز میں جس میں کسی قدر رنج کی آمیزش بھی تھی۔ جواب دیا کہ میں اس معاملہ میں کسی کی شکرگذار نہیں ہوں بلکہ صرف اپنے خدا کی شکرگذار ہوں جس نے خود میری بریت فرمائی۔ سرور کائنات کے سامنے اس رنگ میں یہ الفاظ کہنا بھی ایک غلطی تھی مگر دیکھو تو یہ غلطیاں کیسی پیاری غلطیاں ہیں جنسے ایمان و اخلاص کی لپٹیں اٹھ اٹھ کر دماغ کو معطر کر رہی ہیں اور یہ سب باغ و بہار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا نتیجہ تھا ۔

امہات المومنین کو نصیحت

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھر میں عموماً یہ نصیحت فرماتے تھے کہ تمہاری حیثیت عام مومنات کی سی نہیں ہے۔ بلکہ میرے تعلق کیوجہ سے تمہیں ایک بہت بڑی خصوصیت حاصل ہوگئی ہے اور تمہیں اسکے مطابق اپنے آپ کو بنانا چاہیئے۔ بلکہ آپنے فرمایا۔ کہ تم مومنوں کی روحانی مائیں ہو۔ جیسا کہ میں روحانی باپ ہوں۔ پس تمہیں ہر رنگ میں دوسروں کے واسطے ایک نمونہ بننا چاہیئے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ کہ اگر تم کوئی غلط طریق اختیار کروگی۔ تو خدا کیطرف سے تمہیں دوہری سزا ہوگی کیونکہ تمہارے خراب نمونہ سے دوسروں پر بھی بُرا اثر پڑے گا ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے قریب جب کثرت کے ساتھ اموال آئے تو دوسرے صحابیوں کیطرح آپ کی ازواج نے بھی اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق حصہ مانگا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تمہیں دنیا کے اموال کی تمنا ہے تو میں تمہیں مال دئے دیتا ہوں لیکن اس صورت میں تم میری بیویاں نہیں رہ سکتیں (کیونکہ میں اپنی زندگی کو دنیا کے مال و متاع کی آلایش سے ملوث نہیں کرنا چاہتا) اور اگر تم میری بیویاں رہنا چاہتی ہو۔ تو دنیا کے اموال کا خیال دل سے نکال دو۔ سب نے یکزبان ہوکر عرض کیا کہ ہمیں خدا کے رسول کا تعلق بس ہے۔ مال نہیں چاہیئے۔ اور جب انہوں نے خدا کی خاطر دنیا کے

علاّمہ ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال کے نعتیہ اشعار

ہم ممنون ہیں۔ کہ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے ہماری درخواست پر الفضل کے خاتم النبیین نمبر کے لئے ذیل کے اشعار لکھ کر ارسال فرمائے۔ ایڈیٹر

باخدا در پردہ گویم با تو گویم آشکار
یا رسول اللہ او پنہان و تو پیدائے من!

تیغ لا در پنجۂ ایں کافر دیرینہ دہ
باز بنگر در جہاں ہنگامہ الاّئے من!

بہر دہلیز تو از ہندوستاں آوردہ ام
سجدۂ شوقے کہ خوں گردید در سیمائے من!
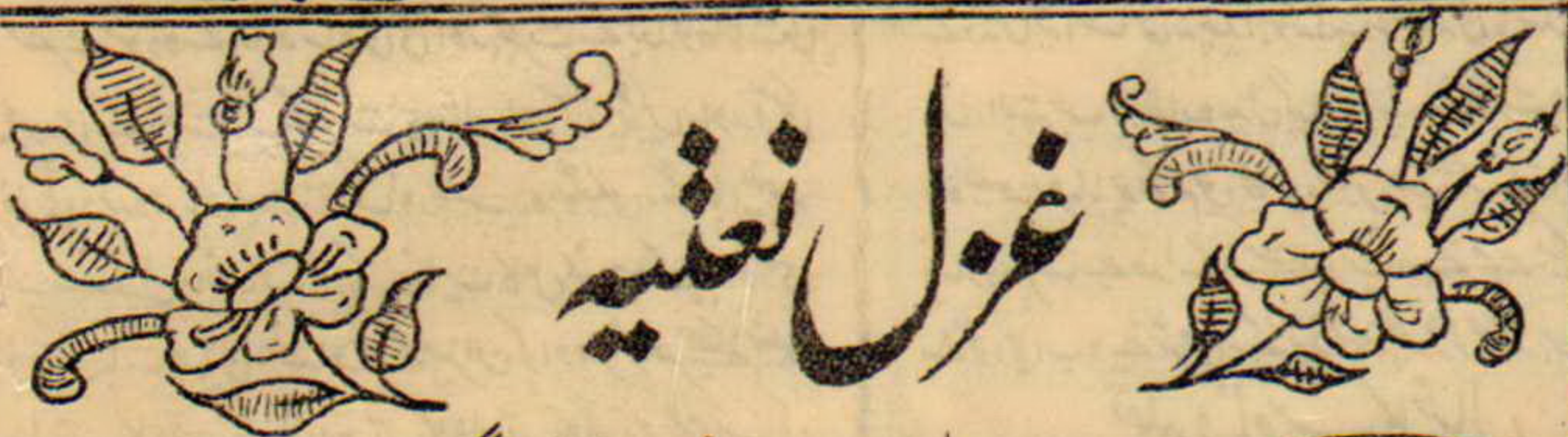
غزل نعتیہ

(جناب مولانا مولوی عبدالماجد صاحب پروفیسر جبلی کالج بھاگلپور)

چہ محبوب خدا نام محمدؐ
عیاں کونین در جام محمدؐ

شب اُو ہمچو روزِ اُو منوّر
فروغ صبح در شام محمدؐ

بیا بنگر تماشائے دو عالم
چہ گویم رفعتِ بام محمدؐ

نظیرش نیست در دنیائے تاریخ
ببیں آغاز و انجام محمدؐ

چہ دین اُو کہ جملہ اہلِ دینہا
نہند اقدام بر گام محمدؐ

کنند امروز اہل جملہ اُدیان
قبول حُکم و احکامِ محمدؐ

پس از صد سال می آید مطابق
چہ قوت دارد الہام محمدؐ

بہر دوراں پئے حفظِ قرآں
امام آید با نعام محمدؐ

کنوں آمد بہ دہر از سعی محمودؑ
ظہور وقت اکرام محمدؐ

بہ دنیا ایں امام وقت محمودؑ
کند تبلیغ اسلام محمدؐ

اموال کو ٹھکرا دیا تو خدا نے اپنے وقت پر انکو دنیا کے اموال بھی دیدیئے۔

محبت و دلداری

مگر اس تعلیم و تادیب کے ساتھ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت دلداری کے طریق کو بھی کبھی نہیں چھوڑا حتی الوسع آپ ہر بات میں اپنی بیویوں کے احساسات اور انکی خوشی کا خیال رکھتے تھے ہمیشہ ان کے ساتھ نہایت بے تکلفی اور تلطف سے بات کرتے۔ اور باوجود اپنی بہت سی مصروفیتوں کے اپنے وقت کا کچھ حصہ لازماً انکے پاس گذارتے حتی کہ سفروں میں بھی باری باری اپنی بیویوں کو اپنے ساتھ رکھتے اور آپکی عادت تھی کہ اپنی بیویوں کی عمر اور حالات کے مناسب ان سے سلوک فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ جب بیاہی ہوئی آئیں تو انکی عمر بہت چھوٹی تھی۔ انہی دنوں میں چند حبشی لوگ تلوار کا کرتب دکھانے کیلئے مدینہ میں آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اپنی مسجد میں کرتب دکھانے کی اجازت دی۔ اور آپ خود حضرت عائشہ کو اپنی اوٹ میں لیکر اپنے حجرہ کی دیوار کے پاس کھڑے ہوگئے۔ اور جبتک حضرت عائشہ اس تماشے سے (جو درحقیقت ایک فوجی تربیت کے خیال سے کرایا گیا تھا) سیر نہیں ہوگئیں۔ آپ اسی طرح کھڑے رہے÷

ایک اور موقعہ پر جبکہ حضرت عائشہ ایک سفر میں آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ نے انکے ساتھ دوڑنے کا مقابلہ کیا جس میں حضرت عائشہ آگے نکل گئیں۔ پھر ایک دوسرے موقعہ پر جبکہ عائشہ کا جسم کسی قدر بھاری ہوگیا تھا۔ آپ دوڑے تو حضرت عائشہ پیچھے رہ گئیں جس پر آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ھذہ بتلك یعنی لو عائشہ اب اس دن کا بدلا اتر گیا ہے÷

ایکدن حضرت عائشہ اور حفصہ بنت عمر نے صفیہ کے متعلق مذاق مذاق میں کچھ طعن کیا۔ کہ وہ ہمارا مقابلہ کسطرح کر سکتی ہے ہم رسول اللہ کی صرف بیویاں ہی نہیں بلکہ آپکی برادری میں سے آپکی ہم پلہ ہیں اور وہ ایک غیر قوم سے ایک یہودی رئیس کی لڑکی ہے۔ صفیہ کے دل کو چوٹ لگی اور وہ رونے لگ گئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو صفیہ کو روتے دیکھ کر وجہ دریافت کی۔ انہوں نے کہا عائشہ اور حفصہ نے آج مجھ پر یہ چوٹ کی ہے۔ آپ نے فرمایا واہ یہ رونے کی کیا بات تھی تم نے یہ کیوں نہ جوابدیا کہ میرا باپ خدا کا ایک نبی ہارون اور میرا چچا خدا کا ایک بزرگ نبی موسیٰ۔ اور میرا خاوند محمد (صلعم) خاتم النبیین۔ پھر مجھ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے۔ بس اتنی سی بات سے صفیہ کا دل خوش ہوگیا÷

نوجوانی کیحالت میں طبعاً محبت کے جذبات زیادہ تیز ہوتے ہیں اور ایسا شخص دوسرے کیطرف سے بھی محبت کا زیادہ مظاہرہ چاہتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو علم النفس کے کامل ترین ماہر تھے۔ اس جہت سے بھی اپنی بیویوں کے مزاج کا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ نے (جو آپکی ساری بیویوں میں سے خورد سالہ تھیں) کسی برتن سے منہ لگا کر پانی پیا۔ جب وہ پانی پی چکیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن کو اٹھایا اور اسی جگہ منہ لگا کر پانی پیا جہاں سے حضرت عائشہ نے پیا تھا۔ اس قسم کی باتیں خواہ اپنے اندر کوئی زیادہ وزن نہ رکھتی ہوں مگر ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت پر ایک ایسی روشنی پڑتی ہے جسے کوئی واقعہ نگار نظر انداز نہیں کر سکتا۔ الغرض محبت میں تلطف میں دلداری میں وفاداری میں تعلیم و تربیت میں تادیب و اصلاح میں اور پھر

زمانۂ طفولیت کی اہمیت

کسی شخص کے کیرکٹر کا اندازہ لگانے کے واسطے اس کے بچپن کا زمانہ کوئی کم اہمیت نہیں رکھتا۔ انسان میں دو قسم کی خوبصورتی پائی جاتی ہے۔ ایک ظاہری اور ایک باطنی اُسکی ظاہری خوبصورتی کا اندازہ اسکے ظاہری خط و خال سے کیا جاتا ہے اور باطنی خوبصورتی کا اندازہ اُسکے اخلاق و اطوار سے۔ اور جیسا کہ ایک انسان کی ظاہری خوبصورتی کا اندازہ کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں۔ کہ ہم اس وقت تک انتظار کریں جب کہ وہ جوانی تک پہونچ جائے۔ اسی طرح اس کی اخلاقی خوبصورتی کا اندازہ کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں۔ کہ ہم اس کے بڑے ہونے کا انتظار کریں۔ بلکہ بچپن میں ہی اس کے اطوار اور عادات سے اس کی اخلاقی خوبصورتی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ جس طرح ایک خوبصورت انسان پیدا ہوتے ہی چھوٹے پیمانہ پر ایک خوبصورت سانچہ میں ڈھلے ہوئے خد و خال اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اسی طرح اس کے اخلاق بھی باریک خط و خال کی طرح اس کی ہستی میں موجود ہوتے ہیں۔ جن کو ایک اخلاق کا اندازہ کرنے والی آنکھ اسی طرح دیکھ لیتی ہے۔ جس طرح ایک حسن کو پہچاننے والی آنکھ ایک بچہ کی ظاہری شکل کو دیکھ کر اس کے حسن کا اندازہ لگا سکتی ہے۔ پس آؤ۔ ہم اس نظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے زمانہ پر غور کریں۔ اور دیکھیں۔ کہ اس زمانے میں طبعی طور پر آپ سے کس قسم کے اخلاق ظہور پذیر ہوئے ✣

جب ہم اس نظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے حالات کو جو ہم تک پہونچے ہیں۔ دیکھتے ہیں۔ تو بچپن میں بھی ہمیں آپ کی وہی پاکیزہ اور دلربا تصویر نظر آتی ہے۔ جو بعد میں زیادہ مکمل صورت میں دنیا کے سامنے ظاہر ہوئی ✣

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش

آپ پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم ہو گئے۔ ابھی آپ اپنی والدہ مطہرہ آمنہ کے بطن میں ہی تھے۔ کہ آپ کے والد عبد اللہ غریب الوطنی کی حالت میں یثرب (مدینہ) میں اس عالم فانی سے رحلت فرما گئے۔ اس سے جو صدمہ آمنہ کے دل کو جو ابھی کم عمر تھیں۔ اور جن کی شادی کو ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے۔ پہونچا ہوگا۔ اس کا ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ لیکن خدا کی [illegible] ہی جلد وہ حضرت آمنہ کے سہارے کا موجب بن گئی۔ انہی ایام میں انہوں نے خواب دیکھا۔ کہ ان کے اندر سے ایک چمکتا ہوا نور نکلا ہے۔ اور دور دراز ملکوں میں پھیل گیا ہے۔ چنانچہ ۱۲۔ ربیع الاوّل مطابق ۲۰۔ اگست ۵۷۰ء کو دوشنبہ کے دن بوقت صبح اس موعود نور کا طلوع ہوا ✣

آپ کی رضاعت

شروع شروع میں چند یوم آپ کی والدہ نے اور ان کے بعد ثویبہ نے جو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔ آپ کو دودھ پلایا۔

آپ کی ولادت کے چند روز بعد عرب کے دستور کے مطابق بدوی عورتیں شہر مکہ میں آئیں۔ تا وہاں کے شرفا کے بچوں کو پرورش کے لئے اپنے ساتھ لے جائیں۔ آپ کی والدہ نے آپ کو بھی ان دایوں کے سامنے پیش کیا۔ لیکن چونکہ آپ یتیم تھے۔ اور دایوں کو آپ کی پرورش کے عوض کسی بڑے انعام و اکرام کی امید نہ تھی۔ اس لئے کسی عورت نے آپ کو ساتھ لے جانا منظور نہ کیا۔ آخر ہوازن قوم کے قبیلہ بنی سعد کی ایک عورت حلیمہ نامی آپ کو اپنے ساتھ لے گئی۔ اور وہ بھی اس لئے کہ اسے کوئی اور بچہ دودھ پلانے کے لئے نہ ملا۔ اس لئے خالی ہاتھ واپس جانے کی نسبت اُس نے یہی بہتر سمجھا۔ کہ اس یتیم بچہ کو ہی اپنے ساتھ لے جائے۔ لیکن اس کو کیا معلوم تھا۔ کہ یہی یتیم بچہ ایک دن دین و دنیا کا بادشاہ ہوگا ✣

حلیمہ اور اس کے قبیلہ کی آپ سے محبت

۵۔ سال تک آپ نے عرب کے صحراؤں میں بدوؤں کے درمیان پرورش پائی۔ لیکن بچپن میں ہی آپ کے اخلاق ایسے دلربا اور پاکیزہ تھے۔ کہ آپ کے پیارے اخلاق کو دیکھ کر نہ صرف آپ کی دایہ حلیمہ بلکہ قبیلہ بنو سعد کے تمام لوگ آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ اور سب آپ کو نہایت عزیز رکھتے تھے ✣

آپ کے دعوئے نبوت کے بعد آپ کی رضاعی ماں حلیمہ اور اُس کا شوہر حارث بن عبد العزیٰ اور آپ کا ایک رضاعی بھائی اور ایک رضاعی بہن آپ پر ایمان لائے۔ ان کا یہ ایمان بھی آپ کے اُنہی پاکیزہ اور پیارے اخلاق کا نتیجہ تھا۔ جو اُنہوں نے آپ کے بچپن کے ابتدائی زمانہ میں آپ سے مشاہدہ کئے۔ جس کی وجہ سے وُہ آپ کے مداح ہو گئے۔ اور آپ کے دعوئے نبوت پر بلاتامل ایمان لے آئے ✣

آپ کی والدہ کا سفر یثرب اور وفات

جب آپ پانچ سال کے ہوئے۔ تو حلیمہ آپ کو مکہ میں واپس لے آئیں۔ اور آپ کو آپ کی والدہ کے سپرد کر دیا۔ لیکن مشیت ایزدی نے بہت دیر تک آپ کو اپنی والدہ کے کنار عاطفت میں پرورش پانے کا موقعہ نہ دیا۔ جب آپ کی عمر قریباً چھ سال کی ہوئی۔ تو آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ میں اپنے رشتہ دار بنو نجار سے ملنے کی غرض سے آئیں اور یہاں ایک ماہ تک قیام کیا۔ اس کے بعد جب وہ واپس مکہ کی طرف لوٹیں۔ تو راستہ میں بیمار ہو گئیں۔ اور مقام ابواء میں اُن کا انتقال ہو گیا اور اس طرح وُہ ۶ سال کا بچہ جس کا باپ اُس کی پیدائش سے پہلے ہی اس عالم سے رخصت ہو چکا تھا۔ اب اس کی ماں بھی اپنے یتیم بچہ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئی۔

آپ کا حیرت انگیز حافظہ

میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ کہ آپ ابھی اپنی عمر کے چھٹے سال میں تھے جبکہ آپ کی والدہ آپ کو یثرب (مدینہ) میں لے گئیں۔ مگر آپ کا حافظہ ایسا حیرت انگیز تھا۔ کہ جب اس واقعہ سے پچاس سال بعد آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اور ایک دن بنو عدی کے منازل پر آپ گذرے۔ تو آپ نے اپنے صحابہ کو بتایا۔ کہ اسی مکان میں میری والدہ ٹھہری تھیں۔ یہی وُہ تالاب ہے۔ جس میں میں نے تیرنا سیکھا تھا اور اسی میدان میں انیسہ نامی ایک لڑکی کے ساتھ کھیلا کرتا تھا ✣

اس واقعہ سے جہاں آپ کے غیر معمولی حافظہ پر روشنی پڑتی ہے۔ کہ اپنی عمر کے چھٹے سال کا واقعہ زندگی کے آخری ایام میں بھی آپ کو نہایت صفائی سے یاد تھا۔ یہاں تک کہ آپ کو اس لڑکی کا نام بھی یاد رہا جس کے ساتھ آپ مل کر کھیلتے رہے۔ وہاں آپ کی طبیعت کی افتاد کا بھی علم حاصل ہوتا ہے۔ اگرچہ اس وقت آپ صرف چھ سال کی عمر کے تھے۔ پھر بھی تالاب دیکھ کر آپ کے دل میں یہ امنگ پیدا ہوئی کہ آپ تیرنے کا فن سیکھ لیں۔ چنانچہ آپ نے اس تالاب میں تیرنے کی مشق کر کے اس فن میں مہارت حاصل کی۔ ایسی چھوٹی عمر میں ایسی امنگوں کا دل میں پیدا ہونا آپ کی علو ہمتی کی ایک دلیل ہے ✣

آپ کے اخلاق کا اثر آپکے سرپرستوں پر

جب ابواء کے مقام میں غریب الوطنی کی حالت میں آپ کی والدہ کا انتقال ہُوا۔ اور آپ اکیلے رہ گئے۔ تو ایک عورت ام ایمن نامی جو آپ کے والد کی لونڈی تھی۔ آپ کو مکہ میں لے آئی۔ اور اس کے بعد دو سال تک وُہ اپنے دادا عبد المطلب کی کفالت میں رہے۔ اس کے بعد اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں آ گئے۔ اس طرح اس یتیم بچہ کو ۸ سال کی عمر میں چار مختلف کفیلوں کی سرپرستی میں سے گذرنا پڑا۔ مگر جہاں آپ رہے۔ اس عمر میں ہی آپ کے اخلاق اور عادات ایسے پسندیدہ اور دل خوش کن تھے۔ کہ ہر ایک سرپرست آپ کا گرویدہ ہو گیا۔ اور اپنے بچوں سے زیادہ آپ سے الفت اور محبت کرنے لگا۔ اگر آپ پہلے پانچ سال تک صحراء میں بدوؤں کے درمیان رہے۔ تو آپ کی بچپن کی میٹھی میٹھی باتوں نے ان بادیہ نشینوں کے دلوں کو لبھا لیا۔ اور وہ سب آپ سے محبت اور پیار کرنے لگے۔

جب آپ کی پیاری والدہ غریب الوطنی کی حالت میں آپ سے مکہ اور مدینہ کے راستہ میں ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئیں۔ اور آپ اپنے دادا عبد المطلب کے گھر میں آئے۔ تو وُہ بھی آپ کے پیارے اخلاق کو دیکھ کر آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ خانہ کعبہ کا طواف کرتے۔ تو آپ کو اپنے کندھے پر بٹھا لیتے۔ اور ان کی محبت کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ان کے ساتھ بہت بے تکلف ہو گئے جب چاہتے ان کے پاس آتے جاتے۔ کوئی روک ٹوک مقام نہ تھی۔ صحن کعبہ میں عبد المطلب فرش بچھا کر بیٹھتے تھے۔ اور کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ اس فرش پر اُن کے ساتھ بیٹھ سکے۔ حتےٰ کہ عبد المطلب کے اپنے لڑکے بھی ہٹ کر بیٹھتے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عبد المطلب کے پاس جا بیٹھتے تھے۔ اور وُہ آپ کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ آپ کے چچا بعض اوقات آپ کو فرش پر بیٹھنے سے منع کرتے۔ تو عبد المطلب انہیں روک دیتے۔ اور کہتے۔ اسے تم کچھ نہ کہو ✣

جب عبدالمطلب کی وفات کا وقت آیا۔ توان کو اپنے عزیز پوتے کے متعلق فکر پیدا ہوئی۔ کہ میرے بعد اس کا کیا انتظام ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے تمام بیٹوں میں سے ابوطالب کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ عبداللہ کے ماں جائے بھائی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کے لئے منتخب کیا۔ اور ان کو بلا کر آپ کو اپنی کفالت میں لینے اور محبت و پیار سے رکھنے کے متعلق وصیت کی۔ مگر ایسی تاکید کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی صفات ہی ایسے تھے۔ کہ وہ ہر ایک کے دل کو ایک بڑی زبردست کشش کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتے تھے۔ چنانچہ آپ اپنے دادا عبدالمطلب کی وفات کے بعد اپنے چچا ابوطالب کی کفالت میں آئے۔ تو وہ بھی عبدالمطلب کی طرح آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ اپنے بچوں سے بڑھ کر آپ کو عزیز رکھتے تھے۔ ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے تھے اور رات کے وقت بھی اپنے ساتھ ہی سلاتے تھے۔

آپ کا محبت کرنے والا دل

بچپن میں آپ کے حسن اخلاق کی ایک شہادت اس امر سے بھی ملتی ہے۔ کہ جیسا آپ کے پیارے اطوار کو دیکھکر آپ کے سرپرست آپ سے غیر معمولی محبت کا اظہار کرتے تھے۔ ویسا ہی آپ بھی اپنے محسنوں کے احسان کی قدر کرتے ہوئے ان سے پرلے درجہ کی محبت رکھتے تھے۔ جو اس امر کی دلیل ہے۔ کہ آپ اپنے پاک سینہ کے اندر ایک محبت کرنے والا دل رکھتے تھے۔ حلیمہ سے جو آپ کو محبت تھی۔ اُس کا ثبوت تو اس واقعہ سے ملتا ہے۔ جس کا میں اوپر ذکر کرچکا ہوں۔ کہ جب وہ زمانہ نبوت میں مکہ میں آپ کے پاس آئیں۔ تو آپ دیکھتے ہی میری اماں۔ میری اماں کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنی اوپر کی چادر اُتار کر اس کے نیچے بچھادی۔

آپ کو جو اپنی والدہ سے محبت تھی۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب ایک دفعہ زمانہ نبوت میں آپ کا گذر مقام ابواء سے ہوا۔ تو آپ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے ساتھ تھے جب آپ کی نظر اپنی والدہ کی قبر پر پڑی۔ تو آپ رو پڑے۔ اور آپ کے رونے میں ایسا درد اور رقت تھی۔ کہ صحابہ بھی اس نظارہ کو دیکھ کر رو پڑے۔

آپ کے تیسرے سرپرست عبدالمطلب تھے۔ ان کی جب وفات ہوئی۔ تو تاریخ میں لکھا ہے۔ کہ ان کا جنازہ اٹھایا گیا۔ تو آپ بھی جنازہ کے پیچھے پیچھے جاتے تھے۔ اور فرط محبت سے روتے جاتے تھے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف آٹھ برس کی تھی۔

آپ کے چوتھے سرپرست ابوطالب تھے۔ آپ کو جو محبت ابوطالب سے تھی۔ اس کے متعلق تاریخ مندرجہ ذیل شہادت دیتی ہے۔ لکھا ہے۔ جب آپ کی عمر ۱۲ سال کی ہوئی۔ تو ابوطالب کو ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ شام کا سفر پیش آگیا۔ چونکہ سفر لمبا اور کٹھن تھا۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ آپ کو مکہ میں ہی چھوڑ جائیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوطالب کی جدائی نہایت شاق تھی۔ چنانچہ روانگی کے وقت جوش محبت میں آپ ابوطالب سے لپٹ گئے۔ اور رونے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر ابوطالب کا دل بھر آیا۔ اس لئے آپ کو بھی وہ اپنے ساتھ لے گئے۔

آپ کے بچپن کے اخلاق کے متعلق ابوطالب کی شہادت

آپ کے پسندیدہ اخلاق کا پتہ صرف اس غیر معمولی محبت سے ہی نہیں لگتا۔ جو اُن تمام اشخاص کو آپ کے ساتھ تھی۔ جن کی کفالت میں آپ یکے بعد دیگرے رہنے کا اتفاق ہوا۔ اور جن میں صحرا کے بدو بھی تھے۔ جن کو آپ کے ساتھ کوئی قرابت کا تعلق نہیں تھا۔ اور جن کی آپ سے محبت محض آپ کے پیارے اطوار کی وجہ سے تھی۔ بلکہ اس کا پتہ ان شہادتوں سے بھی لگتا ہے۔ جو ان لوگوں سے ہم تک پہونچی ہیں۔ جن کے پاس آپ نے اپنے بچپن کے دن گذارے۔ اور جن کو آپ کے شب و روز کی زندگی کے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ چنانچہ آپ کے چچا ابوطالب آپ کے بچپن کے اخلاق کے متعلق حسب ذیل الفاظ میں شہادت دیتے ہیں ما رأیت منہ کذبۃ ولا ضحکا ولا جاھلیۃ ولا وقف مع الصبیان۔ یعنی میں نے کبھی بچپن میں بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ نہ کبھی ہنسی مذاق کرتے دیکھا۔ نہ کبھی کوئی جاہلانہ بات آپ سے سرزد ہوئی۔ اور نہ کبھی آپ نے بازاری اور آوارہ لڑکوں کے ساتھ تعلقات رکھے۔

دیکھئے۔ اس شہادت سے آپ کے بچپن کے اخلاق و اطوار پر کیسی روشنی پڑتی ہے۔ اول تو بچپن کے زمانہ میں ہی آپ میں وہ خوبی پائی جاتی تھی۔ جو سب خوبیوں کی سردار اور سب کی جڑ ہے۔ یعنی راست بازی کی صفت جس شخص میں یہ صفت پائی جائے۔ اس کی نسبت یہ سمجھا جاسکتا ہے۔ کہ وہ سب خوبیوں کا جامع ہے۔ اور بچپن کے زمانہ میں آپ میں اس خوبی کا پایا جانا اس بات کی قطعی دلیل ہے۔ کہ آپ کی فطرت نہایت ہی پاکیزہ اور مصفی تھی۔

دوسری صفت جس کا ذکر اس شہادت میں ہے۔ وہ ہنسی مذاق سے پرہیز ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بچپن میں ہی آپ کی طبیعت میں سنجیدگی۔ متانت اور وقار پایا جاتا تھا۔

تیسری صفت جس کے متعلق آپ کے چچا شہادت دیتے ہیں۔ یہ ہے کہ بچپن میں ہی آپ جاہلیت کے تمام طریقوں سے پرہیز رکھتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کی فطرت میں ہی ہر ایک قسم کی بدی اور عیب سے نفرت پائی جاتی تھی۔

چوتھی بات جس کا ذکر اوپر کی شہادت میں ہے۔ یہ کہ آپ آوارہ اور بازاری لڑکوں سے ہمیشہ دور رہتے تھے۔ اور یہ بھی اس امر کی دلیل ہے۔ کہ بچپن میں ہی آپ کی طبیعت ایسی پاکیزہ واقعہ ہوئی تھی کہ آپ نہ صرف خود بدی سے پرہیز کرتے تھے۔ بلکہ آپ ادنےٰ اخلاق والے لوگوں کی صحبت سے بھی دور بھاگتے تھے بچپن میں اس صفت کا آپ کے اندر پایا جانا آپ کی پاکیزہ فطرت اور عقلمندی کی ایک روشن دلیل ہے۔ یہ وہ صفات ہیں۔ جو اعلےٰ طبقہ کے اولیاء اللہ میں پائی جاتی ہیں۔ اور بچپن میں ان صفات کا آپ کے اندر پایا جانا۔ اس بات کی ایک چمکتی ہوئی دلیل ہے۔ کہ آپ ایک نورانی فطرت کے انسان تھے۔ جو اس ظلمت اور تاریکی کے زمانہ میں مکہ میں پیدا ہوئے۔

اس جگہ اس غلط فہمی میں نہیں پڑنا چاہئے۔ کہ آپ کو مطلقاً بچوں کے ساتھ کھیلنے سے نفرت تھی۔ کیونکہ جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے آپ خود فرماتے ہیں۔ کہ میں بچپن میں انیسہ نام ایک لڑکی کے ساتھ مدینہ کے قیام کے دنوں میں کھیلا کرتا تھا۔ ایسا ہی تاریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ صحراء میں جب آپ بنو سعد کے قبیلہ کے اندر پرورش پارہے تھے۔ وہاں بھی آپ بچوں کے ساتھ مل کر کھیلا کرتے تھے۔ خصوصاً اپنی رضاعی بہن کے ساتھ جس کو آپ کے ساتھ بہت اُنس پیدا ہوگیا تھا۔

ابوطالب کی لونڈی کی شہادت

بچپن کے زمانہ میں آپ کی اس بے نظیر پاکیزگی کے متعلق صرف ابوطالب کی ہی شہادت نہیں۔ جو ہمیں پہونچی ہے۔ بلکہ ایک اور شہادت بھی تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ جو اس پہلی شہادت سے کسی طرح کم پایہ کی نہیں۔ اور جس سے آپ کی مطہر اور پاکیزہ فطرت پر اسی طرح روشنی پڑتی ہے۔ جس طرح کہ ابوطالب کی شہادت سے۔

یہ شہادت ابوطالب کی لونڈی کی ہے۔ جیسا کہ میں اوپر بیان کرچکا ہوں۔ آپ کی عمر اس وقت ۸ برس کی تھی۔ جب کہ آپ ابوطالب کی کفالت میں آئے۔ اور ابوطالب کی لونڈی اپنے تجربہ کی بناء پر شہادت دیتی ہے۔ کہ آپ نے گھر میں کبھی مانگ کر کھانا نہیں کھایا جب آپ کو کھانا دیا جاتا۔ تو آپ کھالیتے۔

آپ کی یہ عادت بھی آپ کی طبیعت پر ایک بہت بڑی روشنی ڈالتی ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ کی طبیعت میں بچپن میں ہی حد درجہ کا وقار۔ ضبط نفس۔ حیا۔ صبر اور سوال سے نفرت تھی۔ یہاں تک کہ آپ گھر میں بھی کوئی چیز خود مانگ کر نہیں لیتے۔ ناظرین خود ہی غور کریں۔ کہ وہ کیا ہی اعلےٰ صفات والا بچہ تھا۔ جس کا نام اس کے دادا نے بیت اللہ میں کھڑے ہو کر اور رب بیت اللہ کے آگے سجدہ شکر بجالا کر محمدؐ رکھا۔ پس وہ یتیم بچہ جس کا نام محمدؐ رکھا گیا۔ فی الواقعہ محمدؐ ہی ثابت ہوا۔

آپ کا بکریاں چرانا

آپ کے چچا ابوطالب جو عبدالمطلب کے بعد آپ کے سرپرست عیال دار اور غریب آدمی تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بچپن میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ضرورت کو محسوس کیا۔ کہ چچا کی امداد کرنی چاہئے۔ چنانچہ آپ نے مکہ کے دستور کے موافق خود بکریاں چرانی شروع کردیں۔ اور صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اس واقعہ سے ہمیں ایک طرف تو آپ کی شرافت طبع کا علم حاصل ہوتا ہے۔ کہ اپنے چچا کے تنگ گذارہ کو دیکھکر آپ کے دل میں بچپن میں ہی یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اس کی امداد کرنی چاہئے اور اس خیال سے آپ نے بکریاں چرانے کا کام اپنے ذمہ لے لیا۔ جو آپ کی علو ہمت کی ایک دلیل ہے۔ دوسرے آپ کے اس نمونہ سے یہ قیمتی سبق حاصل ہوتا ہے۔ کہ جب ضرورت پیش آئے۔ تو کسی جائز محنت سے عار نہیں ہونی چاہئے۔ اور نہ ایسی محنت کرنے والوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔

تعمیر کعبہ کے لئے آپ کا پتھر اُٹھانا

ایک اور واقعہ جس سے آپ کے بچپن کے اخلاق کا پتہ لگتا ہے۔ یہ ہے کہ آپ کی صغر سنی کے زمانہ میں جب کعبہ کی تعمیر کی تیاری شروع ہوئی۔ تو آپ نے خود بخود اپنے ذاتی شوق سے اس میں حصہ لینا شروع کیا۔ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ ملکر آپ بھی بیت اللہ کی تعمیر کے لئے اپنے ننگے کندھے پر پتھر اٹھا اٹھا کر جمع کرتے تھے۔ آپ نے صرف ایک تہبند باندھا ہوا تھا۔ بدن پر کوئی اور کپڑا نہ تھا۔ یہ دیکھ کر آپ کے چچا عباس نے آپ سے کہا۔ اپنا تہبند اتار کر اپنے شانہ پر رکھ لو۔ تا پتھروں کی رگڑ وغیرہ نہ لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعمیل حکم کی۔ مگر حیاء کا یہ عالم تھا۔ کہ ننگے ہوتے ہی شرم کے مارے غشی کی سی

حالت ہو گئی۔ اور آپ کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ اور آپ زمین پر گر گئے۔ حتیٰ کہ آپؐ نے پھر جلدی سے اپنا تہ بند باندھ لیا۔ اور پھر اسی طرح ننگے کندھے پر پتھر اُٹھا اُٹھا کر جمع کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کا کندھا پتھروں کی رگڑ سے چھل گیا۔ مگر آپؐ نے اس تکلیف کی کچھ پرواہ نہ کی ؛

اس واقعہ سے اول تو یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اُس وقت آپ کی عمر اتنی چھوٹی تھی۔ کہ اس عمر میں تہ بند اتارنا کوئی عیب کی بات نہیں سمجھی جاتی تھی۔ مگر اتنی چھوٹی سی عمر میں بھی آپ پر حیا اتنی غالب تھی۔ کہ آپ غش کھا کر گر پڑے۔ جن لوگوں نے نبوت کے زمانہ میں آپؐ کو دیکھا۔ وہ آپؐ کی نسبت شہادت دیتے ہیں۔ کہ آپؐ کنواری عورت سے بھی زیادہ شرمیلے اور باحیا تھے۔ آپ کی یہی حیا کی صفت تھی۔ جو ایام طفولیت میں اس واقعہ کے ذریعہ ظاہر ہوئی ؛

دوسرا امر جو اس واقعہ سے ظاہر ہے یہ ہے۔ کہ آپؐ میں اپنے بزرگوں کی اطاعت کا مادہ فطری طور پر پایا جاتا تھا۔ اور اپنی طبیعت اور میلان کے خلاف بھی اُن کے احکام کی فرماں برداری سے دریغ نہیں کرتے تھے ؛

تیسرا نتیجہ اس واقعہ سے یہ نکلتا ہے۔ کہ آپؐ صغر سنی میں بھی پبلک کاموں میں یعنی ایسے کاموں میں جو کسی خاص فرد کے ذاتی کام نہ ہوں بلکہ تمام لوگوں کے مشترکہ کام ہوں۔ نہائت شوق اور جوش سے حصہ لیتے تھے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے۔ کہ ہر ایک شخص اپنے ذاتی کام میں تو دلچسپی لیتا ہے۔ لیکن ایسے کاموں کو جن کا عام پبلک سے تعلق ہو۔ دوسروں کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ مگر آپؐ کا بچپن سے ہی یہ حال تھا۔ کہ آپ پبلک کام کو غیروں کا کام نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ اس میں ایسی ہی دلچسپی لیتے تھے۔ جیسی کہ ذاتی کاموں میں۔ اور بچپن کے زمانہ میں آپ میں اس پبلک سپرٹ کا پایا جانا ایک نہائت ہی قابل تعریف صفت ہے ؛

چوتھی بات جو آپ کے کیرکٹر کے متعلق اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ آپؐ کی ہمت و استقلال ہے۔ اول تو ایک بچہ کے لئے پتھروں کا اٹھانا کوئی آسان کام نہیں۔ مگر آپؐ نے اپنی خوشی سے یہ کام اپنے لئے قبول کیا۔ پھر کپڑا پاس نہیں جو کندھے پر رکھیں۔ ننگے کندھوں پر پتھر اٹھا رہے ہیں۔ کندھے پتھروں کی رگڑ سے چھل گئے۔ لیکن آپ تھکتے نہیں ؛

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بچپن میں ہی آپؐ کی طبیعت میں ہمت و استقلال نہائت نمایاں طور پر پائے جاتے تھے ؛

پانچواں امر جو اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ہے۔ کہ آپ کی ابتدائی زندگی غربت کی حالت میں گذر رہی تھی۔ کیونکہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت جبکہ آپ بیت اللہ کے لئے پتھر اپنے کندھوں پر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ آپؐ کے بدن پر صرف ایک تہ بند تھا۔ دوسرا کوئی کپڑا نہیں تھا۔ اگر آپؐ کے پاس کوئی دوسرا کپڑا ہوتا۔ تو آپؐ اس وقت ضرور اسے استعمال کرتے۔ اور بلا وجہ ننگے کندھوں پر پتھر اُٹھا اٹھا کر اپنے آپؐ کو تکلیف میں نہ ڈالتے ؛

مخالف حالات میں اعلیٰ اخلاق کا ظہور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ طفولیت کے متعلق جو مختصر حالات اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ وہ میرے نزدیک آپؐ کے بچپن کے اخلاق و اطوار و عادات پر کافی روشنی ڈالتے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بچپن میں ہی آپ کے اطوار ایسے پسندیدہ اور دل خوش کن تھے۔ کہ ہر ایک شخص جس کو آپؐ سے واسطہ پڑتا۔ وہ آپؐ کے اخلاق کا گرویدہ ہو جاتا۔ ایسا ہی ان حالات سے واضح ہوتا ہے۔ کہ بچپن سے ہی آپؐ میں راست گفتاری۔ حیا۔ وقار۔ ضبط نفس۔ متانت۔ صبر۔ علو ہمت و استقلال۔ شرافت۔ بزرگوں کی فرماں برداری۔ بڑوں کا اعزاز۔ محسنوں کی قدر دانی اور محبت۔ پبلک کاموں میں شمولیت کا شوق۔ سوال سے نفرت اور بُری صحبت سے پرہیز۔ غرض ہر ایک قسم کا نیک خلق جس کے اظہار کا آپؐ کو موقعہ پیش آیا۔ آپؐ میں نہائت ہی نمایاں طور پر پائے جاتے تھے۔ مگر ان اوصاف حمیدہ کی قدر ہمارے دل میں اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم اُن حالات پر غور کرتے ہیں۔ جن میں سے آپ کو گذرنا پڑا۔ کیونکہ ان میں سے اکثر حالات ایسے تھے جن سے آپؐ کے اخلاق پر بُرا اثر پڑنے کا خوف تھا۔ لیکن باوجود ان تمام مخالف حالات کے آپؐ نے طفولیت میں ہی ایک نہائت پاکیزہ اور اعلےٰ نمونہ دُنیا کے آگے پیش کیا۔ اور کوئی ایسا عیب آپؐ میں نمودار نہ ہوا۔ جس پر کوئی مخالف انسان اُنگلی دھر سکے ؛

ان مخالف حالات میں سے ایک تو آپ کا یتیم ہونا ہے۔ یتیم بچوں کے عموماً دو وجوہات سے اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔ یا تو وُہ ایسی حالت میں ہوتے ہیں کہ ان کا کوئی حال پرساں نہیں ہوتا۔ اور وہ لوگوں کی عدم توجہی سے طرح طرح کی بد اخلاقیوں میں پڑ جاتے ہیں۔ یا اُن کو یتیم دیکھکر اُن کے سرپرست ان سے اس رنگ میں محبت کرتے ہیں۔ کہ وُہ اُن کی ہر ایک خواہش کو پورا کرتے ہیں اور نہائت ہی لاڈلا بنا کر رکھتے ہیں۔ اس سے بھی ان کے اخلاق پر بُرا اثر پڑتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر پہلی حالت میں سے نہیں گذرے۔ تو کم از کم دوسری حالت میں سے ضرور گذرے۔ مگر اس حالت نے آپؐ کے اخلاق پر کوئی بُرا اثر نہیں ڈالا ؛

دوسری مخالف حالت جس میں سے آپؐ گذرے۔ وُہ غربت تھی۔ اور غربت بھی انسان کے بعض اخلاق پر بُرا اثر ڈالتی ہے۔ اور بعض اعلیٰ اخلاق کے نشو ونما کو روکتی ہے مثلاً غریبوں میں اکثر طمع۔ خساست اور دنائت اور بخل کے اخلاق ذمیمہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور عالی حوصلگی۔ علو ہمت۔ شرافت۔ سخاوت اور ایثار کے اعلےٰ صفات مفقود ہو جاتے ہیں۔ لیکن آپ پر غربت نے کوئی بُرا اثر نہیں ڈالا۔ نہ ہی آپؐ میں کسی قسم کی خساست پیدا ہوئی۔ اور نہ ہی آپ کی علو ہمت میں کچھ فرق آیا ؛

تیسری مخالف بات گرد و پیش کے حالات تھے۔ اوّل تو اس زمانہ کے عام حالات ہی جس میں آپ پیدا ہوئے سخت بگڑے ہوئے تھے۔ اور اس وقت کی سوسائٹی طرح طرح کی بدیوں سے آلودہ تھی۔ دوسرے آپ نے بچپن کے زمانہ میں بہت سا وقت بکریوں اور اونٹوں کے چرواہوں اور صحرا کے بدوؤں کے درمیان گذارا۔ جو عموماً اجڈ اور وحشی ہوتے ہیں۔ مگر آپ نے ان وحشیوں اور جنگل کے چرواہوں میں رہکر فرشتوں کی سی پاکیزہ زندگی بسر کی۔ جو اس بات کا ایک بیّن ثبوت ہے۔ کہ دست قدرت نے ہی آپؐ کی فطرت کو ایسا پاکیزہ اور مطہر بنایا تھا۔ کہ کسی قسم کے مخالف حالات آپ پر کوئی بُرا اثر نہیں ڈال سکتے تھے۔ اور جس طرح کی پاکیزہ زندگی آپ نے بچپن میں بسر کی۔ اور جن اعلےٰ اور ارفع اطوار اور اخلاق کا باوجود مخالف حالات کے آپ سے ظہور ہوا۔ وہ اس بات کا ایک روشن ثبوت ہے۔ کہ یہ پاکیزہ بچہ دُنیا میں اس لئے آیا تھا۔ کہ وہ ابنائے عالم کے لئے ایک کامل نمونہ ہو۔ اور لوگوں کو خدا کی راہ کی طرف بلائے ؛

الغرض آپؐ کے بچپن کی زندگی ہی اگر کوئی راستی کا طالب غور کرے تو آپکی یہی زندگی آپکی صداقت اور راستبازی کے لئے ایک کافی دلیل ہے ؛

اللّٰھم صل علیٰ محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

آنحضرتؐ کا سلوک بیماروں سے

(از جناب حافظ روشن علی صاحب قادیان)

بیمار کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیادت سنت قرار دی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ سات چیزوں کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا۔ ان میں سے پہلی چیز عیادت مریض ہے۔ پھر فرمایا جب مریض کے پاس جاؤ۔ تو اسکی روحانی اور جسمانی حالت دونوں کے لئے بہتری کی کوشش کرو۔ پہلی بات جو بیمار کے پاس کرنی چاہیئے۔ اور جس کی خاص طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدائت فرمائی ہے۔ یہ ہے۔ کہ اسے کہا جائے۔ انشاء اللہ کوئی ڈر کی بات نہیں۔ اگر خدا چاہے۔ تو یہ بیماری پاک کرنے والی ہے۔ جیسا کہ بیماری جسمانی زہروں کے دفعیہ کرنے کا موجب ہوتی ہے۔ ویسے ہی گناہوں کے لئے بھی کفارہ ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ مومن کو کوئی تکلیف نہیں پہونچتی۔ یہاں تک کہ کانٹا بھی نہیں چبھتا۔ مگر اسکے گناہوں کے لئے کفارہ ہوتا ہے۔ اس کلام میں روحانی اور جسمانی دونوں فائدوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ؛

دوسری بات جو بیمار کے پاس کرنے کا حکم رسول اللہ نے دیا۔ اور خود اپنی سنت سے اسے قائم کیا۔ وہ بیمار کے لئے دُعا ہے۔ چنانچہ یہ دعا آپؐ نے سکھائی ہے۔ اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی شفاءک شفاء لا یغادر سقماً ولا الماً۔ بیماری کو دُور کر اے انسانوں کے مالک۔ تو شافی مطلق ہے تیری شفا ایسی شفا ہے۔ کہ کسی بیماری اور گناہ کو نہیں چھوڑتی ؛

حضور علیہ السلام چھوٹے سے چھوٹے آدمیوں کی بھی عیادت کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ کہ ایک شخص جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ بیمار ہو گیا۔ اس کی آپؐ نے بہت دفعہ عیادت کی۔ جب وہ فوت ہوا تو آدھی رات کا وقت تھا۔ لوگوں نے اُس کا جنازہ پڑھکر رات کو ہی دفن کر دیا۔ صبح حضور علیہ السلام نے دریافت کیا۔ کہ اس کا کیا حال ہے تو لوگوں نے عرض کی۔ وہ تو فوت ہو گیا۔ رات کے وقت ہم نے آپؐ کو تکلیف دینی نہ چاہی۔ اور دفن کر دیا۔ آپؐ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ اور فرمایا۔ مجھے اُس کی قبر بتاؤ۔ پھر قبر پر جا کر اُس کا جنازہ پڑھا ؛

حضور علیہ السلام جن بیماروں کی حالت نازک دیکھتے تھے۔ انہیں اپنے مکان کے قریب لے جاتے۔ تاکہ بار بار اُن کی عیادت کر سکیں۔ چنانچہ حضرت سعد جب غزوہ احزاب میں زخمی ہوئے۔ تو اُن کا خیمہ مسجد میں لگوایا۔ تاکہ قریب سے ان کی عیادت کرتے رہیں ؛

غرض بیمار جو بہت بے کس ہوتا ہے۔ اس کی دلداری حضور علیہ السلام نے پوری طرح کی۔ اسی طرح حضور علیہ السلام ظاہری تدبیر بھی بیمار کو بتلاتے تھے۔ چنانچہ ایک عورت بیمار لڑکا لائی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس کو مالش سے دکھ نہ دو۔ عود ہندی کا سفوف دو۔ آپ بیمار کو پرہیز بھی بتلاتے تھے چنانچہ حضرت علی ایک دفعہ بخار میں مبتلا رہ کر اچھے ہوئے۔ تو کھجور کھانے کو ......

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جذبۂ عشق

ذیل کے مضمون میں واقعات تاریخ سے اور جذبات فطرت کی گہرائیوں سے لئے گئے ہیں۔ حامد محمود

دن کا وقت تھا۔ مجلس میں چاروں طرف خاموشی تھی۔ ایک بزرگ ہستی جس کا چہرہ ایک بقعۂ نور تھا۔ اور جس کے پاکیزہ جسم سے نہایت تیز مقناطیسی شعائیں نکل نکل کر اس کے ہم جلیسوں کے دلوں کو مسحور کر رہی تھیں۔ مجلس کے درمیان بیٹھا تھا۔ وہ مقناطیسی شعائیں جو اس کے جسم سے نکل رہی تھیں۔ دو قسم کی تھیں۔ ایک محبت پیدا کرنیوالی تھیں۔ اور دوسری رعب۔ جن لوگوں کے دلوں کی کھڑکیاں کھلی تھیں وہ شعائیں ان کے اندر داخل ہو کر عجیب کیفیت پیدا کر رہی تھیں اک طرف جذبۂ محبت تھا۔ جو بچہ کی ماں سے محبت کی نسبت بھی یادہ ناز اور اپنائیت پیدا کر رہا تھا۔ دوسری طرف جذبۂ رعب تھا کہ سلاطین و ملوک سے بھی زیادہ ادب و نیاز کا احساس پیدا کر رہا تھا۔ محبت کہتی تھی۔ اس چہرے کو دیکھے جا۔ ادب کہتا تھا۔ آنکھیں نیچی رکھ ناز کا اصرار تھا۔ کہ باتیں کر۔ اور کرتا ہی جا۔ نیاز کہتا تھا۔ خاموش رہ اور کان رکھ ❊

یہ منور وجود اور مقدس ہستی سادگی اور بے نفسی میں اپنی مثال آپ تھی۔ بادشاہانہ رعب تھا۔ مگر فقیرانہ لباس۔ سلاطین سے بڑھ کر دبدبہ تھا۔ مگر مسند شاہی کی جگہ ایک معمولی سا کپڑا نیچے بچھا ہوا تھا۔ اس میں اور اس کے ساتھیوں میں کچھ فرق نہ تھا بلکہ ان میں سے کئی کے لباس اس کے لباس سے بہتر تھے ❊

خدا تعالیٰ نے جس طرح باطنی کمالات اس بزرگ کو دئے تھے ظاہری خوبیاں بھی موجود تھیں۔ جسم کی بناوٹ میں کوئی ایسا نقص نہ تھا۔ کہ دیکھنے والے کو گھن آتی۔ بلکہ مردانہ حسن و خوبصورتی سے اسے وافر حصہ ملا تھا۔ جس کی وجہ سے انسان چہرہ کو دیکھتے ہی ادب و محبت محسوس کرنے لگتا تھا۔ یہ سچ ہے۔ کہ خیالات انسان کے چہرہ پر بھی اثر ڈالنے لگتے ہیں۔ اس بزرگ کا چہرہ ان تمام اندرونی نوروں کا شاہد تھا۔ جو اس کے دل میں ایک وسیع سمندر کی طرح موجزن تھے۔ اس کا قد میانہ اور رنگ خوبصورت اور سفید تھا۔ اس کے بال نہ تو گھونگروالے تھے۔ نہ بالکل سیدھے۔ رنگ کے لحاظ سے وہ کسی قدر سنہری تھے۔ اس کا جسم بہت ملائم تھا۔ اور اس میں سے خوشبو آتی تھی۔ اس کا سینہ چوڑا تھا۔ اور کندھوں کے درمیان بہت فاصلہ تھا۔ جو وسعت حوصلہ اور سادگی طبیعت پر دلالت کرتا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں موٹے موٹے تھے۔ اور ہتھیلیاں بہت چوڑی تھیں۔ جو ایک طرف شجاعت پر اور دوسری طرف سخاوت پر دلالت کرتی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ بات کرتا تھا۔ اور مخاطب کے احساسات کا بہت ہی لحاظ رکھتا تھا اس کے ماتھے پر شکن نہ تھے۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ کبھی جوش میں آجانے کا عادی نہیں ہوا۔ وہ ہمیشہ مسکراتا تھا۔ مگر لاابالی متوالے انسان کی مسکراہٹ نہیں۔ جو اسے اچھا مجلسی تو ثابت کرتی ہے۔ مگر قابل اعتبار دوست نہیں۔ بلکہ اس کے ہونٹوں پر ایک سنجیدہ اور افسردہ مسکراہٹ کھیلتی تھی۔ جو اسے اور بھی پیارا بنا دیتی تھی۔ کیونکہ اس کی خفیف شکنوں پر صاف صاف طور پر لکھا ہوا نظر آتا۔ کہ اس مسکراہٹ کی غرض دوسروں کی دلداری اور دلجوئی ہے۔ ورنہ غم خواری اور ذمہ داری نے اس کے دل کو درد و الم کا مخزن بنا رکھا ہے۔ ابھی ابھی کا واقعہ ہے کہ بیماری کی وجہ سے۔ وہ خانۂ خدا میں نہ جا سکا۔ اس کے اصحاب جو اس کی خفیف سی تکلیف کو بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اور اس کی تھوڑی سی جدائی کی بھی طاقت نہ رکھتے تھے۔ گھبرا گئے۔ ایک اور شخص عبادت کے لئے کھڑا ہوا۔ اس کا کھڑا ہونا تھا۔ کہ عبادت گھر آہ و بکا کے شور سے گونج اٹھا۔ مرغ بسمل اس طرح نہیں تڑپتا جس طرح میدان جنگ کے شیر اور صف شکن بہادر کرب و اضطراب سے بے تاب ہو رہے تھے۔ آنسو تھے۔ کہ ان کی تار نہ ٹوٹتی تھی سینے تھے۔ کہ ابلنے والی ہنڈیا کی طرح کھول رہے تھے۔ وہ سہارا لیکر اٹھا دوسروں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑکی تک آیا۔ حالانکہ اس میں کھڑا ہونے کی بھی طاقت نہ تھی۔ اس نے کھڑکی کا پردہ ایک طرف کیا۔ اور عبادت گھر کی طرف سر جھکا کر مسکرایا۔ اس کی مسکراہٹ نے لوگوں کو وارفتہ کر دیا۔ وہ بے اختیار ہو کر نعرہ ہائے مسرت مارنے لگے۔ اس نے پھر اپنا سر اندر کر لیا۔ لوگ خوش تھے۔ مگر آہ انہیں کیا معلوم تھا۔ کہ اس ذرا سی مسکراہٹ کے پیدا کرنے کے لئے اسے کس قدر جذبات درد و الم کو محسوس کرنا پڑا۔ اے مقدس وجود! میری جان تجھ پر قربان۔ میرا دل تجھ پر نثار ہو۔ تو نے موت کی آخری کشمکشوں میں بھی دوسروں کی ادنیٰ خوشی کو مقدم رکھا ❊

ہاں تو آج بھی لوگوں کے چہرے افسردہ نظر آتے تھے۔ مگر اس کے چہرہ کی بشاشت قائم تھی۔ وہ انہیں اپنی آنے والی جدائی کے لئے تیار کر رہا تھا۔ اور جس طرح آہن گر تلوار کو مکمل کر کے اسے آخری دفعہ صیقل کرتا ہے۔ وہ بھی اپنے اصحاب کے دلوں کو آخری دفعہ جلا دے رہا تھا وہ ان کے سامنے سب ضروری سبق دہرا رہا تھا وہ خدا تعالیٰ کے جلال اور اس کی عظمت کی یاد ان کے دلوں میں تازہ کر رہا تھا۔ اس کی محبت کا ولولہ ان کے دلوں میں پیدا کر رہا تھا۔ ثبات و استقلال کی تعلیم دے رہا تھا۔ عورتوں سے حسن سلوک۔ غریبوں کے حقوق کی نگہداشت۔ یتیموں کی امداد۔ غلاموں کی آزادی کی تحریک۔ شکستہ دلوں کی دلدہی۔ قرضداروں کی اعانت۔ مسافروں کے ساتھ حسن سلوک۔ رعایا کی بہتری کی کوشش۔ غیر مذاہب والوں کے جذبات کا احترام۔ اخلاق فاضلہ کا قیام۔ عدل و انصاف کا اثبات۔ غرض دنیا کی ہر اک نیکی کی تعلیم اور ہر اک بدی سے بچنے کی ہدایت دے رہا تھا۔ مگر اپنے اور اپنے بیوی بچوں کا ذکر وہ بالکل حذف کر جاتا۔ گویا اس وقت دنیا اپنی ساری تفاصیل کے ساتھ اس کے سامنے موجود تھی۔ مگر وہ اور اس کا گھرانہ بالکل غائب تھے۔ مگر نہیں۔ میں غلطی کرتا ہوں۔ وہ کبھی کبھی اپنا ذکر بھی کرتا تھا۔ مگر اس لئے نہیں کہ اپنے مخاطبوں سے اپنی قربانیوں کی داد طلب کرے۔ اپنی فدائیت کا صلہ مانگے۔ یا اپنے رشتہ داروں کی سفارش کرے۔ نہیں بلکہ اس کے بالکل مخالف وہ کبھی کبھی بات کرتے کرتے رک جاتا تھا۔ اور اس کے چہرہ پر انتہائی کرب و اضطراب کے آثار پائے جاتے تھے۔ اس کے دل سے ایک آہ نکلتی تھی۔ ایسی آہ! جس کی گہرائیوں کا اندازہ لگانا انسانی طاقت سے بالا ہے۔ وہ کچھ دیر خاموش رہ کر بولتا۔ اور اس کی آواز جذبات غم کا ایک ایسا ہیجان ظاہر کرتی جس کے مقابلہ میں سمندر کے تلاطم بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ وہ مضطربانہ طور پر کہتا کہ خدا یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔ ان فقروں کے بولتے وقت اس کی عجیب کیفیت ہوتی تھی۔ وہ حسرت و غم کا مجسمہ بن جاتا۔ اور درد و الم کی تصویر۔ بالکل یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کی آواز کی ایک ایک لہر کے ساتھ بے تعداد تمنائیں اور التجائیں لپٹی ہوئی ہیں۔ اور وہ اپنی تمام عمر کی... خدمات اور قربانیوں کا آخری بدلہ مانگتا ہے۔ کیا بدلہ؟ یہ کہ اس کی قبر کو شرک کی جگہ نہ بنا لیا جائے۔ اس کی آواز غم و الم میں اس طرح ڈوبی ہوئی نکلتی تھی۔ کہ گویا اس کی اور اس کے خاندان کی تمام بہبودی صرف اس سوال کے جواب میں پوشیدہ ہے۔ وہ اپنے لئے صرف یہ مانگتا تھا کہ اسے پیدا کرنے والے کی عزت چھین کر اسے نہ دے دی جائے۔ میری جان اس پر فدا اور میرا دل اس پر قربان ہو۔ وہ کیسا وفا شعار تھا ❊

میں پھر اپنے مطلب سے دور چلا گیا۔ میں کہہ رہا تھا۔ کہ ایک دن وہ اپنی آنے والی جدائی کے برداشت کرنے کے لئے اپنے احباب کو تیار کر رہا تھا۔ اور اپنی پاکیزہ تعلیم کے خوشنما آثار پر پھر ایک دفعہ تکرار کے خطوط کھینچ کر انہیں جلا دے رہا تھا۔ آخر اس نے سمجھا کہ اس کا کام ختم ہو گیا ہے۔ وہ اپنا مقصد پورا کر چکا ہے۔ اس وقت اس کے اصحاب کی عجیب کیفیت تھی۔ اگر کبھی بھی انسان کا گوشت اور پوست جذبات و احساسات کی شکل میں بدل گیا ہے تو اس وقت اس کے اصحاب کا یہی حال تھا۔ وہ مجسم احساس بن رہے تھے۔ ان کا گوشت بھی احساس بن رہا تھا اور پوست بھی۔ اور ہڈیاں بھی۔ اور ان کے اندر کا گودا بھی۔ وہ مغز بن گئے تھے۔ بغیر چھلکے کے۔ اور خوشبو بن گئے تھے بغیر پتیوں کے۔ وہ نفوس قدسیہ تھے۔ جو مادہ کی حد بندی کو توڑ چکے تھے۔ اور بلند پرواز طائر تھے

جو زمین کی کثافتوں سے بالا ہو چکے تھے۔ اس نے ان کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ کہ میں بھی ایک انسان ہوں۔ جس طرح تم انسان ہو۔ مجھے ہمیشہ تم سے معاملات پیش آتے رہتے تھے۔ بالکل ممکن ہے۔ کہ کبھی میرے ہاتھ سے کسی کو کوئی اذیت پہنچ گئی ہو۔ میں نہیں چاہتا۔ کہ قیامت کے دن خدائے قادر کے سامنے مجھے جواب دہ ہونا پڑے۔ پس جس کو میرے ہاتھ سے کوئی اذیت پہنچی ہو۔ وہ آج مجھ سے بدلہ لے لے ؛

یہ فقرے گویا اس کے اصحاب کی کمر توڑنے کے لئے آخری تنکا تھے ان کے دل پگھل گئے۔ اور ان کی آنکھیں ساون کی جھڑی کی طرح برس پڑیں۔ ان کا پیارا جس نے اپنی عمر دنیا کو اذیت سے بچانے کے لئے اور غلامی سے چھڑانے کے لئے خرچ کر دی۔ وہ کہتا ہے کہ اس کے ہاتھ سے کسی کو اذیت پہنچی ہو تو وہ اس سے کوئی شخص بدلہ لینے کا خیال کرے۔ اگر چاند تک بچہ کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے یا اگر انسانی آنکھ عالم کی انتہا تک پہنچ سکتی ہے تو بیشک اس سرتاپا نور وجود کا بھی عیب کسی کو نظر آ سکتا ہے۔ مگر جب حقیقت یہ ہے کہ چاند میں داغ ہیں۔ مگر اس وجود کی مطہر زندگی داغوں سے پاک ہے۔ تو پھر اس سے بدلہ لینے کے معنے ہی کیا ہوئے ؛

سورج چمک رہا تھا۔ مگر اس کی شعاعیں دھندلی نظر آنے لگ گئیں۔ ہوائیں چل رہی تھیں۔ مگر ان پر ایک سکوت کا سا عالم طاری ہو گیا۔ درخت ہل رہے تھے۔ مگر ایسا معلوم دینے لگا۔ گویا وہ ٹھہر گئے ہیں۔ پرندے گا رہے تھے۔ مگر ایسا محسوس ہوتا تھا۔ گویا ان کے گانے میں سے خاموشی کی لہریں پیدا ہو رہی ہیں۔ سب لوگ محو حیرت ہی تھے۔ کہ ایک شخص بولا۔ حضور ایک جنگ کے موقع پر آپ صف بندی کرا رہے تھے۔ کہ ایک صف سے گذر کر آپ کو آگے جانے کی ضرورت پیش آئی۔ آپ جس وقت صف کو چیر کر آگے گئے۔ تو آپ کی کہنی میری پیٹھ کو لگی ؛

ہر ایک جو محبت اور عشق کا مزا جانتا ہے۔ سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت مجلس کا کیا حال ہو گیا ہو گا۔ تمام حاضرین پر ایک سناٹا چھا گیا۔ کئی منچلوں کی تلواریں میانوں سے نکل نکل پڑتی تھیں۔ آنکھیں شرربار تھیں۔ مگر دم مارنے کا یارا نہ تھا۔ ہونٹ پھڑپھڑاتے تھے۔ مگر بولنے کی طاقت نہ تھی۔ دماغ پر جوش و غضب کا تسلط ہو رہا تھا۔ مگر اظہار کی جرأت نہ تھی۔ سورج اسی طرح چمک رہا تھا مگر محبت کی آنکھ سے دیکھنے والوں کو یوں نظر آیا۔ جیسے اس کی شعاعیں تیز ہو گئی ہیں اور اس کی دھوپ سرخ ہو رہی۔ اور دنیا کو جلانے کے لئے تیار ہے۔ ہوائیں اسی طرح چل رہی تھیں۔ مگر یوں معلوم دینے لگا۔ گویا ان کی رفتار میں تیزی پیدا ہو گئی ہے۔ اور وہ دنیا کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ درخت اسی طرح ہل رہے تھے۔ مگر نظر یوں آتا تھا۔ کہ گویا وہ ابھی زمین سے اکھڑ کر جا پڑینگے۔ پرندے بھی ہی میٹھی آواز سے گا رہے تھے۔ مگر محبت کے کان ایک کان پھاڑ دینے والا شور سن رہے تھے۔ جو دوزخ کی چیخ کے مشابہ تھا۔ غرض سب مجلس میں کیا متکلم اور کیا سامع سب کے دلوں میں ایک ہیجان برپا تھا۔ اور ہر ایک کی قلبی کیفیت کے مطابق عالم میں بھی ایک تغیر نظر آ رہا تھا۔ مگر ایک شخص ان سب ہیجانوں سے بالا تھا۔ اور وہ وہی بزرگ نفس انسان تھا جس نے ہر اس شخص کو بدلہ لینے کی دعوت دی تھی۔ جسے اس کے ہاتھوں سے کوئی نقصان پہنچا ہو۔ اس نے نہایت متانت اور خوشی سے جواب دیا کہ لو میں بیٹھا ہوں۔ میری پیٹھ پر کہنی مار لو حضار مجلس کے دماغ جوش غضب سے ابل رہے تھے۔ مگر وہ کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ یقیناً خدا کے فرشتے اس وقت اس خدا کی حمد گا رہے تھے۔ جس نے اس رسولؐ کو پیدا کیا تھا ؛

وہ شخص جس نے بدلہ کا مطالبہ کیا تھا۔ اٹھا۔ اور اس نے کہا کہ جناب جس وقت مجھے آپ کی کہنی لگی تھی۔ اس وقت میرا جسم ننگا تھا۔ پس بدلہ پورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک آپ کے جسم پر سے بھی کرتہ نہ اتارا جائے۔ اس بزرگ نے فوراً اپنی پیٹھ پر سے کرتہ اونچا کر دیا۔ کہ لو اب کہنی مارو۔ اس وقت لوگوں کے دلوں کی حرکت بند ہو گئی۔ اور دنیا ایک عالم خموشاں نظر آنے لگی۔ ہر ایک شخص حیران تھا۔ کہ وہ شخص جو بدلہ کے لئے آمادہ تھا۔ کیا دیوانہ ہے۔ اگر اس بزرگ کا ڈر نہ ہوتا۔ تو اس وقت اس شخص کی ایک بوٹی بھی نظر نہ آتی۔ مگر اس کے ثبات میں بھی کچھ فرق نہ آیا۔ اس نے لوگوں کے غصہ کی بھی پرواہ نہ کی۔ وہ اٹھ کے اس بزرگ کے پاس آیا۔ اور پیٹھ کی طرف جھکا۔ اس کے چہرہ کے اعصاب اس وقت پھڑک رہے۔ اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ اس کے نتھنے پھول رہے تھے۔ وہ نیچے جھکا۔ اور اس بزرگ کی ننگی پیٹھ کو ادب سے اپنے ہونٹوں سے چھوا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ اور خدا کی حمد بجا لاتا ہوا وہ کھڑا ہو گیا۔ وہ آنسو جذبۂ عشق کے آنسو تھے۔ اس نے کہا حضور کجا بدلہ اور کجا یہ خادم۔ جس وقت حضور سے معلوم ہوا کہ شاید وہ وقت قریب آ پہنچا ہے۔ جس کے خیال سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو میں نے چاہا۔ کہ میرے ہونٹ ایک دفعہ اس بابرکت جسم کو مس کر لیں۔ جسے خدا تعالیٰ نے برکتوں کا مجموعہ بنایا ہے پس میں نے اس کہنی کو اپنے مقصد کے پورا کرنے کا ذریعہ بنایا جس کا لگنا اس وقت بھی میرے لئے موجب فخر تھا۔ اور آج بھی جماعت پر سے حیرت دور ہو گئی۔ تعجب کی سختی جاتی رہی۔ اور دل پھر نرمی سے حرکت کرنے لگے۔ کئی دماغ جو پہلے غصہ کے خیالات سے لبریز تھے۔ اب رشک کے جذبہ سے معمور ہو گئے۔ سورج اب بھی چمک رہا تھا۔ مگر اب اس کی روشنی بہت خوبصورتی اور محبت کی بجلی سے بھری ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ ہوائیں اب بھی چل رہی تھیں۔ مگر اب ان میں دیار محبوب کی خوشبو ملی ہوئی معلوم دیتی تھی۔ درخت اب بھی ہل رہے تھے۔ مگر اب ان کی حرکات خوشی کے ناچ کے مشابہ لگتی تھیں۔ پرندے اب بھی گا رہے تھے۔ مگر یوں معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا وہ حمد و ثنا کے گیت گا رہے ہیں۔ مجلس میں افسردگی کے باوجود خوشی کی ایک لہر دوڑ رہی تھی۔ اور اس کا سبب جذبۂ عشق کا وہ مظاہرہ تھا۔ جو اوپر بیان ہوا۔ اس بزرگ کے ہونٹوں پر اسی طرح مسکراہٹ تھی۔ اور مسکراہٹ کے پیچھے ایک بار الم و غم تھا۔ یہ بزرگ

میرا محمدؐ تھا۔ اور اہل مجلس اس کے صحابہؓ تھے۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم انک حمید مجید ٥

تخمیس

اشعار حضرت مسیح موعود علیہ السلام

از جناب محمد شرافت اللہ خان صاحب شرافت شاہجہانپوری

قرآنِ پاک شاہدِ حالِ محمدؐ است
شانِ خدا عیاں ز جلالِ محمدؐ است
ورد زباں ثنائے کمالِ محمدؐ است
"جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است"

حیرت فروش بود عجب ما جرائے دوش
می زد سروش نعرۂ الحق بہ صد خروش
من چوں شوم ز خواندنِ صلِّ علیٰ خموش
دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش
"در ہر مکاں ندائے جمالِ محمدؐ است"

نیسانِ دُر فشاں کہ بخلقِ خدا دہم
دریائے بیکراں کہ بخلقِ خدا دہم
ایں آبِ صد نشاں کہ بخلقِ خدا دہم
"ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است"

نطقم ز نُطقِ آیۂ لوح زبرجد لیست
ذوقم ز ذوقِ بادۂ نایاب سرمدیست
ایں جوشِ من ز جوشِ مئے عشقِ احمدیست
"ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدیست
ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمدؐ است"

نعت حضرت خاتم النبیین ختم المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از جناب مولوی محمد نواب خان صاحب ثاقب میرزا خانی)

آج دل میں مدح ختم الانبیاء کا جوش ہے ۔ مدحت خیر الوریٰ نور الہدےٰ کا جوش ہے
فکر خوئے مصطفےٰ بدر الدجےٰ کا جوش ہے ۔ ذکر روئے مجتبےٰ صاحب لوا کا جوش ہے
کر کے بھیجا جس کو حق نے رحمت للعالمین
جس کی پابوسی کو دوڑا شوق سے عرش بریں

جلوہ گر تھا جس کے دل میں نور پاک کبریا ۔ ذکر کرتے آئے جس کے نور کا سب انبیاء
سید کونین ہے جس کا خطاب باصفا ۔ فخر آدم فخر عالم منبع نور ھُدیٰ
اس کے احمدؐ اور محمدؐ دونوں پیارے نام ہیں
نام میں ہیں خوبیاں اور خوب اس کے کام ہیں

وہ یتیموں کا سہارا صاحب خلق عظیم ۔ جس کے خوئے پاک فرماتا ہے قرآن کریم
وہ یتیم اور درج علم وفیض کا دُرِّ یتیم ۔ چشمۂ لطف وکرم دریائے رحمت اور رحیم
اپنے بیگانے کو جس نے اپنا شیدا کر لیا
خلق عالمگیر سے دیوانہ اپنا کر لیا

صفحۂ دنیا میں تھا جب دورۂ فسق وفجور ۔ کفر کی ظلمت تھی اور کافور تھا ایمان کا نور
ایسی حالت میں ہوا یہ رحمت حق کا ظہور ۔ نور پھیلا ہر طرف جب آئے دنیا میں حضور
چار سوئے دہر میں پیدا اُجالا ہو گیا
اک صدا سے دین حق کا بول بالا ہو گیا

کیا عجم کا حال تھا۔ اور کیا عرب کا حال تھا ۔ بدروی کا ہر طرف پھیلا ہوا اک جال تھا
ساری دنیا میں غرض نیکی کا گویا کال تھا ۔ بانوئے گیتی کا بگڑا حسن خط وخال تھا
آ کے دنیا کو سنوارا۔ بانئے اسلام نے
واہ کیا تاثیر پیدا کی خدا کے نام نے

جانتے بھی ہو عرب کہتے تھے دنیا کو عجم ۔ اپنے جیسا بولنے والا سمجھتے تھے وہ کم
اپنی ہی شیریں زبانی کا بھرا کرتے تھے دم ۔ کون میدان بلاغت میں تھا ان کا ہمقدم
قوم سے اک قوم کو دم میں لڑا دیتے تھے وہ
اک ذراسی بات میں فتنہ اٹھا دیتے تھے وہ

اُن میں پیدا ہو گئے جب افصح عجم وعرب ۔ وہ نبی ہاشمی وہ احمد امی لقب
کیا کہوں اُن کے سخن سنجوں پہ ٹوٹا کیا غضب ۔ سُن کے قرآن مبین سرنگوں تھے وہ سب
قافیہ تنگ اُن کی شعر وشاعری کا کر دیا
ناطقہ بند ان کی سحر وساحری کا کر دیا

ان کی شعر وشاعری ان کی زباں ناپاک تھی ۔ ان کا دل ناپاک اور روح وروان ناپاک تھی
شاعری سے سیرت پیر وجواں ناپاک تھی ۔ بدزبانی کی بدولت ان کی جان ناپاک تھی
پڑھ کے قرآں اور ہی گفتار کا انداز تھا
چھوڑ بیٹھے بدزبانی جس پہ ان کو ناز تھا

اللہ اللہ صحبت عالی میں کیا تاثیر تھی ۔ وحشیوں کے رام کرنے کو عجب تسخیر تھی
ان کی بداخلاقیوں کے واسطے اکسیر تھی ۔ اُن کی تھی قسمت ہی اچھی اور بھلی تقدیر تھی
آتشیں خو صحبت والا سے نورانی ہوئے
خاک کے پتلے تھے قرآن سُن کے روحانی ہوئے

غور سے دیکھو محمدؐ میں ہیں موسیٰؑ کے کمال ۔ نوحؑ وابراہیمؑ اور الیاسؑ ویحییٰؑ کے کمال
یونسؑ وایوبؑ وادریسؑ اور عیسیٰؑ کے کمال ۔ اس میں اور اس کے غلاموں میں مسیحا کے کمال
مختصر یہ ہے۔ کہ ہیں وہ مظہر کل انبیاء
فیضیاب ان کی نبوت سے ہیں سارے اولیاء

دیکھتے ہیں ہم خدا کو اُس نبوت کے طفیل ۔ اس نبی ہاشمی کے بخت ودولت کے طفیل
چلتے ہیں سیدھے فقط ان کی ہدایت کے طفیل ۔ پاتے ہیں راہ خدا ان کی شریعت کے طفیل
اس نبوت کا قیامت تک برابر فیض ہے
یہ نبوت غور سے دیکھیں سراسر فیض ہے

قوم خوش خو ہو گئی حضرت کی سیرت دیکھکر ۔ اچھی عادت دیکھکر اور پیاری خصلت دیکھکر
تلخ باتیں چھوڑ دیں ذوق وحلاوت دیکھکر ۔ وحشتیں سب اڑ گئیں اُنس ومحبت دیکھکر
ثاقبؔ اور منہ اُس کا اور اُن کی خصائل کا بیاں
سیرت فخر جہاں میں گنگ ہے اُس کی زباں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابیات کا اخلاص

از بیگم صاحبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے قادیان

مردوں اور عورتوں کا حلقہ عمل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی اثر نے جو ایمان و اخلاص صحابہ میں پیدا کر دیا تھا۔ اس کے درخشندہ کارنامے تاریخ میں مذکور ہیں اور ہر شخص جو تھوڑا بہت اسلامی تاریخ کا مطالعہ رکھتا ہے۔ ان سے واقف ہے۔ مگر وہ جوش و اخلاص جو آپ کی تربیت میں صحابیات کے دلوں میں پیدا ہوا۔ وہ بھی کوئی کم نہیں تھا۔ قدرت کی طرف سے مرد و عورت کے کاموں کا دائرہ الگ الگ مقرر ہے۔ اور عام حالات میں یہ غلطی ہوگی۔ اگر ہم مردوں کے دائرہ عمل میں عورتوں کے اخلاص کی مثالیں تلاش کریں۔ لیکن صحابیات کا اخلاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اس قدر ترقی کر گیا تھا اور ان کے دلوں میں خدمت اسلام اور حفاظت دین کی اتنی تڑپ پیدا ہو گئی تھی۔ کہ بعض اوقات وہ اپنے جوش ایمان کی بے ساختگی میں اپنے عام دائرہ عمل سے باہر قدم مار کر بھی اپنی محبت و اخلاص کا ثبوت دیتی تھیں۔ چنانچہ میں اس موقعہ پر اس قسم کی چند ایک مثالیں اپنی بہنوں کے فائدہ کے لئے پیش کرنا چاہتی ہوں۔ اور اختصار کے خیال سے میں صرف جنگ اُحد کے حالات تک اپنے آپ کو محدود رکھوں گی ؎

جہاد بالسیف اور صحابیات

یہ ایک ظاہر بات ہے۔ کہ عام حالات میں جہاد بالسیف کرنا عورتوں کا کام نہیں ہے۔ چنانچہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ عورت کا جہاد یہ ہے۔ کہ وہ اپنے گھر میں رہ کر ان فرائض کو سر انجام دے۔ جو قدرت نے بحیثیت ایک بیوی اور ایک ماں کے اس کے سپرد کئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے ہمیں صحابیات کی زندگیوں میں کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں جبکہ وہ بعض حالات کے ماتحت اپنے گھر کی چار دیواری کو چھوڑ کر میدان جنگ میں پہنچی ہیں۔ اور مردوں کی طرح جہاد بالسیف میں حصہ لیکر اپنے ایمان و اخلاص کا ثبوت دیا ہے ؎

جنگ اُحد اور مسلم خواتین

چنانچہ لکھا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ اُحد کے موقعہ پر مدینہ سے نکلے۔ تو کئی صحابیات بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ ان میں حضرت عائشہ رض اور اُم سلیم اور اُم سلیط کا نام خاص طور پر حدیث میں مذکور ہوا ہے۔ یہ خواتین جنگ میں زخمیوں کو پانی پلاتیں۔ ان کی مرہم پٹی کرتیں۔ اور اسی قسم کی دوسری خدمات سر انجام دیتی تھیں۔ چنانچہ بخاری میں آتا ہے کہ جب لڑائی کی شدت ہوئی۔ اور کئی صحابی زخمی ہو کر گرے۔ تو حضرت عائشہ رض اور دوسری صحابیات نے میدان جنگ میں نہایت سرگرمی سے ادہر ادہر بھاگ کر زخمیوں کی خبر گیری کی۔ اور ان کو پانی پلایا۔ اور اسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اپنی جان تک کی بھی پرواہ نہ کی۔ جب جنگ نے زیادہ خطرناک صورت اختیار کی۔ اور دشمن کے اچانک حملے سے مسلمانوں کی صفوں میں کچھ ابتری سی پیدا ہو گئی۔ اور ایک وقت تو ایسا آیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمن کے نرغے میں گھر گئے۔ تو اس وقت بعض صحابیات نے اپنے جوش اخلاص و ایمان میں بے تاب ہو کر تلوار ہاتھ میں لے لی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لئے دشمن کی صفوں میں گھس گئیں ؎

اُم عمارہ رض

ان صحابیات میں اُم عمارہ رض کا نام خاص طور پر مذکور ہوا ہے اُم عمارہ رض نے جب یہ دیکھا۔ کہ مسلمانوں کی صفوں میں ابتری کے آثار نمایاں ہیں۔ اور دشمن کے سپاہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچ گئے ہیں تو وہ بے تحاشہ مردوں کے اندر گھس گئیں۔ اور بڑی جلد جد و جہد کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ کر حملہ آوروں پر تلوار چلانی شروع کر دی۔ جب قریش کا ایک مشہور سپاہی ابن قمیئہ آنحضرت صلعم کی عداوت میں مجنون ہو کر اپنی تلوار سے چاروں طرف موت بکھیرتا ہوا آنحضرت صلعم کے قریب پہنچا تو سب سے پہلے اُم عمارہ نے اس کا مقابلہ کیا۔ اور گو وہ اس مقابلہ میں سخت زخمی ہو گئیں۔ مگر انہوں نے ابن قمیئہ کو آنحضرت صلعم کے قریب پہنچنے دیا۔

ایک انصاری خاتون

جب اُحد کی ہزیمت کی خبر مدینہ میں پہنچی۔ تو بہت سی صحابیات بیتاب ہو کر مدینہ سے نکل آئیں۔ اور اُحد کے میدان میں پہنچ کر خدمت اسلام کے بہت سے کارنامے دکھائے۔ ایک انصاری خاتون جب مدینہ سے نکلی۔ تو راستے میں جو شخص بھی اسے ملتا تھا اس سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال پوچھتی تھی۔ اور جب کوئی تسلی بخش خبر نہ ملتی۔ تو بے چین ہو کر آگے بھاگنا شروع کر دیتی تھی آخر ایک مسلمان سپاہی اسے ملا۔ جو میدان جنگ سے واپس آ رہا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر آیا تھا۔ اس مسلم خاتون نے اس سے دریافت کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے ہیں وہ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر آیا تھا۔ اور اس معاملہ میں اسے تسلی تھی۔ اس نے اس کے سوال کی طرف توجہ نہ کر کے جواب دیا کہ افسوس! بہن تمہارا باپ جنگ اُحد میں شہید ہو گیا۔ صحابیہ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیریت کی خبر سننے کے لئے بے تاب ہو رہی تھی۔ کہا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ کیسے ہیں؟ صحابی نے پھر اسی طرز میں جواب دیا۔ کہ افسوس! تمہارا بیٹا بھی مارا گیا۔ صحابیہ نے پھر پوچھا۔ میں کہتی ہوں مجھے یہ بتاؤ۔ کہ رسول اللہ صلعم کا کیا حال ہے۔ صحابی چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مطمئن تھا۔ اور اس خاتون کی مصیبت اس کی آنکھوں کے سامنے تھی۔ اس نے پھر اس کے سوال کو نظر انداز کر کے جواب دیا کہ بہن کیا بتاؤں۔ تمہارا شوہر بھی شہید ہو گیا۔ ان جوابات سے مخلص خاتون کا فکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بہت زیادہ ہو گیا۔ اور اس نے یہ خیال کر کے کہ شاید یہ صحابی مجھ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کوئی بدخبر چھپاتا ہے۔ نہایت ہی بے تابی کے عالم میں کہا۔ خدا کے لئے مجھے یہ بتاؤ۔ رسول اللہ کیسے ہیں؟ صحابی نے جواب دیا۔ رسول اللہ صلعم تو خدا کے فضل سے زندہ سلامت ہیں۔ اور ابھی تشریف لا رہے ہیں۔ یہ جواب سنکر اس مخلص عورت کے منہ سے بے اختیار نکلا۔ الحمد للہ۔ اگر رسول اللہ زندہ ہیں۔ تو پھر اور سب مصیبتیں ہیچ ہیں ؎

مسلم خواتین سے سوال

یہ وہ ایمان و اخلاص تھا۔ جو صحابیات نے دکھلایا۔ مگر اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہم جو ان کے نقش قدم پر چلنے کی مدعی ہیں۔ کیا نمونہ پیش کر رہی ہیں۔ اس سوال کا جواب دینا میرا کام نہیں۔ ہر بہن اپنے دل میں خود غور کرے۔ اے اللہ! تو ہمیں توفیق دے۔ کہ ہم تیری اور تیرے رسول اور تیرے مسیح اور تیرے دین کی محبت میں وہ مرتبہ حاصل کریں۔ جو تیری رضا اور ہماری فلاح کا موجب ہو ؎

آمین اللہم آمین ؎

از جناب مولانا محمد یعقوب صاحب ڈپٹی پریزیڈنٹ لیجسلیٹو اسمبلی

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے اوصاف حمیدہ اور خصائل ستودہ کے اظہار کے واسطے قلم اٹھانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ خاکسار جیسے بے مایہ اور بے سروسامان کے واسطے جس کا دائرہ علم اور احاطہ معلومات نہائت ہی محدود اور تنگ ہے۔ ممدوح خالق کون و مکان کی مداحی اور ثناخوانی کرنا انسان کے مقدور سے باہر ہے۔ ہم جو کچھ جانتے ہیں۔ اور جو کچھ کہہ سکتے ہیں۔ وہ صرف اس قدر ہے۔ کہ سہ

ہیں دونوں جہاں تابع فرمان محمدؐ
اللہ سے کم سب سے بڑی شان محمدؐ

میں اپنے میں ہرگز یہ قابلیت نہیں پاتا۔ کہ ایسے مہتم بالشان عنوان پر مضمون نگاری کی جرأت کرتا لیکن جناب والا خطاب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ارشاد اور مفتی محمد صادق صاحب وایڈیٹر صاحب "الفضل" کے اصرار نے بحکم الامر فوق الادب مجھے مجبور کر دیا۔ کہ چند سطور سپرد قرطاس کروں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے حالات اور واقعات جس قدر تفصیل کے ساتھ قلم بند ہوئے ہیں۔ دنیا میں کسی اور برگزیدہ ہستی کو یہ بات نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے ایک مختصر مضمون میں خصائل اور سیرۃ نبی اکرمؐ کے چیدہ چیدہ حالات کو نہائت اختصار کے ساتھ لکھنا بھی۔ لانا ہے جوئے شیر کا۔ ذیل کی سطور میں بجائے سوانح نگاری کے میں اس امر کی کوشش کرونگا۔ کہ خصائل اور اخلاق محمدیؐ کا ایک نہائت ہی مجمل خاکہ کھینچکر برادران اسلام کو ان کی پیروی اور اتباع پر مائل کروں۔

غیر مسلموں سے مسلمانوں کے تعلقات

ہندوستان کے غیر مسلم باشندوں کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کا مسئلہ اس وقت سب سے زیادہ اہم اور عقدہ لاینحل بنا ہوا ہے۔ اس لئے میں کوشش کروں گا۔ کہ سیرت نبویؐ کے واقعات سے اس مسئلہ پر کچھ روشنی ڈالوں۔ اور دیکھوں۔ کہ سرکار دو جہانؐ کا طرز عمل اس معاملہ میں ہم کو کیا سبق دیتا ہے۔ رحمۃ للعالمین کی پاک زندگی کے حالات میں کفار اور مشرکین کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری کے واقعات اس قدر کثرت سے ہیں۔ کہ ان کا بیان اس مضمون کے احاطہ سے باہر ہے۔ ابتدائی زمانہ اسلام میں جب مسلمان کمزور اور مظلومی کی حالت میں تھے۔ اُس زمانہ میں غیر مسلموں کے ساتھ رسول اکرمؐ کی شفقت اور تواضع کو خوف اور مجبوری پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ خاتم النبیین کی ذات اس قسم کی انسانی کمزوریوں اور نفس پرستیوں سے مبرا اور بالاتر تھی۔ تاہم اس موقعہ پر جن واقعات کا حوالہ دیا جائیگا وہ سب اُس زمانہ کے ہیں۔ جبکہ اسلام پوری قوت حاصل کر چکا تھا۔ اور حضور اقدسؐ کو علاوہ نبوت کے دنیوی حکمرانی اور جہاں بانی کا مرتبہ بھی حاصل تھا۔

غیر مسلموں کی مہمان نوازی

اُس زمانہ میں کفار کو بارہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ ابو بصرہ غفاری حالت کفر میں مدینہ منورہ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہوئے۔ انہوں نے رات میں کاشانہ رسالت کی تمام بکریوں کا دودھ پی لیا۔ اور رات اہل بیت اطہار کو بھوکا رہنا پڑا۔ لیکن رحمۃ للعالمین کی پیشانی پر شکن تک نمودار نہ ہوئی۔ اسی طرح کا واقعہ ایک اور کافر کا ہے۔ جو رسول اکرمؐ کا مہمان تھا۔ آپؐ نے ایک بکری کا دودھ اول اس کے سامنے پیش کیا جب وہ اس کو پی چکا۔ تب دوسری۔ تیسری اور چوتھی کا یہاں تک کہ سرور عالمؐ کے ہاں جو سات بکریاں تھیں۔ ان سب کا دودھ نہائت خندہ پیشانی سے اس کو پلا دیا۔ مہمان پر قدسی صفت میزبان کی اس تواضع اور مہمان نوازی کا ایسا اثر ہوا۔ کہ صبح کو وہ مسلمان ہو گیا۔

شان عدل و انصاف

یہود کو سرور دو عالمؐ کے ساتھ جس قدر عداوت اور دشمنی تھی۔ اُس کے حالات سے تاریخ کے سینکڑوں اوراق بھرے پڑے ہیں۔ لیکن مدینہ منورہ میں اس زمانہ میں ایک یہودی کا لڑکا بیمار تھا۔ سرور دو عالم کو جب اس کی بیماری کا علم ہوا۔ تو بنفس نفیس اس کی عیادت کے واسطے تشریف لے گئے۔ یہودی ہمیشہ سے داد و ستد کا پیشہ کرتے چلے آئے ہیں۔ اور مدینہ میں مسلمانوں کو بھی جب قرضہ لینے کی ضرورت ہوتی۔ تو انہیں سے لین دین کرنا پڑتا تھا۔ بنی نوع انسان کا خون چوسنے والے ہندوستانی مہاجنوں کی طرح یہود بھی نہائت سخت گیر اور درشت خو تھے۔ جب کسی معاملہ میں مسلمانوں اور یہودیوں میں اختلاف پیدا ہوتا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی مسلمانوں کی بے جا طرفداری نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ دونوں کے ساتھ انصاف کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی نے آکر شکائت کی۔ کہ ایک مسلمان نے اُس کے تھپڑ مارا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت اس مسلمان کو بلایا۔ اور سرزنش فرمائی۔

نصاریٰ کو مسجد میں عبادت کی اجازت

نجران کے نصاریٰ کا ایک وفد آنحضرتؐ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ آپؐ نے اُس کو بطور اپنے مہمان کے مسجد نبوی میں ٹھیرایا۔ اور وہیں نصرانی طریقہ پر نماز ادا کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ کیا دنیا میں کوئی مذہب دوسرے مذاہب کے ساتھ اس قسم کے برتاؤ کی مثال پیش کر سکتا ہے۔ یہ تھا حضور انورؐ کا برتاؤ غیر مسلموں کے ساتھ ہم بھی آج ہندوستان کے اندر ہر طرف سے غیر مسلموں میں گھرے ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلعم کی یہ روایات اس معاملہ میں ہمارے واسطے دلیل راہ ہیں۔

مساوات

دنیا آج جس چیز کو تہذیب اور ترقی کی معراج کمال خیال کرتی ہے۔ وہ مساوات انسانی ہے۔ ہندوستان کی موجودہ سیاسی جد و جہد کا منتہائے خیال بھی یہی مساوات ہے۔ پیغمبر اسلام صلعم کی سوانح عمری کو اٹھا کر دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ دنیا میں انسانی مساوات کا سبق کسی اور نے نہیں دیا۔ یورپ اس زمانہ میں جس مساوات پر ناز کرتا ہے۔ وہ اسلامی مساوات کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے پیشتر ہی خیر البشرؐ فطرتاً مساوات انسانی کے سب سے بڑے حامی تھے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ہوئی۔ تو حضرت خدیجہؓ کے پاس زید نام ایک غلام تھا۔ حضرت سرور عالمؐ یہ تاب نہ لا سکے۔ کہ ایک انسان کو غلامی کی حالت میں دیکھیں آپؐ نے اپنی پیاری بی بی سے ان کو مانگ لیا۔ اور آزاد کر دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ آفتاب رسالتؐ کے طلوع ہونے کے بعد بھی حضرت زیدؓ خاصان بارگاہ نبوی میں داخل ہوئے۔ اور آپ نے اپنے ہی خاندان کی ایک لڑکی کے ساتھ ان کا عقد کر دیا۔ اور اس طرح پر وہ دودمان رسالت میں شامل ہو گئے۔ کیا دنیا میں مساوات انسانی کی اس سے بڑھکر کوئی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ سلمان۔ صہیب اور بلالؓ جو سب غلام رہ چکے تھے۔ بارگاہ نبویؐ میں ان کا مرتبہ کسی سردار قریش سے کم نہ تھا۔ تمام دنیوی کاموں میں آنحضرت صلعم دوسروں کی طرح یکساں شرکت فرماتے تھے۔ مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد جب مسجد نبویؐ تعمیر ہوئی۔ تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی دیگر صحابہ کی طرح تعمیر کے کام میں حصہ لیتے۔ اور اینٹیں ڈھوتے تھے۔ صحابہؓ نے ہر چند منت و سماجت اور اصرار کے ساتھ باز رکھنا چاہا۔ لیکن مساوات انسانی کے اس زبردست حامیؐ نے اس بات کو گوارا نہیں کیا۔ کہ اپنی ذات کے لئے کوئی امتیاز قائم کر کے آئندہ کے لئے ایک بری مثال قائم کریں۔

غزوہ بدر میں فوج اسلام کے پاس سواریاں کم تھیں۔ اس واسطے ایک اونٹ تین صحابہؓ میں مشترک تھا۔ جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ فوج اسلام کا وہ سپہ سالار اعظم بھی دیگر صحابہؓ کی طرح دو اور صحابہ کے ساتھ ایک اونٹ میں شریک تھا۔ اور باری باری سے سوار ہوتا اور پیدل چلتا تھا۔ صحابہؓ نے ہر چند چاہا۔ کہ سرور عالمؐ برابر سوار رہیں۔ لیکن اس دنیوی امتیاز اور وجاہت کے توڑنے والے نے کسی طرح اس کو گوارا نہ فرمایا۔

سرور دو عالمؐ مفلسوں اور غریبوں کے ہاں تشریف لے جاتے۔ اور ان کے ساتھ بالکل مساوات کا برتاؤ کرتے۔ مجالس میں اس طرح تشریف

فرماہوتے۔ کہ کوئی امتیازی شان پیدا نہ ہو۔ اور جب کسی مجمع میں تشریف لے جاتے۔ تو جہاں جگہ مل جاتی۔ وہیں بیٹھ جاتے۔ مغربی تہذیب کے دلدادہ آئیں۔ اور اس سید مکی مدنی سے انسانی مساوات کا درس حاصل کریں

دلداری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کسی کی دل شکنی گوارا نہیں فرماتے تھے مکہ سے ہجرت کر کے آپ جب مدینہ تشریف لائے۔ تو انصار مدینہ کے یہاں عید ہوگئی۔ ہر مشتاق دیدار جان نثاری کے واسطے پروانہ وار تیار تھا۔ اور ہر شخص کی یہ تمنا اور خواہش تھی۔ کہ محبوب رب العالمین اس کے یہاں تشریف فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اگر آپ کسی ایک شخص کو ترجیح دے کر اس کے یہاں اقامت پذیر ہونگے تو ممکن ہے۔ کہ دوسروں کی دلشکنی کا باعث ہو۔ لہذا آپ نے فرمایا۔ بھائی مسلمانو! بجائے اس کے کہ میں خود کسی صاحب کا مکان اپنے ٹھہرنے کے لئے تجویز کردں۔ میں اپنی اونٹنی کی مہار چھوڑے دیتا ہوں۔ جس مکان پر وہ ٹھیر جائے گی ہیں وہیں قیام کروں گا۔ منہ اللہ نے یہ سعادت حضرت ابو ایوب انصاری کی قسمت میں لکھی تھی۔ چنانچہ اونٹنی اُن کے سامنے آکر ٹھیر گئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں قیام فرمایا۔ اور اس طرح اہل مدینہ میں سے کسی کو شکایت کا موقعہ نہ ملا۔ آج ہم ہیں کہ اسی خلق عظیم کے غلاموں میں ہونے کا دعوے کرتے ہیں۔ لیکن حالت یہ ہے ایک کو ایک کھائے جاتا ہے۔ ؎

تا اے کہ میسر شود ایں مقام
کہ با دوستانت خلاف ست وجنگ

اتحاد کی تعلیم

مدینہ کے باشندوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قومیت کی ایسی رُوح پھونکی تھی۔ اور اتحاد و مؤانست کا ایسا سبق پڑھایا تھا۔ کہ اس کی کوئی اور مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یعنی تمام اہل مدینہ نے ایک ایک مہاجر کو اپنا بھائی بنالیا۔ اور اپنا تمام مال و اسباب اور جائداد کو بحصہ مساوی ان کو تقسیم کردیا۔ ایک ہم ہیں۔ کہ گو اسی رسول ؐ کے اُمتی کہلاتے ہیں۔ لیکن قومیت اور اتحاد ہم میں بالکل مفقود ہے۔ اور اگر کسی چیز میں ہم متفق ہیں۔ تو صرف اس میں کہ آپس میں متفق اور متحد نہ ہونگے۔ ؎

حرم پاک بھی۔ اللہ بھی۔ قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی۔ ہوتے جو مسلمان بھی ایک

اخلاق محمدی

غیر ممکن ہے۔ کہ ایک مضمون میں شہنشاہ کونین ؐ کے اوصاف اور اخلاق حمیدہ مختصر طور سے بھی بیان کئے جاسکیں۔ میرے واسطے اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ کہ ان برگزیدہ ہستیوں نے جن کو برسوں سرور عالم ؐ سے تقرب کا شرف حاصل رہا ہے۔ جن الفاظ میں اوصاف اور اخلاق محمدی کو جمع کیا ہے۔ میں اس موقعہ پر ان کو نقل کردوں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا جو ۲۵ سال تک قبل اور بعد بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفیق اور غمگسار ہیں۔ وہ اوصاف احمدی کا اس طرح بیان فرماتی ہیں۔ کہ آپ صلہ رحم کرتے ہیں۔ مقروضوں کا بار اٹھاتے ہیں۔ غریبوں کی اعانت کرتے ہیں۔ مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں حق کی حمایت فرماتے ہیں۔ اور مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں ؎

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا۔ ضعیفوں کا ماوا
یتیموں کا والی۔ غلاموں کا مولا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ اوصاف نبویؐ کو یوں بیان فرماتی ہیں:۔

"آپ کی عادت کسی کو بُرا بھلا کہنے کی نہ تھی۔ بُرائی کے بدلے میں بُرائی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ درگذر اور عفو فرماتے تھے۔ آپؐ کو جب دو باتوں میں اختیار دیا جاتا۔ تو جو آسان ہوتی۔ اس کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ میں داخل نہ ہو۔ آپؐ نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا۔ آپؐ نے نام لے کر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی۔ آپؐ نے کبھی کسی غلام کو۔ لونڈی کو۔ کسی عورت کو۔ خادم کو یہاں تک کہ کسی جانور کو بھی اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ آپؐ نے کبھی کسی کی کوئی درخواست رد نہیں فرمائی۔ الا یہ کہ وہ ناجائز ہو۔ آپؐ جب گھر کے اندر تشریف لاتے تو نہایت خنداں۔ ہنستے۔ اور مُسکراتے ہوئے۔ دوستوں میں پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ باتیں ٹھیر ٹھیر کر اس طرح کرتے۔ کہ اگر کوئی یاد رکھنا چاہے۔ تو یاد کرلے"۔ ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور داماد اور تمام عمر کے رفیق اور مونس تھے۔ وہ اخلاق محمدیؐ کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

"آپؐ خندہ جبیں۔ نرم خو۔ مہربان طبع تھے سخت مزاج اور تنگدل نہ تھے۔ بات بات پر شور نہیں کرتے تھے۔ کوئی بُرا کلمہ کبھی مونہہ سے نہیں نکالتے تھے۔ عیب جُو اور سخت گیر نہ تھے۔ کوئی ایسی بات اگر ہوتی جو آپؐ کو ناپسند ہوتی۔ تو اس سے اغماض فرماتے تھے۔ کسی کے اندر کے حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے"۔

غرض کہ دنیا کے تمام اوصاف حمیدہ اور فضائل ستودہ ذات محمدیؐ میں جمع تھے ؎

حُسن یوسف دم عیسیٰ۔ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مسلمانوں کے تنزل کی وجہ

میرا یہ راسخ عقیدہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کے تنزل اور تباہی کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی چھوڑ دی۔ اور اُن کے اُسوۂ حسنہ پر قائم نہیں رہے۔ آج بھی اگر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر چلنا شروع کردیں۔ اور جن اوصاف سے وہ ذات ملکوتی صفات متصف تھی اُن کو حاصل کرنے کی سعی کریں۔ تو دنیا کی کوئی بہبود اور فلاح ایسی نہیں ہے۔ جو ہم کو حاصل نہ ہوسکے۔

فیض رُوح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

رسول کریم ؐ کی رواداری

(از جناب مسٹر عبدالسلام صاحب بی اے سب انسپکٹر سکولز بہار)

انسان کا اپنے رشتہ داروں اور دوستوں سے احسن سلوک کرنا اس امر کا ثبوت نہیں ہے۔ کہ اس کا تعلق غیروں سے بھی اچھا ہی ہوگا۔ ہو سکتا ہے۔ بلکہ عموماً ہوتا ہے۔ کہ انسان اپنے اقربا سے غیروں کی نسبت بہتر سلوک کرتا ہے۔ بلکہ اکثر غیروں سے بُرا سلوک ہوتا ہے۔

میں مندرجہ ذیل سطور میں اس امر پر روشنی ڈالوں گا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق غیروں سے ایسا تھا۔ کہ دوسرے لوگ اپنوں سے بھی اس طرح کا تعلق نہیں رکھتے۔

(۱)

آج دنیا میں تعصب اور تنگ خیالی کی رو چلی ہوئی ہے۔ ایک مذہب والا دوسرے مذہب والے کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ آج ایک خدا اور ایک رسُول کے ماننے والوں کو بھی مسجدوں سے نکال دیا جاتا ہے۔ مندروں میں کوئی غیر ہندو داخل ہو۔ تو مندر ہی ناپاک ہو جاتے ہیں۔ یہ حالات اس وقت کے ہیں۔ جبکہ تعلیم اور شائستگی اپنے عروج کے اعلےٰ زینہ پر پہونچی ہوئی ہے۔ لیکن عرب کے سے ناکندہ تراش ملک میں تاریکی اور جہالت کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ کہ نصاریٰ کا ایک وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کے لئے مسجد میں آتا ہے۔ اس کی عبادت کا وقت ہے۔ ہر طرف تجسس کی نگاہیں دوڑاتا ہے۔ کہ کوئی جگہ عبادت کے لئے مل جائے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھکر خندہ پیشانی سے مسجد ہی میں عبادت کی اجازت دے دی۔ میں تمام مذاہب کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ اس عظیم الشان رواداری کی مثال اپنے پیشواؤں میں دکھلائیں۔

(۲)

مسجد میں دربار نبوت لگا ہوا ہے۔ کہ ایک انجان شخص مسجد کے فرش پر بیٹھ کر پیشاب کرنے لگ جاتا ہے۔ صحابہ کرام اٹھتے ہیں اور سختی سے پیش آنے لگتے ہیں۔ لیکن مجسم رحم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو منع کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ پیشاب کرنے میں مت چھیڑو جب وُہ شخص پیشاب کرچکتا ہے۔ تو اسے پیار سے سمجھاتے ہیں۔ کہ یہ پیشاب گاہ نہیں۔ عبادت گاہ ہے۔

(۳)

میں نے عموماً لوگوں کو دیکھا ہے۔ کہ غیر مذہب کے آدمی کی نعش پر فی النار والسقر پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن بانی اسلامؐ کی حالت ملاحظہ ہو۔ ایک یہودی کی نعش جا رہی ہے۔ آپؐ اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور صدمہ کے آثار آپ کے روئے مبارک پر عیاں ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں سے ایک نے استعجاب سے کہا: "یہ یہودی کی نعش ہے"۔ آپؐ نے فرمایا ہاں لیکن اس کی بھی جان تھی۔ اور جان نکلنے سے بااشد تکلیف ہوتی ہے سبحان اللہ۔ یہ رنگ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلوک کا غیروں سے۔

دعوت نامہ پیغمبر اسلام بنام ہرقل قیصر روم

(رشحات فکر جناب حکیم سید علی صاحب آشفتہ لکھنوی)

قیصر روم کہ ہرقل تھا جہاں میں مشہور
جب ہوئی اسکی ہدایت شہ دیں کو منظور

دحیہ کلبی کو ہوا حکم کہ خط لے جائیں
جسقدر جلد ہو فرمان رسالت پہنچائیں

فرض تھی بسکہ ہر ایک حکم نبی کی تعمیل
اس صحابی نے بجالانے میں خود کی تعجیل

تھیں دعائیں سفر مالک بیڑا دو ردیدے
اُڑ کے پہنچاؤں یہ فرمان۔ مجھے پر دیدے

الغرض شام کے اُس حاکم سلطانی تک
نامہ پہنچا ہی دیا حارث غسانی تک

ایک دُرِ طرۂ تاج سر قیصر تھا یہ
صوبۂ شام کا مشہور گورنر تھا یہ

ایک بڑی فتح کا تھا جشن۔ خوشی تھی مقصود
ان دنوں بیت مقدس میں تھا ہرقل موجود

لیکے حارث نے وہیں نامہ اطہر بھیجا
باصد اعزاز و تجمل سوئے قیصر بھیجا

جبکہ ہرقل نے وہ مکتوب گرامی پایا
اپنا دربار بڑی شان سے پھر سجوایا

اس میں عالم ہو کہ جاہل ہو کہ ہشیار آئے
حکم تھا عام کہ دنیا سر دربار آئے

پیشوا دین مسیحی کے بھی مدعو تھے تمام
علمار و حکمار کو بھی یہی تھے احکام

جمع جب ہو چکا دربار تو باشوکت و شان
جلوہ افروز ہوا تخت پہ پھر تو سلطان

حکم اُن کو دیا دربار میں جو تھے ناظر
ترجمانی کے لئے کوئی عرب ہو حاضر

ترجمہ کر کے عبارت کا سنانے کے لئے
لوگ دوڑے ابوسفیاں کو بلانے کے لئے

جب کھلا نامہ تو پہلے یہ عبارت پائی
حمد اللہ کی وحدت کی شہادت پائی

ترجمہ نامۂ اطہر

پھر محمد کی طرف سے ہو تجھے یہ معلوم
یعنی ہرقل کہ جو اس وقت میں ہے قیصر روم

ہے سلام اُن کے لئے صاحب اکرام جو ہیں
یعنی دنیا میں فقط پیرو اسلام جو ہیں

تو بھی اسلام میں آ گو ہر غلطانی بن
ظلمت کفر ہے تو جوہر نورانی بن

دین و دنیا میں ہے آرام تجھے چین تجھے
دے گا دو نعمتیں پھر خالق کونین تجھے

اور ضلالت سے ہدایت کو ٹھکرائے گا
کفر نعمت کی سمجھ لے کہ سزا پائے گا

دل کو اپنے نہ پھنسا ظلم کی اُفتاد و میں
کیا ہے ان شرک کی اور کفر کی بنیاد و میں

جس کا کوئی بھی ازل سے نہ مشارک نہ سہیم
یعنی وہ ذات مقدس جو ہے رحمٰن و رحیم

اُس کے آگے سر طاعت کو سر خاک جھکا
یعنی جو خالق کونین ہے در اصل خدا

خط کی بے لوث عبارت نے قیامت ڈھائی
سارے دربار پہ ایک عبرت و حیرت چھائی

پیشوا غیض میں تھے مذہب عیسائی کے
طور و انداز تھے ہر ایک میں سودائی کے

گو بھری بزم تھی اور اہل نظر کوئی نہ تھا
مگر اس جوش کا ہرقل پہ اثر کوئی نہ تھا

رکھ کے پھر تخت پہ خط اس نے کہا سفیاں سے
کیا ہر ایک بات کا تو دیگا جواب ایماں سے

سوال قیصر روم وجواب ابوسفیان عرب مترجم

س۔ یہ نبی کون ہے اور کیا ہے شرافت اسکی۔ ج۔ کہا مشہور ہے دنیا میں نجابت اسکی
س۔ اس سے پہلے کوئی گذرا ہے نبی اس گھر میں ج۔ نہیں یہ بات بھی مشہور ہے دنیا بھر میں
س۔ سلطنت اسکے گھرانے میں کسی نے کی ہے۔ ج۔ نہیں ایسی کوئی صورت بھی نہیں گذری ہے
س۔ اسکے پیرو غربا ہیں کہ ریاست والے ج۔ ہاں مساکین و فقیر اور فلاکت والے
س۔ ہے ترقی کہ گھٹے جاتے ہیں پیرو اس کے ج۔ نہیں دن رات بڑھے جاتے ہیں پیرو اس کے
س۔ جھوٹ بھی تم نے کبھی بولتے دیکھا اسکو ج۔ ہم نے سچا کوئی پایا ہے تو پایا اسکو
س۔ کبھی بد عہدی و پیمان شکنی کی اس نے ج۔ نہیں جو بات کہی کی ہے وہ پوری اس نے
س۔ تم سے اس سے کبھی میداں میں چلی ہے تلوار ج۔ اس سے ہاں جنگ و جدال ہم سے ہوئی اکثر بار
س پھر ہوا جنگ کا آخر میں نتیجہ کیسا ج۔ کبھی اپنے تو کبھی اسکے موافق نکلا
س اسکے اخلاق ہیں کیا خیر سے تعلیم ہے کیا ج۔ کچھ نہیں طاعت و عبدیت و وحدت کے سوا

سُن کے قیصر نے کہا ہاں وہ نبی ہے برحق
مرسل خاص خدا حق کا ولی ہے برحق

یوں نہ اس کفر کی دنیا میں پریشاں ہوتا
پاؤں دھو دھو کے میں پیتا جو کہیں ہاں ہوتا

نور ایماں سے مگر قلب منور نہ ہوا
پھر بھی آشفتہ مسلمان وہ کافر نہ ہوا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی

(از جناب چودھری ظفر اللہ خان صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لا۔ لاہور)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سیرت کا ہر پہلو ہی پیارا اور دلکش ہے۔ لیکن جو بات آپ کی پاک سیرت میں مجھے خصوصیت سے پیاری معلوم ہوتی ہے وہ آپ کی سادگی ہے۔ آپ کی طبیعت ہر قسم کے تصنع اور تکلف سے پاک تھی جس کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ جہاں ایک طرف آپ کی بے ساختہ اور سادہ روش ہر اس شخص کے دل پر جسے آپ کی صحبت سے کچھ حصہ بھی میسر آجاتا تھا۔ گہرا اثر کئے بغیر نہ رہتی تھی۔ وہاں دوسری طرف اسکے نتیجہ میں آپ کی اُمت کے ہر طبقہ کے لئے آپ کے اسوۂ مبارک پر عمل کرنا نہایت درجہ آسان ہو گیا +

آپ کا لباس۔ آپ کی خوراک۔ آپ کا طرزِ کلام۔ غرض آپ کی تمام معاشرت اتم درجہ سادگی اور بے تکلفی اپنے اندر رکھتی تھی۔ غریب سے غریب اور عاجز سے عاجز انسان بلا تکلف آپ کے دربار میں حاضر ہو کر اظہارِ مدعا کر سکتا تھا۔ آپ ہر طبقہ کے آدمی کی دعوت قبول فرما لیتے تھے۔ اور جس قسم کا کھانا آپ کے سامنے رکھا جائے۔ اُسے بطیب خاطر تناول فرما لیتے آپ کے گھروں میں جسمانی آرام و آسائش کا کوئی سامان نہیں تھا۔ اور سامانِ زیبائش کی تو نوبت ہی نہیں آسکتی تھی۔ آپ کو کسی قسم کے کام سے عار نہیں تھی۔ ہر قسم کا کام اپنے ہاتھ سے خود سرانجام فرما لیتے تھے اور محنت میں راحت محسوس فرماتے تھے +

آپنے اوائل عمر میں ایک ملازم کی حیثیت سے تجارت بھی کی۔ مکی زندگی میں قریش کی حکومت کے ماتحت بطور رعایا کے ایک فرد کے زندگی بسر کی۔ بوجہ رتبہ نبوت آپ اپنی امت کے رُوحانی بادشاہ بنائے گئے۔ اپنے ابنائے وطن پر آپ کو سیاسی حکومت بھی عطا کی گئی۔ لیکن ہر حالت میں بحیثیت ملازم اور بحیثیت آقا بحیثیت رعایا۔ اور بحیثیت بادشاہ آپ نے کمال سادگی اور انکسار سے زندگی بسر کی۔ اور اپنے قول اور عمل سے سادگی کا کامل نمونہ اپنی اُمت کیلئے قائم کیا +

مدنی زندگی میں جب روحانی پہلو سے آپ افضل الانبیاء۔ اور دنیاوی پہلو سے ایک با اختیار بادشاہ تسلیم کئے جاچکے تھے۔ آپ گھر کے کام کاج میں اپنی بی بیوں کا ہاتھ بٹاتے تھے اور گھر کے سامان کی مرمت کر لیا کرتے تھے۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت آپ اپنے اصحاب (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ شامل ہو کر سامانِ عمارت اپنے مبارک ہاتھوں سے اُٹھا کر لاتے رہے، اور تعمیر مسجد میں اپنے اصحابؓ کے ساتھ برابر حصہ لیتے رہے +

بیان کیا جاتا ہے کہ اس موقعہ پر آپ صرف تہ بند باندھے ہوئے تھے اور جب آپ مٹی کی ٹوکری اٹھا کر لے جاتے تھے تو کچھ مٹی گر کر آپ کے جسم مبارک سے چمٹ جاتی تھی۔ جنگ خندق کے موقعہ پر آپ اپنے اصحابؓ کے ساتھ شامل ہو کر خندق کھودنے میں مصروف رہے +

آپ کی تعلیم اور آپ کے کلام میں بھی اسی سادگی اور بے تکلفی کا ثبوت ملتا ہے۔ ایک شخص کے سوال پر کہ سب سے اچھا انسان کون ہے آپ نے فرمایا تم میں سے سب سے اچھا وہی شخص ہے جو اپنے گھر کے لوگوں کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرے۔ بظاہر یہ ایک نہایت ہی سادہ جواب ہے، جو سننے والے کے ذہن میں آسانی سے آسکتا ہے اور جس پر وہ نہایت آسانی سے عمل شروع کر سکتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی نہایت ہی پُرحکمت جواب ہے کسی شخص کے اخلاق کے پرکھنے کا اعلیٰ سے اعلیٰ معیار یہی ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں کی صحبت میں وہ اپنے اوقات کا اکثر حصہ بسر کرتا ہے۔ اُن کے ساتھ اس کا سلوک کیسا ہے۔ ایک انسان تکلف اور تصنع کے ساتھ کسی خاص وقت میں کسی خاص شخص یا کسی خاص طبقہ پر اچھا اثر پیدا کر سکتا ہے لیکن جب تک اسکی تمام زندگی کی عمارت اعلےٰ اخلاق کی بنیاد پر قائم نہ کیگئی ہو۔ وہ ان لوگوں پر حقیقی طور پر اچھا اثر پیدا نہیں کر سکتا جنکے درمیان اسکی روزانہ زندگی کے اوقات بسر ہوتے ہیں۔ اگر آپکی تعلیم یا آپکے کلام میں نعوذ باللہ کسی قسم کا تصنع ہوتا۔ تو اس سوال کا جواب یہ دیا جاتا۔ کہ سب سے اچھا انسان وہ ہے جو سب سے زیادہ عبادتیں کرتا ہے۔ یا سب سے زیادہ خیرات دیتا ہے۔ لیکن چونکہ آپکی تعلیم تمام تر اخلاص اور حکمت پر مبنی تھی۔ اس لئے آپنے نہایت بے ساختگی سے وہ جواب دیا۔ جو بظاہر بالکل سادہ لیکن حقیقت میں ایک ہی صحیح جواب اس سوال کا ہو سکتا تھا جس شخص کی زندگی اس اصول پر قائم ہو چکی ہو کہ اس کا برتاؤ اپنے روزمرہ کے اردگرد والوں کے ساتھ حقیقی اخلاق کا نمونہ ہو۔ وہ زندگی کے کسی شعبہ میں کوئی اخلاقی کمزوری نہیں دکھا سکتا +

غرض آپکی مبارک زندگی کے ہر پہلو میں تواتر اخلاص۔ سادگی اور بے تکلفی نظر آتی ہے اور آپنے اپنی امت کے لئے اور ہر اس شخص کیلئے جو آپکی زندگی کے حالات کا مطالعہ کرنیکی کوشش کرے ایک ایسا نمونہ چھوڑا ہے جس پر عمل کرکے ہر طبقہ کا....

ہم اُٹھ کے نہ جائینگے ترے در سے کہیں اور

(رشحات فکر لسان الملک حضرت ریاض خیرآبادی)

(خاص الفضل کے خاتم النبیین نمبر کے لئے)

ہے عرش بریں اور مدینے کی زمیں اور — اللہ یہاں کے ہیں مکاں اور مکیں اور

اُٹھ اُٹھ کے چلے ساتھ کئی طور نشیں اور — جاتے ہیں جو کعبے کو وہ جائینگے کہیں اور

آخر تجھے کس بات کا دعویٰ ہے زلیخا — تو کوئی دکھا دے مرے یوسف سا حسیں اور

ہے عرش بریں فرش رہِ گنبدِ خضرا — میری ہے جبیں اور فرشتوں کی جبیں اور

دونوں ہیں مقام ایک مکاں ایک مکیں ایک — کعبے سے کوئی جا کے مدینے میں نہیں اور

بدلوں دلِ پُرداغ سے کیا مُہرِ سلیماں — وہ نقش و نگیں اور ہے یہ نقش و نگیں اور

سیدھا سا مسلماں ہوں سمجھتے ہیں نہ بُت بھی — ملت نہ کوئی اور نہ میرا کوئی دیں اور

دل دن ہوئی جاتی ہے جو نزدیک قیامت — وعدے کی وفا کا مجھے ہوتا ہے یقیں اور

مُنہ پونچھ کے کہتا وہ مرا شیخ حرم سے — ہاں نام سے زمزم کے ذرا قبلۂ دیں اور

تربت ہو قیامت ہو جہنم ہو کہ جنت — ہم اُٹھ کے نہ جائینگے ترے در سے کہیں اور

اب کھول دیں آنکھیں شرف سجدۂ در نے

ہیں اپنی نگاہوں میں ریاض آج ہمیں اور

سرورِ دوجہاں کا تعلق بوڑھوں سے

(از جناب شیخ عبدالرحیم صاحب سابق سردار جگت سنگھ قادیان)

زمین و آسمان کا خالق رحمان و رحیم ہے۔ اس کی ذات رحم کا منبع ہے۔ اس کے صفات میں کمزوروں کی پرورش کے لئے بڑی وسعت ہے۔ اور دائمی احسان اس کا شیوہ ہے۔ انسان کچھ نہ تھا۔ پھر کمزور شکل میں نمودار کیا گیا۔ اور اپنی اجل مسمّٰی کے وقت بوڑھا۔ شیخ اور کمزور ہو جاتا ہے۔ چونکہ خدا تعالےٰ ہی کمزوروں کا پرورش کنندہ اور دستگیر ہے۔ اس لئے وُہ اپنے قائمقام فی الارض مرسلین کے اخلاق میں احسن سے احسن رنگ میں ان صفات کو جمع کر دیتا ہے۔ چونکہ وُہ خود ارحم الراحمین ہے۔ اسلئے زمین میں بھی ارحموا من فی الارض کے احکام کا اجراء فرماتا ہے۔ اور جس طرح زمین و آسمان کے قیام کی بُنیاد یہی رحم پر ہے۔ اسی طرح اس کا انتہا بھی رحم پر ہی ختم ہو کر ایک قسم کی غائت میں منتہی ہو جاتا ہے ؛

بعثت رسُول کا زمانہ

دنیا میں جور و ستم کے زمانے میں جبکہ اخلاق میں حد درجہ کی درشتی پیدا ہو جاتی۔ دلوں میں دوسروں کے لئے نرمی اور ترحم کی لہریں کبھی اور کسی طرح بھی اُبھرنے کا نام نہیں لیتیں۔ یہی زمانہ کسی ایسے رسول کی بعثت کا ہُوا کرتا ہے۔ جس کے اخلاق میں جس کے عادات میں نہایت ہی اعلےٰ درجہ کے اخلاق کریمہ صحیح توازن کے ساتھ رکھ دئے جاتے ہیں۔ انہی اخلاق کی تعلیم سے دنیا میں اخوت اور مروّت۔ نرمی اور رحم۔ عدل اور احسان کے جذبات طبائع میں جاگزین ہو کر مخلوقات کے ہر چھوٹے بڑے حصہ میں امن و آسائش۔ آرام و اطمینان۔ لطف و سرور پیدا کر دیا کرتے ہیں ؛

اخلاق فاضلہ

چنانچہ آنحضرت سرور کائنات فخر الاولین و الآخرین اپنے اخلاق فاضلہ میں جو خواہ انسان کے کسی شعبۂ زندگی سے متعلق ہوں۔ نمایاں طور سے ایک ممتاز شخصیت رکھتے ہوُئے نظر آتے ہیں۔ بشرطیکہ آپؐ کے اخلاق کا نہایت ہی انصاف اور حق پسندی سے بغور مطالعہ اور مقابلہ کیا جائے۔ وُہ اخلاق آپؐ میں پیدا کئے گئے۔ جن میں رب العالمین کی رحیمانہ صفات کی چمک پورے طور سے اپنا انعکاسی رنگ دے کر انسانی زندگی کے مختلف حصوں میں دکھاتی اور ایک قسم کا نور پیدا کرتی ہے۔ اور حقیقی منعم کا بندۂ احسان ہونا۔ ماں باپ کو ان کا حق دینا۔ محسن کے ساتھ احسان سے پیش آنا۔ کمزور کے لئے سہارا بننا۔ حقدار کو اُس کا حق دلانے کی کوشش کرنا حتیٰ کہ اغیار کے ساتھ بھی خدا تعالےٰ کی رحمان صفت کو مدنظر رکھتے ہوُئے بلا مبادلہ ایثار اور سلوک کرنا اخلاقی حصہ میں یہ وہ بڑے ضروری اخلاق ہیں۔ جن پر دوسرے تمام اخلاق بطور محوری گردش کے گھومتے اور چکر لگاتے ہیں ؛

ماں باپ کے متعلق حکم

دنیا میں انسان پر بڑی نازک گھڑی اُسوقت آتی ہے۔ جب اس پر بڑھاپا آتا ہے۔ اس وقت طاقتیں جواب دے چکتی ہیں۔ خون پتلا پڑ جاتا ہے۔ دل کی حرکت کمزور ہو جاتی ہے۔ احساسات بہت نازک ہو جاتے ہیں۔ اور اعصاب میں اضطرابی حرکت بڑھ کر پیدا ہو کر خطرناک صورت نمودار ہونے کا اندیشہ لاحق ہو جاتا ہے ایسی حالت کے متعلق خدا تعالےٰ کا یہ حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنایا۔ امّا یبلغنّ عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اُفٍّ ولا تنھرھما وقل لھما قولاً کریماً ہ واخفض لھما جناح الذُلّ من الرحمۃ وقل ربّ ارحمھما کما ربّیانی صغیراً ہ واما تعرضنّ عنھم ابتغاء رحمۃٍ من ربک ترجوھا فقل لھم قولاً میسوراً ہ نیز صاحبھما فی الدنیا معروفاً ہ

کہ اگر تیرے ماں باپ یا ایک ان میں سے یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو خواہ وہ کتنی ہی تیری طبیعت کے خلاف کوئی بات کریں۔ تم انہیں اُف کہکر بھی آزردہ خاطر نہ کرو۔ اور خبردار جھڑکنے تک کبھی نوبت نہ آئے۔ جب اُن سے بات کرو۔ ملائمت سے کرو۔ اور ہمیشہ رحم نرمی اور سہولت کے ساتھ اُن سے برتاؤ کرو۔ یہی نہیں۔ بلکہ ان کے لئے دعا مانگتے رہا کرو۔ کہ الہٰی ان پر اپنا رحم کر۔ جب میں کمزور تھا تو میری پرورش ان کے رحم پر منحصر تھی۔ ہاں ان کی اطاعت میں اگر خدا تعالےٰ کی رحمت ہاتھ سے جاتی ہو۔ تو عقیدۃً بے شک اُن سے الگ ہو جا۔ لیکن پھر بھی علیحدہ ان سے سہُولت کا ہی معاملہ رکھ۔ اور معروف کے مطابق ان کا ساتھ دیتا رہ ؛

پھر آپؐ فرماتے ہیں:۔ ان اشکرلی ولوالدیک۔ دیکھ محسن منعم کے انعاموں اور اس کے احسانوں پر شکر گذاری کیا کر یعنی یہ کہ ماں باپ کی اطاعت کر۔ ان کا دعاگو رہ۔ اپنے مال سے اپنی محنت سے ان کی خدمت کر۔ اور کوئی کلمہ ایسا مُنہ سے نہ نکال جس میں ان کی خدمت کی ملونی ہو۔ بلکہ ان کے متعلق ہمیشہ کلمۃ التعریف سے اپنی زبان تر رکھ ؛

یہ کس قدر حسن سلوک کی تاکید ہے۔ اُن کے متعلق جو چراغ سحری کی طرح اپنے آخری دنوں میں ہر طرح مدد اور سہارے کے محتاج ہوتے ہیں ؛

جنت ماں کے قدموں کے نیچے

پھل یا ثمر جب پختہ ہو جاتا ہے۔ تو وہی وقت اُس کی خوبی۔ اس کے کمال اور اس سے فائدہ اٹھانے کا ہوتا ہے۔ جو اس وقت قدر نہیں کرتا۔ وُہ نقصان اٹھاتا ہے۔ انسان بھی جب معمر ہو جاتا ہے۔ تو ایک قیمتی چیز بن جاتا ہے۔ اس کی زندگی کی آخری گھڑیاں خدا تعالےٰ کی رحمت کی عجیب طرح جاذب ہوتی ہیں۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔ جو اُن کو بوڑھاپا پاتا اور ان کی خدمت کر کے جنت میں نہیں جاتا۔ اس پر افسوس ہے ؛

بوڑھوں کی دلجوئی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوڑھوں کی دل جوئی کے لئے اُن کی اُمنگ کو قائم رکھنے کے لئے۔ ان کے دل سے مایوسی کو ہٹانے کے لئے ہر رنگ میں ان کی خبر گیری کی ہے۔ بال سفید ہوں چہرے پر بڑھاپے کے علامات نمایاں ہوں۔ طاقت جواب دے چکی ہو۔ موت کا نقشہ ہر وقت نظروں کے سامنے رہے۔ تو فی الواقعہ زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو خضاب لگانے اور ان کا رنگ بدلنے کی تاکید فرمائی ہے تا ہر طرف سے کمزوری اور بے ثباتی کو یاد دلانے والی ہوا کی لہریں بوڑھوں کے دل کو بالکل ہی ٹھنڈا نہ کر دیں۔ اور کمزور بوڑھے کو فوری شکست دینے کا باعث نہ بن جائیں ؛

بوڑھوں کے خاص حقوق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بات کرنے میں۔ امامت کے حق میں۔ کچھ دینے دلانے میں۔ ماں باپ کی خدمت کرنے میں۔ جبکہ وُہ بوڑھے ہوں۔ اور ان کے لئے جہاد تک سے روکنے میں ایک عجیب راز منکشف فرمایا ہے۔ اور وُہ یہ کہ ھل تنصرون و ترزقون الّا بضعفائکم۔ نہیں تم مدد دئے جاتے۔ اور نہ ہی رزق دئے جاتے ہو۔ مگر اپنے کمزوروں کی وجہ سے۔ یعنی کمزوروں اور بوڑھوں کی خدمت کر کے ان پر احسان نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی وجہ سے خدا تعالےٰ سے بہت کچھ حاصل کرتے ہو ؛

ایک حکایت یوں بیان فرماتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہ طور پر مناجات کے لئے ایک دفعہ جب دست بدعا ہوئے۔ تو ارشاد ہوُا۔ ذرا سنبھل کر بات کرنا۔ اب تمہاری وُہ بوڑھی ماں نہیں رہی۔ جو تمہاری اکثر دھینگا مشتیوں پر میرے سامنے گڑگڑا کر بار بار تمہارے لئے سفارشیں کیا کرتی تھی ؛

اللہ اللہ کیا ہی پاس تھا سفید بالوں اور کمزور ہاتھوں کا۔ اسی وجہ سے آپ نے بہت بوڑھوں کو جنگ میں بھی قتل کرنے سے روکدیا۔ پس اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ بوڑھوں کے آخری دن رشتہ داروں۔ قریبیوں اور قوم کے حق میں نہایت ہی مفید دن ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی سعید ان کی قدر کرے ؛

خدا تعالےٰ کے رحم کو جذب کرنے کا ذریعہ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر فرماتے ہیں۔ تین شخص مینہ سے ڈر کر ایک غار میں جا گھُسے۔ اتفاقاً ایک پتھر ایسا لڑھکا جس سے غار کا منہ بالکل ہی بند ہو گیا۔ اب تینوں گھبرائے۔ اور اپنی نجات کے لئے ہر ایک نے اپنے اچھے اعمال کو شفیع ٹھیرا کر بارگاہ ایزدی میں نہایت ہی عاجزی سے دعا کی۔ ان میں سے ایک کا ذکر ہم کئے دیتے ہیں۔ جسے ہمارے مضمون سے تعلق ہے۔ اس نے دُعا کی۔ اے الہٰی تو خوب جانتا ہے۔ کہ میرے ماں باپ بہت بوڑھے

ہر شام کو جانور چرا کر لاتا تھا۔ تو دُودھ دوہ کر پہلے انہیں پلایا کرتا تھا۔ لیکن ایک دن مجھے دیر ہو گئی۔ میں بہت رات گئی گھر پہونچا۔ تو میرے ماں باپ سو گئے تھے۔ میں نے دُودھ پیالے میں بھرا۔ اور ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ ہر چند بچوں نے مارے بھوک کے میرے پاؤں پر لوٹنا اور بلبلانا شروع کیا۔ مگر میں نے ان بوڑھوں کو سب پر مقدم رکھنا پسند کیا۔ اور ساری رات ان کے سرہانے کھڑا رہا۔ حتےٰ کہ وُہ خود ہی صبح کو بیدار ہوئے۔ اور میں نے انہیں وُہ دودھ پلایا۔ پس اے میرے رحیم آقا اگر میں نے یہ کام تیرے خوش کرنے کے لئے کیا ہے۔ تو پتھر ہٹا دے۔ چنانچہ پتھر سرک گیا۔

اس بیان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت لطیف پیرایہ میں ماں باپ کی خدمت گذاری کو خدا تعالےٰ کے فضل اور رحم کو جذب کرنے کا ذریعہ بتایا ہے۔ اور سمجھایا ہے۔ کہ بوڑھوں کی خدمت کرنا زندگی کے قیام کا باعث۔ مشکلات اور آفات کے وقت آڑے آنے والی ڈھال خدا تعالےٰ کی رضامندی کا ذریعہ۔ اور اپنی خوشحالی کا موجب ہے۔ جزاءً وفاقاً کے لحاظ سے بھی یہ فعل بہرصورت مفید ہی مفید ہے۔ کیونکہ جو جوان کسی بوڑھے کی اُس کے بڑھاپے کے ایام میں خدمت کرتا ہے۔ وہ اپنے بڑھاپے میں ضرور ہی ایک ایسا خادم پاتا ہے۔ جو اُس کی بھی اس وقت ویسی ہی خدمت واطاعت کرتا ہے (حدیث ترمذی) اسی طرح آپؐ فرماتے ہیں۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا۔ اور ہمارے بڑوں کا شرف نہیں پہچانتا۔ (ابو داؤد و ترمذی)

بوڑھوں کا اکرام

رسول کریم صلی اللہ وآلہ وسلم نے بوڑھوں پر رحم کرنے۔ ان کی عزت کرنے۔ ان کا شرف پہچاننے۔ اور ان کا اکرام قائم کرنے کیلئے فرمایا۔ خدا تعالےٰ نے بوڑھے مسلم کے اکرام کو اپنے ہی اجلال سے مشابہت دی ہے۔ یعنی جو بوڑھے کی عزت اور بڑائی کو پہچانتا ہے۔ وہ گویا خدا تعالےٰ کے اجلال کرنے سے حصہ لیتا ہے۔ جیسا کہ آپؐ فرماتے ہیں من اجلال اللہ تعالےٰ اکرام ذی الشیبۃ المسلم۔ الیٰ آخرہٖ (ابو داؤد)

انک لعلیٰ خلق عظیم کے لحاظ سے تو یہ بات بالکل صاف ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اپنے اخلاق سے یہی سکھلایا ہے۔ کہ وُہ جو خاندان کے مورث تجربہ کار عمر رسیدہ اور سب کے بچپن سے محسن رہ چکے ہوں۔ ان کے آخری دنوں میں ضرور ہے۔ کہ وہ اچھی طرح سے اور عزت واحترام سے رکھے جائیں۔ مگر عقلاً بھی یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ وُہ جو اپنے خُون کو پسینہ کی طرح بہا کر۔ تو ں گھر کے چھوٹوں بڑوں کا خادم بنا رہا ہو۔ وہ جب آخری عمر کو پہونچ جائے۔ جب اس کے ہاتھ پاؤں کانپتے ہوں۔ اس کی ٹانگیں لڑکھڑاتی ہوں۔ اس کی گردن بھی اس کے سر کو پوری طرح سہارا دینے سے عاجز ہو۔ وہ جس کے دل ودماغ میں ہر قسم کی کمزوری پیدا ہو چکی ہو۔ اس کے آرام وآسائش کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے۔

انسانی کمال کیونکر حاصل ہو سکتا ہے

یہ بالکل سچ اور نہایت ہی درست اور بجا ہے۔ کہ جب تک انسان آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کا خوشہ چین نہ بنے ہو تب تک نہ تو خدا تعالےٰ کے ہی حقوق کما حقہٗ ادا کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی کسی بڑے بوڑھے اور چھوٹے بڑے کے حقوق کی ادائیگی میں اسے کامل دسترس اور آگاہی حاصل ہو سکتی ہے۔ پس نہایت ضروری ہے۔ کہ ہم سب آپ کے دامن سے وابستہ ہو کر وہ انسانی کمال حاصل کریں۔ جو خالق اور اس کی مخلوق کے حقوق میں صحیح توازن اور تناسب پیدا کر کے ہماری اس دنیا اور آخرت کی ہر قسم کی خوشحالی کا ذریعہ ہے۔ اور خدا تعالےٰ کی کامل رضامندی اور اس کی پوری خوشنودی کا دائمی طور سے ہر طرح ہمیں اہل بنا سکتا ہے۔ ورنہ انسان کہلانا سخت مشکل اور خالق کی رضامندی حاصل کرنا ناممکن ہے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانبیاء والمرسلین۔

رُوحانی شہنشاہ

(از جناب بھگت سائیں داس صاحب ایڈووکیٹ کومری)

دنیاوی بادشاہت اگر جسم پر حکومت کرتی ہے۔ تو بلاشبہ روحانی بادشاہ جنہیں ہم رشی۔ منی۔ پیغمبر اور اوتار کہتے ہیں۔ انسانوں کے دلوں پر قبضہ رکھتے ہیں۔ اور اگر خدانخواستہ روحانی بادشاہت دنیا میں کسی وقت نہ رہے۔ تو یقیناً دنیاوی بادشاہت بھی مٹ جائے۔ اور سنسار میں ایک طوفان بے تمیزی برپا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ کرشن جی گیتا میں فرماتے ہیں:۔ جب لوگ دھرم کو چھوڑ کر ادھرمی ہو جاتے ہیں۔ تو میں اوتار لیتا ہوں۔ اور اسی لئے پرماتما وقتاً فوقتاً ضرورت پر ایسے مہا پرشوں کو دنیا میں بھیجتا رہتا ہے۔ جو آ کر لوگوں کو امن وراستی کا سبق دیتے ہیں۔ سری رام چندر جی مہاراج۔ بھگوان کرشن جی۔ گورو نانک دیو جی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ یہ سب روحانی بادشاہ تھے۔ اور مجھے کہنے دو۔ ایک ان میں روحانی شہنشاہ بھی تھا۔ جس کا پوتر نام محمدؐ ہے۔ جس کے معنی ہی مہاکئے گئے کے ہیں۔ اور جس کی پوتر لائف کے متعلق مجھے کچھ کہنا ہے۔

اس میں شک نہیں۔ کہ ہر ایک ریفارمر نے دنیا میں آ کر بہت کچھ کیا۔ مگر حضرت محمدؐ صاحب نے دنیا پر اس قدر احسان کئے۔ جن کی مثال نہیں ملتی۔ عرب قوم جس جہالت میں گری ہوئی تھی اور کام۔ کرودھ۔ موہ۔ ہنکار میں پھنسی ہوئی تھی۔ خیال تھا۔ کہ یہ کبھی نہیں اٹھ سکتی۔ مگر حضرت محمدؐ صاحب کی تعلیم کا اثر سمجھو۔ یا آپ کی روحانی طاقت کی شکتی کہہ لو۔ کہ اس مردہ قوم میں جان پڑ گئی۔ اور نہ معلوم حضرت نے ان میں کیا پھونک دیا۔ کہ وہ جنگلی دنیا کے بادشاہ بن کر بنی نوع انسان کو تہذیب کا سبق دینے لگے۔ بعض ناواقف کہہ دیتے ہیں۔ کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ مگر ان لوگوں کو یہ بھی بتانا چاہئیے۔ کہ وہ تلوار کے دھنی حضرت محمدؐ صاحب نے کہاں سے پیدا کر لئے۔ جنہوں نے بھارت ورش سے لے کر سپین تک تہلکہ مچا دیا۔ پس یہ صحیح نہیں۔ کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔

اس کلجگ کے زمانہ میں گو لوگ خدا کو بھی جواب دے رہے ہیں اور مذہب سے دُور ہو رہے ہیں۔ مگر زمانہ ان کو آہستہ آہستہ محمدؐ صاحب کی تعلیم پر لا رہا ہے۔ ایک وقت تھا جب تعدد ازدواج پر اعتراض کئے جاتے تھے۔ مگر اب لوگ محسوس کر رہے ہیں۔ کہ بعض حالتوں میں اس کے بغیر گذارہ نہیں۔ طلاق پر نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ مگر دنیا اس کی ضرورت کو سمجھ کر اسے قبول کر رہی ہے۔ بلکہ حکومتوں سے قانون پاس کرائے جا رہے ہیں۔ اسی طرح بدھوا بواہ کی تعلیم سب سے پہلے اسلام نے ہی دی۔ جس کی پیروی آج ہندوستان میں بھی ہو رہی ہے۔ اس قسم کی بہت باتیں ہیں۔ جن کو پہلے بُرا خیال کیا جاتا تھا۔ اب انہیں قبول کیا جا رہا ہے۔ پس میں کہونگا۔ کہ حضرت محمد صاحب کی تعلیم کے پرچار نے دُنیا کو بہت لابھ پہونچایا۔

حضرت محمدؐ صاحب نے ایک بہت بڑا احسان جو تمام مذاہب کے پیرووں پر کیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ آپ نے آ کر اپنے سے پہلے تمام آنے والے مہا پرشوں کی تصدیق کر کے امن کا دروازہ کھول دیا۔ آپ نے کروڑہا مسلمانوں کو یہ سکھلا دی کہ ہر ملک اور ہر قوم میں ریفارمر ہوتے آئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ اگر یہی طریق سب لوگ اختیار کریں۔ تو آج دُنیا کے جھگڑے اور فساد مٹ سکتے ہیں۔ میں خوش ہوں۔ کہ ہماری قوم میں ایسے بہت لوگ ہیں۔ جو حضرت محمدؐ صاحب کے مشن کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور آپکی تعلیم کے اثر کو محسوس کرتے ہیں۔ اگرچہ ہر مذہب کے لوگوں نے آپ کے متعلق بہت ہی اچھی آراء دی ہیں۔ مگر میں چند ایک اپنے ہندو بھائیوں کے خیالات کا اظہار کرتا ہوں۔

پروفیسر رام دیو صاحب بی اے فرماتے ہیں:۔ "شروع میں حضرت محمدؐ صاحب کے صرف تیس معاون ومددگار تھے۔ ان کی جاتی قریش ان کی سخت مخالف تھی یہاں تک کہ آخر انہیں مکہ سے بھاگ کر مدینہ جانا پڑا۔ لیکن مدینہ میں بیٹھے ہوئے محمدؐ صاحب نے ان میں جادو کی بجلی بھر دی وہ بجلی جو انسانوں کو دیوتا بنا دیتی ہے۔"

مہاتما گاندھی جی فرماتے ہیں:۔ "میں جُوں جُوں اس حیرت انگیز مذہب کا مطالعہ کرتا ہوں۔ حقیقت مجھ پر آشکارا ہو جاتی ہے۔ کہ اسلام کی شوکت تلوار پر مبنی نہیں بلکہ اسکے خلفائے ادلین کی قوت برداشت انکی قربانی اور بزرگی پر منحصر ہے۔"

ڈاکٹر گوکل چند صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی بیرسٹر ایٹ لاء لاہور لکھتے ہیں:۔ "غیر تربیت یافتہ اہل عرب میں جب رسول عربی کی تعلیم نے نئی رُوح پھونک دی۔ تو ساری مغربی دنیا کے استاد بن گئے۔"

لالہ لاجپت رائے صاحب نے ایک بار لاہور میں لیکچر دیتے ہوئے فرمایا:۔ "میں مذہب اسلام سے محبت رکھتا ہوں۔ اور اسلام کے پیغمبر کو دنیا کے بڑے مہا پرشوں میں سمجھتا ہوں۔"

مسز اینی بیسنٹ نے ایک دفعہ لکھا تھا۔ "پیغمبر اعظم کی جس بات نے میرے دل میں ان کی عزت وبزرگی قائم کی ہے۔ وہ ان کی وہ صفت ہے جس نے ان کو ان کے ہموطنوں سے الامین کا خطاب دلوایا۔"

غرض ہندو مذہب کے اکثر مرد اور عورتوں نے آپ کی مہمانی نہ صرف نثر میں بلکہ نظم میں آپ کے گیت گائے۔ لالہ لال چند صاحب فلک۔۔۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مدبّر کی حیثیت میں

از جناب مولوی محمد دین صاحب بی۔ اے۔ قادیان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں ساڑھے تیرہ سال بت پرستوں کے دور دورہ میں ایک اعلیٰ درجہ کے شہری ثابت ہونیکے باوجود جب وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ تو آپ مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔

غیر مسلموں سے معاہدات

آپ نے دیکھا کہ آپ کو تمام دنیا سے مقابلہ ہے۔ دشمنانِ عرب بت پرستوں کے علاوہ یہود و نصاریٰ تھے جن کے تعلقات بیرونی دنیا سے بہت مستحکم تھے۔ آپ کے پیشِ نظر تھے۔ آپ یہ نہ چاہتے تھے کہ آپ کے اور آپکے خدام دیگر مسلمانوں کے ذریعہ کسی کو نقصان یا اذیت پہنچے بلکہ آپ چاہتے تھے کہ عام طور پر لوگ دنیاوی فلاح درا حت آپکے ذریعہ حاصل کریں۔ اس لئے دشمنوں کی ایذا سے محفوظ رہنے کیلئے اور مسلمانوں کی جمعیت کو استحکام و تقویت دینے کے لئے پہلا کام جو آپ نے مدینہ آکر کیا وہ یہ تھا کہ یہود و نصاریٰ اور دیگر بت پرستان مدینہ و مضافات سے معاملات کئے۔ آپ کو انکے اندرونی معاملات سے نہ کوئی تعلق تھا۔ اور نہ تعرض۔ آپکی غرض یہ تھی۔ کہ اس طرح کی جمہوریت کے قائم ہو جانیسے جہاں دیگر اقوام عرب کو فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ وہاں مسلمانوں کی چھوٹی سی جمیعت بھی امن و امان سے زندگی بسر کر سکتی تھی۔ اس لئے سب سے بہتر صورت ایسے حالات میں جو عملاً دیکھی جاتی ہے۔ اور جس کا دنیا تجربہ کر چکی ہے وہ فیڈریشن کا طریق ہے چنانچہ آپ نے وہی طریق اختیار کیا۔ اندرونی معاملات میں دیگر گروہوں کو کامل آزادی دیتے ہوئے صرف امور خارجہ آپ نے ہاتھ میں لے لئے اور آپس میں اس قسم کے معاہدات کر لئے کہ بصورت حملہ از طرف غیر اقوام تمام معاہدین کا فرض ہوگا کہ ایک دوسرے کی امداد کریں۔ یہ ایک ایسی تدبیر تھی کہ آپ کے دشمنان خاص کر یہود کو بھی بظاہر اس سے انکار نہ ہو سکتا تھا کیونکہ آپ انکے اندرونی معاملات سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے اور نہ ہی کسی قسم کا تعرض کرنا چاہتے تھے چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے بیرونی و اندرونی دشمنوں کے حوصلے پست

ہونے شروع ہو گئے۔ کسی کو یہ جرأت نہ پڑتی تھی کہ یونہی آپ پر حملہ کر دے۔ ساتھ ہی آپ نے گرد و نواح کی اقوام و قبائل سے رابطہ و اتحاد پیدا کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آپ کے اور مسلمانوں کے اور آپ کے اس جمہوری انتظام کے جو آپ نے مدینہ میں قائم کیا بہت سے مداح و حلیف و مددگار پیدا ہو گئے۔ اس میں کوئی تمیز نہ تھی آیا یہ حلفا بت پرست ہیں۔ عیسائی ہیں یا یہود۔ صرف دوستانہ رابطہ و اتحاد اقوام عرب میں پیدا کر لیا گیا۔

یہودیوں کی بدقسمتی

مدینہ کے یہود کی بدقسمتی تھی کہ انہوں نے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت و اثر کا حسد کرتے ہوئے معاہدہ شکنی اور خلاف ورزی شروع کر دی اور مسلمانوں کے قتل و غارت پر طیار ہو گئے۔ مگر خفیہ خفیہ۔ بظاہر حالات ایسے تھے کہ ہر شخص انکو ملامت کر سکتا تھا۔ کہ ایسے مستحکم و با امن انتظام اور عدل و انصاف کے ہوتے ہوئے انکی حد درجہ کی غداری ہے کہ وہ دشمنانِ جمہوریت سے راہ و رسم پیدا کریں۔ بہر حال یہ انتظام ایسا تھا کہ جب یہود ان خفیہ سازشوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور جب وقت آیا اور انکی سازش کا بھانڈا پھوٹا۔ تو اس وقت ایک بھی شخص ایسا نہ اٹھا جو یہ کہہ سکتا۔ کہ جو سزا یہود کو انکے اعمال کیوجہ سے ملی اس کے وہ مستحق نہ تھے۔ یہ کہنا تو درکنار انکی تباہی و بربادی پر کسی نے افسوس تک نہ کیا۔ بلکہ ایک قبیلہ یہود دوسرے پر اگر افسوس کرتا۔ تو صرف یہی کہتا کہ وہ بزدل نکلے۔ کچے نکلے۔ کمزور نکلے۔ تدبیر کے پختہ نہ تھے۔ ہم سے واسطہ پڑا تو مسلمانوں کو چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا۔ کوئی یہ نہ کہتا تھا کہ مسلمانوں نے ان پر کسی قسم کا ظلم کیا

سلاطین سے تعلقات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تدبیر ملکی اختیار کی۔ اس میں آپ کا مطمح نظر صرف یہود و نصاریٰ عرب نہ تھے بلکہ گرد و نواح کی سب طاقتور قومیں اور سلطنتیں بھی تھیں۔ چنانچہ ان سے رشتہ الفت و اتحاد قائم کرنے کے لئے اور تعلقات بڑھانے کے لئے آپنے وفود کا سلسلہ شروع کیا اور سلاطین عجم مصر و روم کو دعوت اسلام بھی دی۔ عرب کے اندر طاقتو

حقیقت الحقایق

رشحات فکر لسان الہند مولانا مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

(خاص الفضل کے خاتم النبیین نمبر کے لئے)

یہ دو نو عالم کہ جسکی تہ میں چمک رہا ہی جمالِ قدرت — اِسے سمجھ لو مجازِ مرسل اُسے لطیف ایک استعارا

زمانہ ہے ایک جسم خاکی وجود انسان ہی روح اُسکی — بنا تو اے رُوح تو نے اپنے لباسِ ہستی کو کیا سنوارا

سمجھ میں ابتک نہ تیری آیا کہ زندگانی کی کیا ہی خواہش — نہ دولتِ جم ہے اسکا مقصد۔ نہ اسکا مطلب ہے ملکِ دارا

مگر حقیقت کی اک نظر کر ذرا سراپائے مصطفےٰ پر — یہ قدِ آدم وہ آئینہ ہے کہ جس میں قدرت ہی جلوہ آرا

عرب کے جاہل عرب کے سرکش کہ جنکا جوہر درندگی تھا — یہی ہے وہ فلسفی امی کہ جس نے اُس قوم کو سنوارا

حضیضِ ہستی پہ جب تھا مایل تو ذرہ ذرہ بنا تھا سورج — ہوا تھا میلان ارتقا جب تو عرشِ اعظم کا تھا ستارا

اُبل پڑا نورِ کبریائی چمک اُٹھا جلوۂ خدائی — دبے ہوئے تھے جو دل میں جذبے ضیائے رُخ سے انہیں اُبھارا

مجسمہ حسنِ معنوی کا نمونہ اک لطفِ سرمدی کا — حرا کے خلوت کدہ میں جسکو خدائے برحق نے خود سنوارا

زمین شورِ عرب پر آکر بنائے اخلاق اُسنے ڈالی

وہی یتیموں کا آسرا تھا وہی ضعیفوں کا تھا سہارا

قبیلوں کے پاس وفود بھیجے۔ خود وفود کے ممبروں کی عزت و حرمت پر زور دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ گرد و نواح کی قوموں نے نہ صرف آپ کا اور اسلام کا سکہ مانا بلکہ مسلمانوں کا رعب بہت ترقی کر گیا +

ضرورت کے وقت پیش قدمی

اس تدبیر ملک کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری تھا کہ آپ عملی پہلو کو بھی نہ چھوڑتے۔ چنانچہ ضرورت کے وقت محض رعب قائم کرنے کے لئے آپ نے چھوٹے چھوٹے لشکر مختلف اطراف میں بھجوائے۔ اگر یہ معلوم ہوا کہ دشمن مال و دولت فراہم کر رہا ہے تاکہ اس کی مدد سے وہ اسلام کو کچل ڈالے۔ تو آپ نے اس قسم کے تجارتی قافلوں پر حملہ کیا تاکہ اس تجارت کے منافع سے وہ اسلام پر مزید حملہ آوری میں مدد نہ پا سکیں۔ اگر آپ کو معلوم ہوا کہ کوئی قوم آپ کے مدنی جتھے کو کمزور کرنے کی طیاری میں ہے تو قطع نظر اس کے کہ وہ دشمن اپنے گھر سے نکل کھڑا ہو آپ نے پیش دستی کر کے اس کے تمام ارادوں کا قلع قمع کر دیا۔ اور دشمن سوائے اطاعت اختیار کرنے یا بھاگ جانے کے اور کچھ نہ کر سکا +

صلح حدیبیہ

اس سے بڑھکر یہ کہ آپ نے جمعیتہ اسلام کو تقویت دینے کے لئے ضرورت کے موقع پر دب کر صلح کر لینی بھی قرین مصلحت سمجھی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر تمام صحابہ کے مشورہ کے باوجود آپ نے کفار مکہ کی تمام شرائط تسلیم کر لیں۔ حالانکہ بظاہر ان شرائط میں اسلام کی سُبکی نظر آتی تھی لیکن چونکہ آپکی نظر بہت وسیع تھی۔ اس لئے آپ نے انتہا کو مد نظر رکھتے ہوئے اور اس خیال سے بھی کہ جو کام صلح سے ہو سکتا ہے اور بطریق احسن ہو سکتا ہے اس کے لئے کیا ضرورت ہے کہ مسلمانوں اور دیگر اقوام کا خون بہایا جائے۔ آپ نے خونریزی پر بظاہر سُبکی اٹھانے کو ترجیح دی۔ حتی کہ اپنی ذات پر طعن و تشنیع بھی برداشت کر لیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہی شرائط آپ کی ظفر مندی کا باعث ثابت ہوئیں۔ اور وہ تدبیر جس میں آپ نے اقوام عرب کو جکڑ دیا تھا۔ آخر ایک قطرہ خون گرانے کے بغیر مکہ پر ایسی حالت میں لے گئی۔ کہ اہل مکہ حیران ششدر رہ گئے۔ اور سوائے اس کے ان کو کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ آپ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر سرنگون ہو جائیں +

اہل مکہ کی معافی

مگر وہ تدبیر مملکت جسکی طرح آپنے مدینہ میں ڈالی تھی۔ فتح مکہ کے ساتھ ختم نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ آپ کا منشا اپنی ذاتی قیادت جمانا نہ تھا۔ آپ کا منشا سلطنت و جمعیت اسلام کو تقویت دینے کا تھا۔ فتح مکہ پر آپ نے بلا شرط اپنے پرائے ہم قوم دشمنوں کو معاف کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف اہل مکہ ہی ہمیشہ کے لئے حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ بلکہ تمام عرب میں اسلام چشم زدن میں پھیل گیا۔

بے نظیر تدبیر

اب وہ وقت آگیا کہ مال و متاع ڈھیروں ڈھیر آنا شروع ہوا مگر اس کا مقصد جمہوریت اسلام کو بڑھانا اور فروغ دینا تھا۔ آپ نے وہ طریق اختیار کیا جس سے دنیادار و دیندار ہر دو کے دل مضبوط رشتوں سے آپ کے ساتھ بندھ گئے مال غنیمت کے وقت آپ نے مکہ والوں سے کہا جتنا چاہو اٹھا کر لے جاؤ۔ اور وہ اتنا اتنا باندھ کر اٹھانے لگے کہ ان سے اٹھنا محال ہو گیا۔ اس پر کسی پرانے مدنی مسلمان کے نوجوان کے رشتہ دار کو خیال آیا کہ سلطنت اسلام کی بنیاد ڈالنے والے اور شروع ایام سے خدمت گذار تو اہل مدینہ ہیں لیکن تقسیم مال کے وقت مکہ والے زیادہ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس پر آپ نے اپنی اس روحانی تدبیر کو استعمال کیا کہ اعتراض کرنے والے نہ صرف اپنے کئے پر نادم ہوئے بلکہ اس امر پر بھی تل گئے کہ ان کے اپنے گھروں میں جو مال تھا وہ بھی مکہ والوں کو دے دیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ اے مدینہ والو تو سلطنت اسلام کی بنیاد ہو۔ کیا تم اس امر پر خوش نہیں کہ ایک لوگ تو دنیا کا مال لے جا رہے ہیں اور تم خدا کے رسول کو ساتھ لئے جا رہے ہو جس کے ذریعہ تمہیں تمام دنیا میں ہمیشہ اور ابد الآباد کے لئے ایک فوقیت حاصل ہو گئی۔ یہ وہ تدبیر تھی جسکی ابتدا مدینہ میں پڑی۔ اور انتہا اس کی مکہ میں ہوئی جس نے اسلام کی گہری بنیادیں قائم کر دیں۔ اور اسلام اسوقت تک اپنی طاقت پر چھا رہا جبتک اس میں آپ کی صحیح تدبیر مملکت قائم رہی۔ یہ تدبیر ایک ایسے مدبر کی نہ تھی جو عارضی واقعات کو مد نظر رکھ کر کرتا ہے بلکہ ایک ایسے صاحب تدبیر کی تھی جسکی غرض ابتدائی و انتہائی اسی ایک امر میں مرکوز تھی کہ اسلام کی ترقی کے ساتھ دنیا کا امن قائم رہے اور جوں جوں اسلام ترقی کرتا جائے دنیا میں اخوت و برادری و صحیح انسانیت کے تعلقات زیادہ پائدار طور پر قائم ہوتے جائیں۔ یہ ایک ایسی تدبیر ملکی تھی جسکی تہ میں بنی نوع انسان کی بھلائی تھی۔ اس لئے اپنے رنگ میں نہ صرف دنیاوی اعتبار سے بے نظیر تھی بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ اس میں ملک گیری کی شکل کے باوجود ملک گیری نہ تھی +

اسلامی وحدانیت اور مساوات

(از جناب لالہ رامچند صاحب منچندہ بی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی پریزیڈنٹ اروڑ بنس مکھ سبھا لاہور)

دنیا کی انسانی جماعت ہمیشہ سچائی کی متلاشی رہی ہے اور رہیگی اور آج سے قریباً تیرہ صدی عیسوی پہلے جہانتک انسان ترقی کر چکے تھے اس کا اندازہ تو قرآن مجید کے مطالعہ سے لگایا جا سکتا ہے اور دو عالمگیر اصول کہ جن پر اسوقت کی شائستہ دنیا کو ناز ہے یعنی **وحدانیت** اور **مساوات** یہ دونو اسوقت نا معلوم تھے یہ دونو بیش بہا اصول دنیا کو حضرت بانی اسلام علیہ السلام نے صرف دیئے ہی نہیں بلکہ ان پر عمل بھی کرایا اور کثیر التعداد پسماندہ وحشی انسانوں کو اونچا کیا۔ اور انسانی جماعت کا بہ حیثیت مجموعی اونچا درجہ کیا۔ اس خیال سے حضرت محمد علیہ السلام انسانی جماعت کے سب سے بڑے رہنما اور ہادی ہیں۔ جبتک **وحدانیت** اور **مساوات** کے اصول سے بڑھکر اصول دنیا کو دستیاب نہیں ہوتے اسوقت تک اس فیض رسانی کا سہرہ حضرت محمد علیہ السلام کے سر پر رہے گا +

اسوقت اندازاً دنیا کی انسانی آبادی .... ۱۸۰ خیال کیجاتی ہے اس میں سے قریب .... ۴۰ ان اصول کے حامی اور پیرو کار پائے جاتے اور اپنے طرز عمل کو ان اصول پر ڈھالتے ہیں مجھے اسکے تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ **وحدانیت** اور **مساوات** انسانی کے اثرات جسقدر انمیں پائے جاتے ہیں دوسری انسانی جماعتوں میں نہیں۔ دوسری انسانی جماعتیں بھی اس تعلیم کی حامی اور دلدادہ بنتی چلی جا رہی ہیں گو ہم اسلامی جماعت سے پیچھے ہیں مگر افسوس مسلمان بھی انکو مناسب درجہ نہیں دے رہے اور انکی جگہ فروعات کو دی جا رہی ہے اگر اسلام سے اُن تمام اصول کو جو کہ تاریخی یا اتفاقی ہیں خارج کر دیا جائے تو اسلام ایک عالمگیر اصول ہے اور اگر اسلام ان دو اصول کو پیش نظر رکھ کر انسانی جماعت کی بہتری میں کوشش کرتا تو اسوقت اور بھی زیادہ تعداد انسانوں کی اس جماعت میں ہوتی۔ مگر بنیادی اصول کو نظر انداز کر کے فروعیات پر بہت زور دیا گیا اور مقابلہ ٹھہر گیا ہندوستان میں بارہ سو سال سے یہ اڑا جا رہا ہے اور مقابلہ ہو رہا ہے اس وجہ سے اسلام کی لہر ساکن ہو رہی ہے۔ تاریخ ہند کے اوراق اس بات کے شاہد ہیں کہ گذشتہ بارہ سو سال میں نا تو مسلم ہندوؤں کو قطعی مغلوب کرنے میں کامیاب ہو سکے ہیں اور نہ ہی ہندو باوجود نالہ و زاری اور بائیکاٹ کے اسلام کو ہندسے دربدر کر سکے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہندو دھرم میں بھی ایسے عالمگیر اصول ہیں جنکی بدولت یہ مقابلہ برابر ڈٹا رہا ہے اور ابھی تک ہو رہا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ پرانے ناکام تجربہ کو ترک کر دیا جائے اور اسکی بجائے فروعات کو چھوڑ کر دنیا کی بنا **وحدانیت** اور **انسانی مساوات** کے عالمگیر اصول پر رکھی جائے اور یہ نیا تجربہ عمل میں لایا جائے۔ چونکہ پہلا تجربہ اسلام کیطرف سے ہوا۔ اب نئے تجربہ کا آغاز بھی اسلام کیطرف سے ہونا واجب ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ کیا امریکہ۔ یورپ۔ ایشیا اس پیاس میں تڑپ رہے ہیں مسلمانوں کو پیش قدمی کر کے انسانی مساوات اور وحدانیت کے اصول کو دنیا میں پیش کرنا چاہئیے اس سے اسلام کا درجہ بڑا ہوگا اور ساری دنیا ان اصول کے لانیوالے حضرت محمد علیہ السلام کی احسانمند اور شکر گذار ہوگی اور وہ دن مبارک ہوگا کہ جب پیغمبر اسلام کی برسی ہندوؤں کے گھروں میں بھی منائی جائیگی اور ہندو باوجود ہندو رہنے کے بھی بانئی اسلام کے احسانمند ہونگے اور حضرت کو وہی درجہ دینگے جو کہ مہاتما بدھ کو دے رکھا ہے۔ ہندوؤں کے طرز عمل کا تبدیل کرنا سراسر مسلمان بھائیوں کے ہاتھ میں ہے۔ اور اب وقت آگیا ہے [illegible] +

> **وہ دن مبارک ہوگا۔ جب پیغمبر اسلام کی برسی ہندوؤں کے گھروں میں بھی منائی جائے گی**
>
> لالہ رامچند منچندہ لاہور

کیا عورتوں کے احساسات اور جذبات کا لحاظ کسی اور دین میں بھی اس طرح کیا گیا ہے - ہرگز نہیں - پس اگر یورپ کی لیڈیاں اور آریہ ورت کی دیویاں ان تعالیم اور ان حقوق پر جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرقہ اناث کو دئے - غور کریں - تو آپ پر فدا ہو جائیں - غرض آنحضرت صلعم نے جیسی فرقہ نسوان کی پاسداری اور حمایت کی - اپنی تعلیم میں جابجا مردوں کو ان سے پیار و محبت اور حسن سلوک کی تاکید کی - کسی اور مذہب میں اس کی مثال موجود نہیں - علاوہ ازیں آپ تمام بیکسوں - درماندوں - عاجزوں - مسکینوں یتیموں اور بیواؤں کے حامی تھے - سب کو ان کے مناسب حقوق دلائے - اور رب العالمین کا کامل مظہر بن کر سب کی اخلاقی اور روحانی تربیت کی - عدل و راستی کو دنیا میں قائم کیا - اور اپنے نہایت درجہ کے عطف و شفقت علیٰ خلق اللہ اور رحم کی وجہ سے خاتم الراحمین ثابت ہوئے - نعم ما قال المسیح الموعود علیہ السلام

عاشق صدق و سداد و راستی | دشمن کذب و فساد و ہر شرے
خواجہ و مر عاجزاں را بندۂ | بادشاہ و بیکساں را چاکرے
آں ترحم ہا کہ خلق از وے بدید | کس ندیدہ در جہاں از مادرے

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و علیٰ عبدک المسیح الموعود و بارک و سلم

بانی اسلام (علیہ السلام) کے پاکیزہ خصائل

(از جناب ریورنڈ پادری غلام مسیح صاحب سابق ایڈیٹر نور افشاں)

میرے مسیحی ہونے کے اعتبار سے اور مسیحیوں کے مروجہ طرز عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے میرے متعلق یہ خیال نہیں کیا جا سکتا - کہ میں آنحضرت صلعم کے خصائل کے بیان میں مبالغہ آمیزی سے کام لونگا - یا آپ کی شان میں کوئی ایسا اضافہ کروں گا - جو اہل علم اصحاب کی آگاہی سے باہر ہو - تاہم ایک مسیحی کی زبانی آنحضرت صلعم کے پاکیزہ خصائل پر وہ منصفانہ رائے معلوم ہو سکتی ہے - جو مسیحیوں کے اس طبقہ کے اصحاب میں پائی جاتی ہے - جس نے اسلامی لٹریچر کا بغور مطالعہ کیا ہے ٭

زندگی کی ابتداء اور انتہاء

آپ عرب کے فرزند اعظم تھے - آپ یتیم اعظم تھے - آپ نے غربت و مسکینی کا قدرت سے حصہ وافر پایا تھا - گو آپ قبیلہ قریش کے ایک نہایت شریف خاندان سے تھے - تاہم قوم قریش کے اکابر خاندانوں کے مقابلہ میں غریب خاندان سے تھے - حکمت الہی نے آپ کو جائداد جدی سے کچھ نہیں دیا تھا - اور نہ آپ اپنے وارثوں کے لئے دنیوی مال و دولت چھوڑ کر گئے - یہ ایک انوکھی حقیقت ہے کہ آپ یتیم و غریب ہو کر دنیا میں رونما ہوئے - اپنی زندگی کی ۲۳ سالہ خدمات سے اپنے تابعین کو عرب کے مالک و مختار بنا گئے - مگر اپنے پیچھے اپنے وارثوں کو دنیوی مال و دولت میں سے ایک کوڑی بھی نہ دے کر گئے - آپ کی زندگی کے نمایاں پاکیزہ خصائل آپ کی زندگی کی ایسی ابتداء اور انتہاء کے درمیان پائے جاتے ہیں - جن میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے ٭

القاب سے سیرت کا پتہ

آپ کے اسماء اور القاب سے آپ کی خصلت و سیرت کا پتہ لگتا ہے - آپ کے اسماء میں سے محمدؐ - شاہدؐ - نذیرؐ - بشیرؐ - محمد رسول اللہؐ نہایت مشہور و معروف اسماء ہیں - ہمیں اس فہرست میں سردار - سردار قریش - سردار عرب - فاتح عرب - بادشاہ عرب وغیرہ القاب نہ ملنے سے ضرور تعجب ہوتا ہے ٭

تاریخ اسلام نے آج تک لاریب آپ کی زندگی کا - زندگی کی خدمات کا - آپ کی فتوحات اور آپ کی جنگوں کا - آپ کی بہادری و شجاعت کا ذکر نہایت تفصیل کے ساتھ کیا ہے - اور دکھایا ہے کہ آپ وصال الہی سے پیشتر کل عرب کے مالک و مختار ہو چکے تھے مگر تاریخ اسلام نے کسی جگہ آپ کو تخت سلطنت پر متمکن ہوتے نہیں دکھایا - کہیں آپ کے شاہانہ لباس کا ذکر نہیں کیا - کہیں آپ کی تاج پوشی کا تذکرہ نہیں کیا - کہیں آپ کو اپنے لئے شاہی محل تعمیر کراتے نہیں دکھایا - آپ کی تمام عمر میں تاریخ اسلام نے آپ کے زمانہ زندگی میں صرف ایک ہی عمارت تعمیر کرائی - جو مسجد نبوی کے نام سے مشہور ہے - وہ بھی خانہ خدا تھی - عبادت خانہ تھی - کیا ہم ان حالات کو معلوم کر کے سخت متعجب نہیں ہوتے ٭

مکروہات سے تنافر

آپ کے زمانہ کے آزاد عرب کے سرداروں کے مشاغل زندگی کا اور عربوں کے مذہبی عقائد و رسوم کا تاریخ نویسوں نے نہایت سیاہ خاکہ کھینچا ہے - ان کی شراب نوشی کا - جوا بازی کا - ان کے حسب و نسب پر فخر کرنے کا - ان کی خود غرضانہ زندگی کے تباہ کن طرز عمل کا - ان کے ظلم و شر کا - اور غلاموں وغیرہ سے بدسلوکیوں کا بیوہ - یتیموں اور مسکینوں پر مظالم روا رکھنے کا - ناچ رنگ میں مشغول رہنے کا - کفر و نفاق کا مفصل ذکر کیا ہے - مگر حیرت اس بات میں پائی جاتی ہے - کہ تاریخ نے آنحضرت صلعم کو خوشحالی اور فارغ البالی اور اپنی کامیابی اور اقبال مندی کے زمانہ میں بھی عربوں کی مکروہات سے مانوس نہیں دکھایا - بلکہ آپ کی زندگی کو ان تمام مکروہات سے سخت متنفر ظاہر کیا ہے - جو آپ کے زمانہ کے تمام مشاہیر کی زندگی کی زیبائش و آرائش تھے ٭

مصائب کے مقابلہ میں استقلال

تاریخ آنحضرت صلعم کو واحد خدا کی عزت و عبادت کے پیغام کے ساتھ میدان عمل میں لاتی ہے - اور خدا ہی آپ کی زندگی کی صداقت اور آپ کی قوت و طاقت تھا - آپ کے مقابل آپ کی آبائی قوم جو بت پرست تھی - اپنے آبائی مذہب کی حمایت و حفاظت میں سد سکندری بنا کر کھڑا کر دیتی ہے - قریباً ۱۳ سال تک آپ کو مکہ شریف میں دکھ اور تکالیف دیتی ہے - مگر آپ کے دینی جوش میں کمی نہیں آتی آپ کے استقلال میں ضعف و کمزوری نہیں پائی جاتی - آپ کے جذبات اور ارادوں میں کمی نہیں آتی - آپ کے استقلال کے پاؤں متزلزل نہیں ہوتے - آخر کار تمام عرب میں آپ کے استقلال اور صبر کی دھوم مچ جاتی ہے - اور ہر چہار اطراف سے لوگ آپ کی دینی راہنمائی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں - کیا آپ کے اس استقلال میں اور آپ کے اسلامی جوش اور آپ کی اسلامی خدمات میں آپ کی پاکیزہ خصلت و سیرت کی کم نمائش پائی جاتی ہے؟

خدا پرستی اور خدا ترسی

خدا ترسی اور خدا پرستی آپ کی زندگی میں نمایاں جگہ رکھتی تھی - آپ کی زندگی پر اگر غور سے نظر ڈالی جائے - تو یہ بات صفائی سے معلوم ہو جائے گی - کہ آپ کو جو عرب میں فتوحات حاصل ہوئیں - وہ آپ کے تابعین کی کوششوں کا نتیجہ نہ تھیں - بلکہ آپ کی دعاؤں اور مناجاتوں کا جواب تھیں - آپ کا روزانہ پانچ وقت اور سات وقت دعا و نماز میں مصروف رہنا ظاہر کرتا ہے - کہ آپ کا خدا پر کمال بھروسہ تھا - اور اس سے آپ کو وہ طاقت حاصل ہوتی تھی جس کی آپ کو میدان عمل میں ضرورت ہوتی تھی - اس بات کا کوئی حق پسند انکار نہیں کر سکتا ٭

(دیکھو کالم اول صفحہ ہذا)

(بقیہ کالم ۳ - صفحہ ہذا)

بیکسوں کی پشت پناہ

آپ غریب لوگوں کے لئے بمنزلہ باپ تھے - رحم دلی و دردمندی کا آپ کی طبیعت میں دریا موجزن تھا - آپ تمام مظلوم اور تباہ حال لوگوں کے لئے عموماً اور غلاموں کے لئے خصوصاً ایک پشت پناہ تھے - ان کے محافظ و نگہبان تھے - جو لوگ ان کی ایذاء کے درپے ہوتے - آپ ان کی کوششوں کو ناکام کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے - غرضکہ آپ جس بات کو اپنے لئے اور اپنے متبعین کے لئے نیک اور بھلی جانتے تھے - اس کے حاصل کرنے کی اور جسے برا جانتے اسے دور کرنے کی مقدور بھر کوشش کرتے تھے ٭

حق غالب رہا

آپ کے جملہ خصائل پاکیزہ تھے - آپ واحد خدا کی عزت و عبادت کے قیام کیلئے اس طرز عمل کے بانی ہوئے تھے - جو آپ کی ۲۳ سالہ دینی خدمت کے ایام میں اہل عرب کے تجربہ و آگاہی میں آیا - اور آپ کے طرز عمل نے تمام اہل عرب پر وہ اثر کیا - جو آج تک کروڑ بنی آدم کو متاثر کر رہا ہے - آپ کے طرز عمل میں عربوں کے کفر و نفاق کو مٹا کر انہیں اسلامی برادری میں منسلک کرنے کی ضرور قوت و طاقت تھی - اور ہمارا یہ کہنا مبالغہ نہیں - کہ آنحضرت صلعم کے پاکیزہ خصائل کے اثر کا کل عرب مل کر بھی مقابلہ نہ کر سکا - نہ آپ کے تدبر اور طرز عمل کی تاب لا سکا - آپ کی ہر ایک مخالف نے مخالفت کر دیکھی - مگر آخر فتح آنحضرت صلعم کو حاصل ہوئی

راستی کی طاقت

حضرت ابراہیم و موسیٰ و یسوع مسیح اور بنی اسرائیل کے دیگر انبیاء نے راستی و صداقت کے قوت و طاقت ہونے کے اصول پر کاربند ہو کر فتوحات حاصل کیں ویسے ہی آنحضرت صلعم نے بھی اسی اصول پر قائم رہ کر وہ فتوحات حاصل کیں جن کا ذکر ہو رہا ہے - سب انبیاء کے بعد آپ نے جو حضرت ابراہیم کے ہی فرزند ارجمند تھے - اپنی زندگی کے طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ قوت ہی راستی ہے کا اصول باطل ہے - صرف راستی و صداقت کے طاقت ہونے کا ہی اصول صحیح و درست ہے کیا ہم مسیحی اور مسلم اس پاک اصول کی قدر و توقیر کو قائم رکھ سکتے ہیں؟ کاش اگر ہم اسی اصول کے پابند ہوتے ٭

دنیا کی حالت بعثت رسول کریمؐ سے قبل اور بعد

(از جناب منشی محمد حسن صاحب رہتاس ضلع جہلم)

اندھیرا تھا جب ساری دنیا پہ چھایا   جہالت نے طوفان تھا اک اُٹھایا
بشر نے تھا فطرت کو اپنی بھلایا   سُجھائی نہ دیتا تھا اپنا پرایا

حکومت تھی ظلمت کی گر خشک و تر میں
تو فرماں مفاسد کا تھا بحر و بر میں

نہ یورپ کی محبوب کوئی ادا تھی   نہ چین کے ہاتھوں میں تازہ حنا تھی
نہ اُتر میں کچھ دردِ دل کی دوا تھی   نہ دکن کی آب و ہوا دلکشا تھی

نہ محفل نہ ساقی نہ صہبا تھی باقی
نہ محمل نہ ناقہ نہ لیلیٰ تھی باقی

نہ فانوسِ جاپاں میں پیدا ضیا تھی   نہ آئینہ چین میں کچھ بھی جلا تھی
نہ قانونِ یوناں میں باقی شفا تھی   نہ ایراں کی آتش میں گرمی ذرا تھی

مٹا علم و حکمت کا نام و نشاں تھا
وجودِ جہاں پر عدم کا گماں تھا

عرب جو فقط اک جرائم کا گھر تھا   جسے خوفِ دنیا نہ عقبےٰ کا ڈر تھا
اوامر کی تعظیم سے بے ہنر تھا   نواہی کی تحریم میں نامور تھا

بتوں کی پرستش تو محبوب تر تھی
خدا کی طلب لیک معیوب تر تھی

نہ تھی ان کے دل میں بزرگوں کی عظمت   نہ چھوٹوں سے کچھ راہ و رسم محبت
سوارِ جہانگیرِ رہوارِ وحشت   نہیں جانتے تھے کہ ہے کیا آدمیت

گریبانِ عفت میں تھا تار باقی
نہ عصمت کی چادر کے آثار باقی

خدا کا وہ گھر جس کو سب جانتے ہیں   زمیں کی اُسے ناف سب مانتے ہیں
سپید و سیاہ سارے پہچانتے ہیں   مسلماں جسے قبلہ گردانتے ہیں

"وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا
جہاں نامِ حق کا نہ تھا کوئی جویا"

زبانوں پہ جاری تھا چرچا بتوں کا   دلوں پر مسلط تھا سکہ بتوں کا
یہاں تک مسلم تھا درجہ بتوں کا   خدا کے بھی گھر پر تھا قبضہ بتوں کا

نہ دو چار۔ چھ سات یا آٹھ تھے وہ
ہے کعبہ گواہ۔ تین سو ساٹھ تھے وہ

کہ ناگاہ اُفق میں چڑھا مہرِ انور   "وہ فخرِ عرب زیبِ محراب و منبر"
اُجالا کیا جس نے ہر بحر و بر پر   اندھیروں کے اندر گھسے بوم و شپر

گئی ظلمتِ شب ہوا روز روشن
چھٹا دستِ لیلیٰ سے مجنوں کا دامن

وہ خورشید ایران و توراں پہ چمکا   عرب اور عجم چین و جاپاں پہ چمکا
گلستاں پہ ریگِ بیاباں پہ چمکا   تر و خشک پر کوہ و میداں پہ چمکا

ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا
"کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا"

نہ آتا اگر حق سے قرآن لے کر   اوامر نواہی کا دیوان لے کر
دکھوں اور دردوں کا درماں لیکر   بدی اور نیکی کی میزان لے کر

"حقائق یہ سب غیر معلوم رہتے
خدائی کے اسرار مکتوم رہتے"

خدا نے جو دی اس کو نعمت تھی کامل   عطا کی اُسے جو نبوت۔ تھی کامل
شریعت تھی کامل طریقت تھی کامل   ملی جس قدر اس کو دولت۔ تھی کامل

خدا داد نعمت کی تعمیم کر دی
جو دولت ملی سب میں تقسیم کر دی

محبت کی آپس میں تدبیر کر دی   بڑے بس سے اُلفت وہ تقریر کر دی
دلوں کی مطہر نے تطہیر کر دی   مگر ماسوی اللہ کی تحقیر کر دی

جو مدت کے بچھڑے تھے ان کو ملایا
نئے سر سے بھائی کو بھائی بنایا

قبائل کی معقول تنظیم کر دی   ترقی کی رہ ان کو تعلیم کر دی
تنزل سے بچنے کی تفہیم کر دی   کتابِ تمدن میں ترمیم کر دی

"رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر کر دیا رُخ ہوا کا"

سبق ان کو توحیدِ حق کا پڑھایا   بتوں کی غلامی سے بچھر چھڑایا
عبادت کا سچا طریقہ سکھایا   "بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا"

جو ناقص تھے کل۔ آج کامل ہوئے وہ
خدا کی عنایت کے۔ حامل ہوئے وہ

بہت اس کے احساں سلاطین پر ہیں   یتامیٰ۔ ایامیٰ۔ مساکین پر ہیں
بہت اس کے احساں خواتین پر ہیں   قوانین و قانون و آئین پر ہیں

بُرا ایسے محسن کو کہنا بُرا ہے
سنبھل جاؤ نزدیک روزِ جزا ہے

بزرگوں کو ناحق بُرا یاد کرنا   ہے اپنی شرافت کا برباد کرنا
خدا کے پیاروں پہ بیداد کرنا   جو بگڑے گئے۔ پھر نہ فریاد کرنا

جو تیر ان کا نکلا کمانِ فلک سے
بشر سے رُکے گا نہ جن و ملک سے

(۱)

اس وقت مسلمانوں کی اسلامی زندگی عملی اور علمی دونوں حیثیتوں سے قابل افسوس بن رہی ہے۔ اور اس کی جڑ یہ ہے۔ کہ ان میں بہت ہی کم ایسے لوگ ہیں جو اپنے سید و مولا۔ اور محبوب و آقا کے حالات زندگی سے واقف ہوں۔ اور وہ تو بہت ہی کم ہیں جنھوں نے خواجہ دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر ایک بصیرت افروز غور کیا ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ رفتہ رفتہ عملی قوتیں کمزور ہوتی گئیں۔ جب ہم صحابہؓ کی سیرت پر غور کرتے ہیں۔ تو ہمیں صاف نظر آتا ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر حرکت و سکون آپ کے ہر ارشاد و عمل کو محفوظ رکھتے اور اس سے محبت کرتے۔ جو ان کی عملی قوتوں میں بیداری اور زندگی پیدا کرتی اور وہ اپنی زندگی کی غایت اور مقصود اتباع نبوی ہی کو یقین کرتے ۔

اس وقت تو اور بھی ضرورت ہے۔ کہ مسلمانوں کے بچے۔ ان کے جوان۔ ان کے بوڑھے۔ ان کی عورتیں۔ ان کے جاہل۔ ان کے عالم۔ ان کے حاکم۔ ان کے محکوم۔ غرض خواہ وہ کسی طبقہ کے ہوں۔ آپ کی سیرت اور سوانح سے پوری واقفیت پیدا کریں۔ اس لئے کہ اس عہد میں جو عہد اشاعت ہے۔ اور جو عہد انکشافات سائنس ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے کمال کا زمانہ ہے۔ اور مختلف طبقوں میں آپ کی سیرت و زندگی پر نقد و تبصرہ کا بازار گرم ہے۔ پس ایک طرف ہم کو اپنی روحانی اور تمدنی ترقی کے لئے۔ دوسری طرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تحفظ ناموس اور آپ کے جلال و کمال کے اظہار کے لئے ضرورت ہے کہ آپؐ کی سیرت کا مطالعہ کریں ۔

(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں ایک انسان کی حیثیت میں مبعوث ہوئے۔ اور آپ نے خدا تعالےٰ کی وحی سے اپنی ماموریت کا اعلان کرتے ہوئے جو چیز دنیا کے سامنے اپنی ذات بابرکات کے متعلق پیش کی وہ یہ دعوےٰ تھا۔ قل (انما انا بشر مثلکم یوحی الی)۔ کہدو کہ میں تمہارے جیسا ہی انسان ہوں۔ اور مجھ انسان پر ہی خدا کی وحی ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ نے مجھ اپنے ساتھ کلام کرنے کا شرف بخشا ہے۔

بظاہر اس دعوے کا پہلا حصہ نہایت معمولی اور عام معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں تمہارے جیسا ایک انسان ہوں۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ یہی دعوےٰ بحث علمی صداقت اور بحث جرائم (سائنس) تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو بحیثیت انسان پیش کرتے ہیں۔ میں اسی حقیقت پر اپنے تاثرات کا اظہار کرونگا۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ بتاؤنگا۔ کہ انسانی کمال کی شان اسی وجود میں جلوہ گر نظر آتی ہے۔

(۳)

سب سے پہلی بات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دعوے میں نظر آتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس سے انسانی نصب العین کی عظمت اور وسعت نمایاں ہے۔ جب ایک انسان کے دل میں یہ ایمان پیدا ہو جاتا ہے۔ کہ تمام انسان اس جیسے ہی ہیں۔ اسی وقت اس کے نصب العین میں ایک رفعت اور اس کے عزم میں ایک رسوخ اور قوائے عملیہ میں ایک تحریک شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ وہ فوراً خیال کرتا ہے۔ کہ ایک انسان جو ترقی کر سکتا ہے۔ میں بھی اسی قسم کی ترقی کر سکتا ہوں۔ اس لئے کہ خدا تعالےٰ نے تمام مظاہر قدرت کو یکساں تمام انسانوں کا خادم بنا دیا ہے جو شخص بھی ان سے کام لے گا۔ وہ اپنی ترقیات کے سلسلہ میں ممتاز ہوتا چلا جائے گا۔ پھر ساتھ ہی آپ نے یہ کہکر۔ کہ یوحی الی۔ انسانی کمالات کی ایک غیر متناہی ترقی کے راز کو بھی منکشف فرما دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت خدا تعالےٰ نے ایسی بنائی ہے۔ کہ وہ خدا تعالےٰ سے ہمکلامی کی عزت اور شرف حاصل کر سکتا ہے۔ اور جب خدا تعالےٰ کی وحی اس پر آنے لگے۔ تو پھر اس کی ترقیوں کا دائرہ وسیع ہونے لگتا ہے۔ اور اس کی روحانی اور دماغی قوتوں کی پرواز اوپر کی طرف جاتی ہے۔ نہ کہ نیچے کو ۔

(۴)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دعوے بشریت اور انسانیت کو پیش کرکے ایک دفتر توحید انسان کے آگے کھول دیا ہے۔ اور نفس انسانیت کے شرف و عزت کا درجہ بلند کر دیا ہے۔ آپ دنیا میں نسل انسانی کی ہدایت اور نجات کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ اور آپ کی اتباع کے لئے نوع انسان کو پیار ارشاد ربانی ہے۔ کہ اگر وہ خدا کے محبوب بننا چاہتے ہیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں۔ کہ گناہ آلود زندگی سے ان کی صیانت اور حفاظت ہو۔ تو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنی چاہئے۔ جیسا کہ فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفرلکم ذنوبکم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع انسان کے اندر ان قوتوں کو بیدار اور قوی کرتی ہے۔ جو اس کی گناہ آلود زندگی پر ایک موت وارد کرکے اسے خدا تعالےٰ کی آغوش محبت میں ڈال دیتی ہے۔ اور یہ کامل اتباع انسان سے زہر گناہ کے تمام جراثیم اور مواد کو مٹا دیتی ہے لیکن یہ عملی قوتیں کبھی پیدا نہیں ہو سکتی ہیں۔ جب تک ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ انسانی کو مدنظر نہ رکھیں۔ اس لئے انسان کا تمام تمدن اس کی تمام تہذیب۔ اس کے تمام علوم اور اعمال۔ اس کی سیرت۔ اس کے اخلاق۔ جو کچھ بھی کائنات انسانی کی متاع ہے۔ وہ سب کی سب کچھ نقلوں کا مجموعہ ہے۔ ہمارا بولنا۔ کھانا۔ پینا۔ زندگی کا تمام عملی ضابطہ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ کہ ہم نے اوروں کی نقل کرکے اسے ترتیب دے لیا ہے۔ پس اگر ہم انسان ہیں۔ اور ضرور انسان ہیں۔ اور اگر ہماری فطرت میں دوسروں کی نقل کا مادہ ہے۔ اور ضرور ہے اور اگر ہم دوسروں کی نقل کرنے سے اخلاق اور آداب سیکھ سکتے ہیں۔ اور ضرور سیکھ سکتے ہیں۔ تو ہمارے سامنے جو آئیڈیل اور نمونہ ہو۔ وہ ایک کامل انسان کا ہونا چاہئے۔ نہ کسی اور کا ۔

ہم فرشتہ نہیں۔ انسان ہیں۔ اس لئے وہ وجود جو ہماری ہدایت اور ہماری رہنمائی کے لئے مبعوث ہونا چاہئے۔ وہ انسان اور انسان ہی ہونا چاہئے۔ ہمیں انسان بنا کر ہماری طرف کسی دوسری نوع کے وجود کو مبعوث کرنا۔ یقیناً ایک غلطی ہوتی جس سے خدا تعالےٰ کی شان پاک ہے۔ قرآن مجید کے کمال پر نظر کرو۔ اں قرآن مجید کے اس اعجازی بیان کی آیتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فطرت اور کمال انسانی کا مطالعہ کرو۔ قرآن مجید ایک موقعہ پر فرماتا ہے۔ جب خدا کا کوئی رسول اور ہادی ہدایت لے کر آتا ہے۔ تو منکرین اپنی نادانی سے یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ کیا ہم ایسے انسان پر ایمان لائیں۔ جو ہماری طرح کھاتا۔ پیتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ خالق فطرت خدا نے ایسے لوگوں کو جواب دیا ہے۔ اگر دنیا میں فرشتے سکونت رکھتے۔ تو بے شک ان میں فرشتہ ہی رسول ہو کر آتا۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے ایک نہایت لطیف علمی کلیہ بیان فرمایا ہے۔ کہ چونکہ انسانی بناوٹ اور اس کے قوئے کی وسعت اور فطرت ایسی بنائی گئی ہے۔ کہ اس کا ہادی انسان ہی ہو سکتا ہے۔ اور اس کی ترقی کا کمال انسانیت کے اسرار کے اندر مخفی ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کہکر کہ میں تمہارے جیسا ایک بشر ہوں۔ ان تمام غلط عقائد کی تردید کر دی۔ جو انسانیت کے کمالات کے لئے بمنزلہ زہر کے تھے۔ انسان اپنے سامنے کامل انسان کے نمونہ کو ہی رکھ کر ترقی کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے قوائے کے اندر یہی تاثیر ہے۔ وہ اپنے دائرہ استعداد سے باہر نہیں جا سکتا ہمارے اندر فرشتہ یا خدا بننے کی قابلیت نہیں ہے۔ اور نہ خدا تعالےٰ کی صفات کا یہ اقتضا ہو سکتا ہے۔ کہ انسان خدا بن جائے۔ پھر ہم کیوں کر یہ توقع کریں۔ کہ دنیا میں کوئی ایسا ہادی بھی ہو سکتا ہے۔ جو انسان کے لباس میں خدا بن کر آئے۔

میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر وہ لوگ جو مسیح کو خدا مانتے ہیں۔ یا اپنے انسانی راہنماؤں کو خدا کا درجہ دیتے ہیں۔ غور کریں۔ تو انھیں اپنے اس عقیدہ کی بے ہودگی صاف نظر آنے لگے۔ میرا مقصد اس موقعہ پر صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال انسانی کی شان کو دکھانا ہے۔ یہ بات ضمناً آگئی ۔

(۵)

ظاہر ہے۔ کہ ہمارے قوائے۔ ان کے حسیات اور اعمال ہمارے جذبات اور ہمارے تخیل کی بلند پروازی کا کمال شرف انسانیت میں ہے۔ اور نفس انسانیت ایک ایسا اکمل مقام ہے۔ کہ اگر اس کی حقیقت اور اسرار سے ہم واقف ہو جائیں۔ تو ذات باری کی معرفت کا ایک علم وسیع انسان کو مل سکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ جو شخص نفس انسانیت کی معرفت حاصل کر لیتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی معرفت کے مدارج کو بھی پا لیتا ہے اور یہ معرفت ہم کو اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت پر غور کریں ٭

انسانیت جیسا کہ اس نام سے ظاہر ہے۔ محبت و الفت کے جذبات کا مجموعہ ہے۔ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ انسان اصل میں اُنسان ہے۔ یعنی دو محبتوں کا مجموعہ۔ ایک محبت اس کی اپنی نوع سے ہوتی ہے۔ اور دوسری خدا تعالیٰ سے۔ یا یوں کہو کہ ایک شاخ محبت کی اوپر کو جاتی ہے۔ اور دُوسری نیچے کو۔ تصوف کی اصطلاح میں یہ ناسوتی اور لاہوتی مقام کہے جاتے ہیں۔ ان ہر دو کیفیتوں کا مجموعہ کامل طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات میں نظر آتا ہے۔ اور اس کیفیت کا اظہار اسی آیۃ شریف میں کیا گیا ہے۔ جو میرے اس مضمون کی رُوح ہے۔ یعنی قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی۔ اس کا پہلا حصہ اس ناسوتی تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ اور یوحی الی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل لاہوتی منزلت کو بیان کر رہا ہے۔ اس دوسرے مقام پر کامل بصیرت اور کامل صلاحیت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں کامل معرفت اور صحیح علوم اس کو دئے جاتے ہیں۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال انسانی کے کامل مظہر تھے۔ اس لئے یہ درجہ آپؐ کو ایسے طور پر دیا گیا تھا۔ کہ گویا وجود بشری بالکل فنا ہو جاتا تھا۔ اور کسی قسم کے حجب درمیان میں نہ رہتے تھے۔ اسی لئے ایسی اعجازی قوتیں اور خوارق آپؐ کو دئے جاتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کمال محبت اور ارتباط اور فنا فی اللہ کے جذبہ کاملہ کی وجہ سے ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ آپؐ کے شان کمال کو ظاہر کرتا تھا۔ اور دوسری طرف انسانی نسل کے ساتھ آپؐ کی محبت و رحم اور ہمدردی کا کمال ایسا واضح اور بین ہے۔ کہ اس کی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں پائی جاتی۔ قرآن مجید نے اس کیفیت کو صرف اس آیۃ میں بیان کر دیا ہے۔ لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مومنین ٭

(۶)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ انسانیت کا مطالعہ جہاں انسان کے نصب العین کو بلند کرتا ہے۔ اس کی امید کو وسیع کرتا ہے۔ اور امید کی وسعت انسان کے عزم اور اس کے عملی قویٰ میں ایک زندہ تحریک کو جاری رکھتا ہے۔ نصب العین کی بلندی پر میں کچھ بیان کر چکا ہوں۔ امید کی وسعت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عملی زندگی اور ہدایات سے دکھا دیا۔ کہ مومن کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ اس کی امید خدا میں وسعت پذیر رہتی ہے۔ اگر آپ کی امید وسیع نہ ہوتی۔ تو مکی زندگی کے پُر آشوب ایام ایک لحظہ کے لئے بھی آپؐ کو خوش و خرم رکھنا تو درکنار زندہ ہی نہ رہنے دیتے۔ اگر امید کی وسعت نہ ہوتی۔ تو آپؐ خودکشی کو جرم قرار نہ دیتے۔ انسان مختلف جذبات اور خواہشوں کا مجموعہ ہے۔ اور اس کی تمام کامیابیوں کا انحصار ان جذبات کے صحیح اور برمحل استعمال پر موقوف ہے۔ انسانی شرف اور کامیابی کے لئے سب سے پہلی بات (۱) اعتماد علے النفس ہے۔ آج یورپ کے لوگ اس پر نازاں ہیں کہ وہ انسان کو اس اعلیٰ درجہ کی قوت کی طرف علم النفس کے پُر غور مطالعہ کے بعد راہنمائی کرتے ہیں۔ مگر وُہ نہیں جانتے کہ آج سے چودہ صدیاں پیشتر وادی غیر ذی زرع کے ہادی علیہ السلام نے علیکم انفسکم کہکر خود اعتمادی کی تعلیم دی تھی۔ یورپ خود اعتمادی کو تو مانتا ہے۔ مگر وہ اس کے ساتھ جو بعض آفات ہیں۔ ان سے واقف نہیں۔ بلکہ علی العموم وہ اس سے غافل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مکمل صورت میں پیش کیا تھا۔ ایک طرف اعتماد علے النفس کی تعلیم دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی انسان کو توکل علے اللہ کا سبق دیا تھا۔ تاکہ اس کی کمزوریاں اور غلطیاں اسے راہ حق سے دور لے جا کر ہلاک نہ کر دیں اور اس کی کامیابی ناکامی کی صورت اختیار نہ کرلے ٭

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اصُول کو مکمل کیا جبکہ خدا سے وحی پاکر فرمایا:۔ واذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ یعنی کامیابی کے اجزاء و شروط میں جو چیزیں ضروری ہیں۔ ان میں سے ایک عزم صمیم ہے۔ دوسری توکل علے اللہ۔ یہ عزم صمیم جسے یورپ کا فلاسفر Will power کہکر خوش ہو جاتا ہے۔ اور اس کے صحیح نشو و نما اور ارتقاء سے ناواقف ہے۔ اس کا حقیقی نشو و نما اس دوسرے ہی جزو سے ہوتا ہے جو توکل علے اللہ میں بیان کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو علم النفس دنیا کو دیا ہے۔ اور جو معیارِ شرف انسانیت قائم کیا ہے۔ وہ بےنظیر ہے۔ یہ مضمون بہت وسعت چاہتا ہے۔ اگر مجھے کبھی موقعہ ملا۔ تو میں ایک مضمون "کائنات میں مقام انسانیت" لکھنا چاہتا ہوں۔ (وباللہ التوفیق) اس میں انشاء اللہ العزیز دکھانے کی کوشش کرونگا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس علم کے کیا کیا بیش قیمت جواہرات کے خزانے دنیا کے سامنے رکھدیئے ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں۔ کہ مختصر طور پر آپؐ کی شان انسانیت کے بعض مظاہر کو بیان کردوں ٭

(۷)

چونکہ ایڈیٹر صاحب الفضل چاہتے ہیں۔ کہ دو صفحے سے زائد مضمون نہ ہو اس لئے میں افسوس کے ساتھ اس حدیث دلآویز کو مختصر کرنے پر مجبور ہوں ٭

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی غرض ہی انسانیت کے مقام کی معرفت تھی۔ جو خدا تعالیٰ نے ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون میں بیان فرمائی ہے۔ آپؐ نے اپنے عمل سے بتایا۔ کہ انسان کس طرح پر مقام عبُودیت حاصل کرتا ہے۔ اور عبد اللہ کا نام پاتا ہے۔ اس میں آپؐ نے اپنے ناسوتی اور لاہوتی ہر دو قسم کے تعلقات کا عملی نمونہ بتایا ٭

۱۔ انسانی تخلیق کی پہلی اور آخری غرض یہی ہے۔ اور اس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انسانیت ہی اپیل کرتی ہے۔ اور وہ اس آیت میں جو اس مضمون کا موضوع ہے۔ نہایت لطافت سے پیش کی گئی ہے ٭

۲۔ انسان کی ترقی کا مدار اس عقیدہ اور ایمان پر ہے۔ کہ انسان کے سوا کل مخلوق انسان کی خادم ہے۔ یہ ایک عظیم الشان اصُول ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کے ذریعہ دُنیا کے سامنے پیش کیا۔ انسان اگر خدا کی مخلوق کے کسی حصہ کو خُدا اور معبود سمجھتا ہے۔ تو خدا کے حقائق اور فوائد سے محروم ہو جاتا ہے۔ تمام علوم اور ترقیات کا دروازہ اسی عقیدہ کے ساتھ کھلتا ہے۔ اور یہی انسانیت کا شرف اور مقام ہے۔ کہ وہ کل کائنات کا مخدُوم ہے۔ دُنیا پر جو ہلاکت کے دَور آئے ہیں۔ اور اقوام کی تباہی اور جہالت اسی حقیقت کے نہ سمجھنے کی وجہ سے تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر انسان کو اس کا اصل مقام عطا فرمایا۔ اور کل مخلوق کو انسان کا خادم قرار دیا۔ اور آج اس کے نتائج میں ہم علوم جدیدہ کی روشنی میں آئے دن نئے نئے انکشافات دیکھتے ہیں ٭

۳۔ انسانی زندگی کے معیار شرافت کو با امن شہری کی صورت میں دنیا کے سامنے رکھدیا۔ اور مساواتِ انسانی اور خلق و اخوت باہمی کی صحیح راہ آپؐ نے اپنی انسانیت کے ذریعہ قائم کر دی۔ چنانچہ فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ تقوےٰ کے معنے حضرت ابوہریرہ نے ایک حدیث کے مفہوم پر نہایت ہی لطیف کئے ہیں۔ کہ بااصول انسانی زندگی کے لئے جو چیزیں باعثِ مضرت ہوں ان سے بچتے رہنے کا نام تقوےٰ ہے ٭

۴۔ انسانی قوےٰ کی تکمیل اور معرفت کی وسعت کے لئے نظام عالم پر غور و فکر کی قوتوں کے نشو و نما کی تعلیم دی۔ اور اس طرح پر ترقیات کا بحر ناپیدا کنار پیدا کر دیا ٭

۵۔ تمام امُور میں عزم صمیم اور مستقل مزاجی سے کام کرنے کی عملی روح پیدا کی ٭

۶۔ انسانی ہمت کو بلند کیا۔ اور جزائے اعمال کے مسئلہ سے بتایا کہ انسانی اعمال کے لئے دور اندیشی اور عاقبت بینی لازمہ ہے ۔۔۔ ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو انسانیت کے ہر پہلو کو مدنظر رکھکر غور کرو۔ کامل انسانیت کی شان اس میں جلوہ گر ہے۔ اور وُہ انسان کے اندر وہ حقیقت پیدا کرنا چاہتی ہے جس کا دوسرے لفظوں میں عبودیت نام ہے۔ اور جہاں پہونچ کر انسان خدا تعالیٰ سے شرف ہمکلامی حاصل کرتا ہے۔ اور اسی مقام کو حاصل کرنے کے لئے آپؐ نے اپنی بشریت کو پیش کیا ہے۔ کہ وُہ ہمارے لئے بطور اُسوہ حسنہ ہے۔ اللھم صل علی محمد و علی ال محمد و بارک وسلم

(از مولوی جلال الدین صاحب شمس (مولوی فاضل) مبلغ جماعت احمدیہ مقیم حیفا فلسطین)

جس جلیل القدر انسان کے اعمال عظیمہ اور اخلاق حمیدہ کا اس وقت میں ذکر کرنے لگا ہوں۔ اس کی عظمت و بزرگی کا ہر ایک دل معترف اور ہر صداقت شعار زبان اقراری ہے۔ کسی تاریخدان پر یہ امر مخفی نہیں۔ کہ آپ جس پُر آشوب و پُر فتن زمانہ میں مبعوث ہوئے اس کی نظیر تلاش کرنا فضول امر ہے۔ اس وقت تمام دنیا بحر ضلالت و غوائت میں غرق تھی۔ عدل و راستی کا نام و نشان نہ تھا۔ مخلوقات الٰہی پر وہ وہ ظلم و ستم توڑے جاتے تھے۔ کہ جن کے نام سے بدن لرزنے لگتا ہے۔ حیوانات تو ایک طرف رہے۔ انسانوں میں سے فرقہ اناث کی عدم درجہ بے قدری کی جاتی۔ اس امر میں تمام اقوام عالم شریک تھیں۔ اس وقت آپ مظلومین کے لیئے رحمت بن کر آئے۔ اور ان کی حمایت میں کھڑے ہو کر ہر ایک کو جیسا کہ عدل کا مقتضا تھا۔ اسے حقوق دلائے حیوانات کو باندھ کر ان پر تیر آزمائی کی جاتی۔ اس سے آپ نے منع فرمایا۔ ان کے چہروں پر داغ دیا جاتا۔ اسے شدت سے روکا حتٰے کہ فرمایا۔ جو ذبح کرے۔ اسے چاہئے پہلے چھری تیز کرے تا مذبوح کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔ مرغوں اور دنبوں وغیرہ جانوروں کو آپس میں لڑایا کرتے۔ اس سے بھی آپ نے روکا۔ اور یہ فرما کر کہ ہر جاندار چیز کے ساتھ بھلائی کرنے میں انسان کو اجر ملے گا۔ حیوانات سے بھلائی کرنے کی ترغیب دلائی۔ اور ایک کنچنی کا واقعہ بیان فرمایا۔ جس نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا۔ اللہ تعالٰے نے اس کی اس نیکی کے عوض میں اُسے توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔ اور آخر کار وہ جنت کی وارث ہوئی۔ لیکن ایک عورت جس نے بلی کو گھر میں بھوکی پیاسی باندھ چھوڑا۔ یہاں تک کہ وہ مرگئی۔ اس کی اللہ تعالٰے نے بھی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور آخر کار وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوئی۔ پس آپ حیوانوں کے لیئے بھی رحمت ہو کر آئے +

مضمون کے طویل ہو جانے کے اندیشہ سے میں تمام دوسری باتوں کو چھوڑ کر صرف ایک بات بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ فرقہ نسوان کے متعلق ہے۔ آپ جس زمانہ میں مبعوث ہوئے۔ اس وقت عورت کو کوئی مستقل شخصیت نہیں دی جاتی تھی۔ وہ نہایت ہی مظلومانہ حالت میں تھی۔ سب سے بڑا تعلق جو دنیا میں مرد و عورت کا طبعی لحاظ سے ہو سکتا ہے۔ وہ علاقہ تناسلی ہے۔ مگر اس بارہ میں عورت سے جو معاملہ کیا جاتا۔ وہ صریح عدل کے خلاف تھا۔ اس میں اہل ادیان اور دوسرے یکساں تھے۔ ہندو مذہب عورت کی کوئی علیحدہ ہستی نہیں شمار کرتا تھا۔ اگر خاوند مر جاتا۔ تو اُسے بھی اس کے ساتھ ہی آگ کی نذر کیا جاتا۔ اگر بیوہ ہو جاتی۔ تو اسے اجازت نہ تھی کہ شادی کر سکے۔ خاوند جس قدر بھی اس پر ظلم و ستم کرنا چاہے کرلیتا وہ اس ظالم کے پنجہ سے رہائی پانے کے لیئے کوئی چارہ جوئی نہ کر سکتی تھی۔ اسی طرح یہودی مذہب نے مرد کو جب اس کی بیوی اس کی نگاہ میں عزیز نہ ہو۔ اور اس میں کوئی نامناسب بات پیدا ہو جائے۔ طلاق کی کھلے بندوں اجازت دی۔ مگر عورت کے لیئے جائز نہ تھا۔ کہ وہ بھی مرد سے کسی صورت میں علیحدگی اختیار کر سکے۔ غرض اسے حسب عہد قدیم و جدید ایک ناپاک ہستی خیال کیا جاتا تھا۔ دین مسیحی نے اگرچہ ایک حد تک طلاق کے لیئے شروط لگائیں۔ مگر پھر بھی عورت کو یہ حق نہ دیا۔ کہ وہ بھی کسی صورت میں خاوند سے طلاق حاصل کر سکے۔ عرب کی جو حالت تھی۔ اس کے بیان کرنے کی تو حاجت ہی نہیں۔ عورت ہونا سخت گناہ خیال کیا جاتا تھا۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے۔ ورثہ میں عورتوں کو دوسرے ترکہ کی طرح تقسیم کیا جاتا۔ مرد جتنی بیویاں کرنا چاہتا کر لیتا اور بار بار طلاق دے کر اپنے گھر لے آتا۔ کوئی قانون نہ تھا۔ سوسائٹی نہ تھی۔ نظام نہ تھا۔ مگر آپ اس مظلوم ہستی کے لیئے رحمت ہو کر آئے۔ اور اسے قعر مذلت سے اٹھایا۔ اور بیانگ دہل "النساء شقائق الرجال" کا اعلان کرکے انہیں مردوں کی صف میں پہلو بہ پہلو کھڑا کر دیا۔ و لهن مثل الذی علیهن بالمعروف کا ارشاد خداوندی سُنا کر انہیں مردوں کے مساوی اس وقت قرار دیا جبکہ مدبرین فرانس کی اس مجلس نے جو عورت کے حقوق پر غور کرنے کے لیئے منعقد ہوئی تھی۔ آخری رائے یہ پاس کی تھی۔ کہ اب سے ہمیں عورت کو بھی انسان سمجھنا چاہیئے۔ پس وہ تو عورت کو دائرہ انسانیت میں داخل کر رہے تھے۔ گویا کہ وہ انہیں پہلے انسان ہی نہ سمجھتے تھے۔ مگر آپ انہیں مردوں کے ساتھ حقوق میں مساوی قرار دے رہے تھے

پھر آپ نے ہر رنگ میں عورت کی عزت قائم کی۔ اور فقط قول پر ہی اکتفا نہ کیا۔ بلکہ اپنے عمل سے اس کی عزت و محبت مردوں کے قلوب میں متمکن کی۔ آپ نے خود حضرت عائشہ رض کو دروازہ میں کھڑے ہو کر حبشیوں کے فوجی کرتب دکھائے۔ اور اس وقت تک وہاں سے نہ ہلے۔ جب تک کہ حضرت عائشہ رض اپنی مرضی سے نہ ہٹیں۔ پھر آپ نے ان سے دوڑنے میں مقابلہ کیا۔ ایک موقعہ پر اپنی زوجہ صفیہ رض کو اپنے گھٹنے کے سہارے اونٹ پر سوار کیا۔ غرض کہ آپ نے ہر رنگ میں ان سے محبت کا اظہار کیا۔ حضرت فاطمہ رض جب تشریف لاتیں۔ تو آپ ان کے لیئے کھڑے ہو جایا کرتے۔ غرض جو عزت و احترام آنحضرت صلعم نے کمزور فرقہ نسوان کا کیا۔ اس کی نظیر مغربی تہذیب والے باوجود ادعائے آزادی نسوان قطعاً پیش نہیں کر سکتے۔ یہی وُہ جذب مقناطیسی اور قوت کہربائیہ تھی جس کی وجہ سے عورتیں اپنے ماں باپ۔ بھائی۔ بیٹے سب کچھ آپ کے لیئے قربان کرنے کو تیار رہتیں۔ وہ اپنے اقرباء اور اعزاء کی مصیبت پر اتنا غم و اندوہ نہ کرتیں۔ جتنا کہ رسول اللہ صلعم کو ذرا سی تکلیف پہونچنے پر۔ کیونکہ آپ ہی تھے۔ جنھوں نے انہیں ظلم و ستم کی قید سے آزادی دلائی۔ اور آپ ہی تھے۔ جنھوں نے انہیں عزت کی زندگی بخشی +

پھر آپ نے فرمایا۔ خیرکم خیرکم لاهله۔ کہ بھلا شخص وہی ہے۔ جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک و برتاؤ کرے۔ پھر بارشاد الٰہی فرمایا۔ وعاشروهن بالمعروف فان کرهتموهن فعسٰی ان تکرهوا شیئاً ویجعل الله فیه خیراً کثیرا کہ اپنی بیویوں سے نیک برتاؤ کرو۔ اور اگر تم انہیں ناپسند کرو۔ (پھر بھی ان سے نیک سلوک رکھو) کیونکہ ممکن ہے۔ کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو۔ اور اللہ تعالٰی اس میں بڑی بھلائی رکھ دے۔ اسی آیۃ کریمہ میں باوجود ان سے ناپسندیدگی کے حسن سلوک کیساتھ بود و باش رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ اور یہ حکم دیا ہے۔ کہ مرد اپنی ناپسندیدگی پر غالب آنے کی کوشش کریں۔ اگر وُہ ایسا کریں۔ تو یہی بات ان کے لیئے خیر و برکت کا موجب ہو جائے گی +

پھر جب مرد و عورت میں اتفاق کی کوئی صورت نہ ہو سکے۔ تو جیسے مرد کو طلاق کی اجازت دی گئی۔ ویسے ہی عورت کو بھی علیحدہ ہو جانے کا حق دیا گیا۔ اور اس طرح آپ نے عورت کے احساسات اور جذبات کا نہایت درجہ لحاظ کیا۔ ماہرین علم النفس سے مخفی نہیں کہ بعض اوقات ظاہری سبب کراہت کا کوئی نہیں ہوتا۔ لیکن طبعی طور پر ایک شخص سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اور یہ امر احساسات اور نفسیات سے تعلق رکھتا ہے۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے۔ کہ نکاح کا جو اصل مدعا ہے۔ وہ پورا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپ نے عورت کو بھی طلاق حاصل کر لینے کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہے:۔ عن ابن عباس انه قال جاءت امرأة ثابت بن قیس الی رسول الله صلے الله علیه وآله وسلم فقالت یارسول الله انی لا اعتب علے ثابت فی دین ولا خلق ولکنی لا اطیقه فقال رسول الله اتردین علیه حدیقته قالت نعم فردت علیه وامره ففارقها (ترمذی)

ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ ثابت بن قیس کی بیوی آنحضرت صلعم کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی میں ثابت سے اس کے دین اور اخلاق میں سے کوئی بات بُری نہیں پاتی۔ یعنی اس کی دینی اور اخلاقی حالت اچھی ہے۔ مگر بات یہ ہے۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتی۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کیا تو اس کا باغ اُسے واپس کرنے پر تیار ہے۔ اُس نے کہا۔ ہاں۔ اُس نے باغ واپس کر دیا۔ اور ثابت کو آنحضرت صلعم نے اس سے مفارقت کا حکم دے دیا +

اسلام اور تلوار

بے نظیر کامیابی پر پردہ ڈالنے کی کوشش

مخالفین اسلام جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بے نظیر ترقی اور کامیابی کو دیکھتے ہیں جس کی نظیر نہ آپ سے پہلے کہیں ملتی ہے۔ نہ بعد میں نظر آتی ہے۔ تو اس پر پردہ ڈالنے اور اس کی وقعت کم کرنے کے لئے طرح طرح کے اعتراض گھڑنے شروع کر دیتے ہیں انہی اعتراضات میں سے ایک بہت بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپنے تلوار کے زور سے کامیابی حاصل کی۔ اور قوت بازو سے لوگوں کو اپنے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور کیا ؛

تلوار کہاں سے آئی

مگر یہ اعتراض کرنے والے اتنا بھی نہیں سوچتے۔ ایک ایسے انسان کو جس نے یتیمی اور بے کسی میں پرورش پائی۔ جو کسی حکمران اور صاحب اقتدار خاندان میں پیدا نہ ہوا۔ جس کے پاس کوئی دنیوی طاقت اور قوت نہ تھی۔ جو بے سروسامان اور یکہ و تنہا تھا۔ اس نے تمام ملک بلکہ تمام دنیا کے عقائد اور خیالات کے خلاف آواز اُٹھا کر وہ تلوار کہاں سے اور کس طرح حاصل کی۔ جو بے مثال کامیابی کا ذریعہ بنی۔ اور اس تلوار کے چلانے والے میں اتنا زور اور اتنی قوت کہاں سے آگئی۔ کہ دنیا اس کے آگے جھکنے پر مجبور ہوگئی ؛

تلوار اخلاص نہیں پیدا کر سکتی

اگر ذرا بھی غور و فکر سے کام لیا جائے۔ تو یہ اعتراض اپنے غلط ہونے کا آپ ہی ثبوت ہے۔ پھر جب اس فداکاری اور جاں نثاری کو دیکھا جائے۔ اس اخلاص اور محبت پر نظر کی جائے۔ اس فرمانبرداری اور سرفروشی کا خیال کیا جائے۔ جو آپ کی غلامی میں داخل ہونے والوں نے مصائب اور مشکلات۔ تکالیف اور صعوبات کے کوہ گراں کے مقابلہ میں دکھائی۔ اور قدم قدم پر جس کا ثبوت دیا۔ تو ان لوگوں کی سمجھ و عقل پر حیرت ہوتی ہے۔ جو یہ کہتے ہیں۔ بانی اسلام نے تلوار کے زور سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا۔ اور زبردستی ان کو مسلمان بنایا ؛

چند واقعات

بیشک ایک ظالم اور جابر تلوار کے زور سے کچھ عرصہ کے لئے کمزوروں کو اپنے آگے جھکا سکتا ہے۔ لیکن کسی ایک شخص کے دل میں بھی اخلاص اور وفاداری کے جذبات پیدا نہیں کر سکتا۔ مگر تاریخ اسلام میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فدائیوں کے ایسے ایسے حیرت انگیز واقعات پائے جاتے ہیں۔ جنھیں دیکھ کر ماننا پڑتا ہے وہ بڑی سے بڑی تکلیف اور دردناک سے دردناک دُکھ کو آپ کی خاطر اس خوشی اور مسرت سے برداشت کرتے۔ کہ گویا اس میں وہ اپنے لئے پوری راحت اور آرام پاتے۔ اور اسے اپنی بہت بڑی خوش قسمتی سمجھتے تھے ؛

جاں بلب مخلص کے جذبات

ایک جنگ کا واقعہ ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک جاں نثار اور فدائی جن کا نام سعد تھا۔ نہایت ہی خطرناک طور پر زخمی ہوکر میدان جنگ میں گر گئے۔ آپنے انکی تلاش کرائی۔ تو معلوم ہُوا۔ مقتولوں میں پڑے ہیں۔ لیکن ابھی جان باقی ہے۔ جو شخص ان کی خبر لانے کے لئے گیا تھا۔ اس نے انہیں کہا۔ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لئے بھیجا ہے۔ کہ میں دیکھوں کہ تم زندہ ہو یا مردہ۔ انھوں نے کہا۔ اس وقت میں زندوں میں نہیں۔ بلکہ مُردوں میں ہی ہوں۔ تم جاکر رسول اللہؐ سے میرا سلام کہنا اور میری طرف سے عرض کرنا۔ سعد کہتا ہے۔ خدا آپ کو ہماری طرف سے ایسی جزاء خیر دے۔ جو کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے نہ دی ہو۔ اور پھر اپنی قوم کو میری طرف سے سلام کہنا اور کہہ دینا کہ سعد تم سے کہتا ہے۔ اگر تم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہے گا۔ اور رسول خدا کو کوئی تکلیف کسی دشمن کی طرف سے پہنچے گی۔ تو پھر تمہارا کوئی عذر خدا کے حضور مقبول نہ ہوگا۔

ادھر یہ الفاظ ختم ہوئے۔ ادھر انہوں نے جان دیدی۔

ان الفاظ پر غور کرو۔ جو دمِ مرگ کہے گئے۔ اور ایسی حالت میں کہے گئے۔ جبکہ زخموں نے نڈھال کر رکھا تھا۔ اور جو ایسے خطرناک اور اتنے شدید تھے۔ کہ ان کی وجہ سے جان کنی تک نوبت پہنچی ہوئی تھی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ رسول عربیؐ کے اس جاں نثار کو ان زخموں سے کوئی تکلیف تھی۔ اس کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اس حالت میں خاص لذت اور سرور حاصل کر رہا تھا۔ اور چاہتا تھا اگر ضرورت پیش آئے۔ تو اس کی قوم کا ایک ایک فرد اس لطف کو حاصل کرے۔ اس وقت اگر اسے کوئی فکر اور کوئی خیال تھا۔ تو صرف یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ کیا اس میں یہ جذبہ اور یہ ذوق تلوار کی دھار یا نیزے کی انی نے پیدا کیا تھا۔ دنیا میں ایسی تلوار نہ کوئی ایجاد ہوئی۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ یہ دراصل ہی روحانی تلوار تھی۔ جس نے مادی تلوار کے زخموں کا احساس ہی مٹا دیا۔ بلکہ انہیں سرخروئی کے تمغے بنا دیا تھا ؛

ایک قاتل کا مسلمان ہونا

ایک شخص جس کا نام جبار تھا۔ اپنے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے کہ ایک جنگ میں میں نے ایک شخص کے شانوں کے درمیان ایسا نیزہ مارا۔ کہ نیزہ اس کے سینہ کے پار ہوگیا۔ اس پر اس نے کہا۔ قسم ہے خدا کی۔ میں اپنے مطلب کو پہنچ گیا جبار کہتا ہے۔ یہ بات سن کر میں حیران رہ گیا۔ میں نے لوگوں سے اس کا مطلب پوچھا۔ تو انہوں نے بتایا۔ اس کا مطلب شہادت پاناتھا۔ جو اس کو حاصل ہوگئی۔ یہ سن کر مجھے ایسی لذت اور سرور آیا۔ کہ میں ایمان لے آیا ؛

بیشک یہ شخص نیزہ کے ذریعہ مسلمان ہُوا۔ مگر کھا کر نہیں بلکہ مار کر جان جانے کے خوف سے نہیں۔ بلکہ جان دینے کے شوق سے۔ موت کے ڈر سے نہیں۔ بلکہ ایک مرنے والے کی موت پر رشک کرکے۔ اب غور کرو۔ جس انسان کے غلاموں میں ایسے ایسے لوگ شامل ہوں۔ اس کے متعلق کس منہ سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس نے زبردستی کسی کو مسلمان بنایا

مجموعی مثال

یہ انفرادی مثالیں ہیں۔ ممکن ہے کوئی کہہ دے۔ چند ایک آدمیوں کے ذکر سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا۔ کہ سارے کے سارے مسلمان ایسا ہی اخلاص رکھتے تھے۔ اس لئے میں ایک ایسے واقعہ کا ذکر کرتا ہوں۔ جس سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جان فروشوں کی مجموعی طور پر جان فروشی کا ثبوت ملتا ہے ؛

جنگ بدر کا واقعہ

جنگ بدر کے وقت آپ نے جب مسلمانوں سے مشورہ لیا۔ کہ دشمن کے مقابلہ کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔ تو مقداد بن عمرو نے مہاجرین کی طرف سے کھڑے ہوکر کہا۔ یا رسول اللہؐ! جس طرف خدا آپ کو راستہ دکھائے۔ اس طرف چلئے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ قسم ہے۔ خدا کی ہم یہ نہ کہیں گے۔ جاؤ تم اور تمہارا خدا جاکر لڑو۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا تھا۔ فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون۔ ہم ہرگز آپ کا ساتھ نہ چھوڑینگے۔

اس کے بعد انصار کی طرف سے سعدؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں۔ اور ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ اور گواہی دی ہے۔ کہ جو کتاب آپ خدا کی طرف سے لائے ہیں۔ وہ حق ہے۔ اور ہم نے آپ سے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عہد کیا ہے۔ یا رسول اللہ جس طرف آپ کی مرضی ہو۔ تشریف لے چلئے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی۔ جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا۔ اگر آپ ہم کو سمندر میں گرنے کا حکم دیں گے۔ تو ہم ضرور اس میں گر پڑیں گے۔ اور ہم میں سے ایک شخص بھی باقی نہ رہے گا ؛

اس سے ظاہر ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے آپ سے کیسا تعلق اور کیسا اخلاص رکھتے تھے۔ اور آپ کے لئے کس طرح جانیں نثار کرنے کے لئے تیار تھے۔ اگر وہ تلوار کے خوف سے مسلمان ہوئے تھے۔ تو پھر کیا وجہ تھی۔ تلوار کے نیچے گردنیں رکھنے کے اتنے شائق تھے انہیں تو چاہیئے تھا۔ جنگ کا نام سنکر گھبرا جاتے اور پکار اُٹھتے۔ ہم تو اپنی جانیں بچانے کے لئے مسلمان ہوئے تھے۔ اگر مسلمان ہوکر بھی زندہ نہیں رہ سکتے تو پھر باپ دادا کا مذہب چھوڑنے سے کیا فائدہ۔ مگر نہیں۔ وہ اپنی جانوں کی کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتے۔ اور اپنے محبوب کے لئے جانیں قربان کرنا اپنے لئے بہت بڑی نعمت یقین کرتے ہیں ؛

عام حالات کی مثالیں

یہ جو کچھ بیان ہُوا۔ جنگ و جدال کے مواقع کی باتیں ہیں۔ اور جنگ کے موقعہ کا جوش و خروش طبائع پر خاص اثر رکھتا ہے۔ اس لئے ایک دو ایسی مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔ جو کسی جنگ کے موقعہ کی نہیں بلکہ

عام حالت رکھی ہیں ✤

زیدؓ کی شہادت

ایک صحابی کو جن کا نام زید تھا۔ جب کفار قتل کرنے کے لئے قتل گاہ میں لے گئے۔ تو ابوسفیان نے جو اس وقت کافروں کا بہت بڑا سردار تھا۔ انہیں کہا۔ اے زید! کیا اس وقت تم چاہتے ہو کہ تم اپنے گھر آرام سے بیٹھے ہو۔ اور تمہاری بجائے ہم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو قتل کریں۔ اس کے جواب میں اسنئے۔ زید نے قتل گاہ میں کھڑے ہو کر اور اپنی موت کو اپنے سر پر منڈلاتے دیکھ کر کیا کہا۔ انھوں نے کہا میں تو یہ بھی نہیں چاہتا۔ کہ میں اپنے گھر میں چین سے بیٹھوں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کانٹا بھی چبھے۔ موقعہ محل اور حالت کا لحاظ رکھتے ہوئے ان الفاظ کی قدر و قیمت کا اندازہ کیجئے ✤

یہ جواب سنکر ابوسفیان بول اٹھا۔ میں نے محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کو جیسا محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دوست دیکھا ایسا کسی کو کسی کا دوست نہیں دیکھا ✤

خبیبؓ کی شہادت

اسی طرح ایک اور صحابی کو جن کا نام خبیب تھا جب کفار صرف ان کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے قتل کرنے لگے۔ تو انھوں نے خوف و ہراس کا ایک ذرہ بھی اظہار نہ کیا۔ بلکہ بڑے اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی۔ ان کے اطمینان قلب کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ انھوں نے دوگانہ پڑھنے کے بعد کفار سے کہا۔ اگر تم لوگ یہ نہ کہتے۔ کہ میں قتل میں دیر کرنے کے لئے نماز لمبی کر رہا ہوں۔ تو بہت دیر تک پڑھتا۔ آخر جب انہیں کفار نے قتل کرنے کے لئے لکڑی کے ساتھ باندھا۔ تو آخری الفاظ جو ان کے منہ سے نکل کر ہوا میں گونجے۔ وہ یہ تھے۔ اے اللہ! ہم نے تیرے رسول کی رسالت کی تبلیغ کر دی۔ تو بھی اپنے رسول کو ہماری حالت کی خبر پہنچا دے ✤

کیا اخلاص مندی اور عقیدت شعاری کا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ثبوت ہو سکتا ہے۔ مگر ظالم طبع لوگ کہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جو جان جانے کے خوف سے مسلمان ہوئے تھے ✤

صداقت کی تلوار

یہ واقعات جو اس وقت پیش کئے گئے۔ اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ بانیٔ اسلام علیہ السلام نے حق و صداقت کی تلوار بے شک چلائی۔ لیکن ظاہری قوت اور طاقت سے چلنے والی تلوار کا اسلام کی اشاعت میں کوئی دخل نہیں تھا۔ اور حق و صداقت کی تلوار کسی انسان کو قتل نہیں کرتی۔ بلکہ زندہ جاوید بنا دیتی۔ اور موت کے خوف کو دل سے بالکل نکال دیتی ہے ✤

آخر میں ایک ایسی مثال پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام قبول کرانے کے لئے کسی پر کبھی معمولی سا بھی دباؤ ڈالنا پسند نہ فرمایا ✤

ایک عورت کا واقعہ

غزوہ بنی قریظہ میں ایک عورت ریحانہ پکڑی آئیں۔ حضور نے انہیں شادی کا پیغام دیا۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ اور اسلام قبول کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ وہ کچھ عرصہ تک اسی حالت میں رہیں۔ اور بالآخر انہوں نے خود اسلام قبول کر لیا ✤

غور کرنے کی بات ہے۔ کہ ایک عورت جو جنگ کی قیدی بن کر آئی۔ تبلیغ اسلام کرنے پر مسلمان ہونے سے انکار کرنے کی جرأت کر سکتی ہے۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ اس انکار میں کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتی تھی۔ چنانچہ اسے کوئی خطرہ پیش بھی نہ آیا۔ حتیٰ کہ وہ اپنی رضامندی سے مسلمان ہو گئی۔ اگر جبراً مسلمان بنایا جاتا۔ تو کیا اس کی طاقت تھی۔ کہ اس دلیری سے انکار کر دیتی۔ اور پھر کوئی خطرہ بھی محسوس نہ کرتی ✤

غرض تاریخ اسلام ایک طرف تو اس قسم کی بے شمار مثالیں پیش کرتی ہے۔ اور دوسری طرف کوئی ایک بھی ایسا واقعہ نہیں جس میں اسلام قبول کرانے کے لئے جبر اور زبردستی سے کام لیا گیا ہو ✤

خاکسار: غلام نبیؐ

از سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اس وقت جبکہ دنیا میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ چاروں طرف شرک کا جال بچھا ہوا تھا۔ دنیا اپنے خالق کو بھولی ہوئی ہی نہیں بلکہ اس کے نام تک سے ناواقف تھی۔ خصوصاً عرب کا خطہ تو بالکل ہی خدا کی طرف سے غافل تھا۔ توحید قریباً بالکل ہی مفقود تھی۔ اس وقت خدا کا ایک بندہ اپنے پیارے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے کھڑا ہوتا ہے۔ اور صرف خدا ہی کی تعلیم سے فیضیاب ہو کر دنیا میں توحید کو پھیلاتا ہے۔ اس وقت جبکہ عورتوں کی حالت عملاً جانور سے بھی بدتر سمجھی جاتی تھی۔ وہ اٹھتا ہے۔ ان کے حقوق ان کو دلواتا ہے۔ ان کو حیوان سے انسان بناتا ہے۔ اس وقت جب اس غریب ہستی پر ظلم پر ظلم کئے جا رہے تھے۔ اس کے کوئی حقوق تسلیم نہیں کئے جاتے تھے۔ ان کی تحقیر و تذلیل حد تک پہنچ چکی تھی۔ وہ ان کی طرف سے صدا بلند کرتا ہے۔ اور ان کے حقوق کی طرف دنیا کو توجہ دلاتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی انسان ایسا نہیں پایا جاتا۔ جو آپ سے بڑھ کر طبقہ نسواں کے لئے برکت کا موجب بنا ہو۔

آپ کی بعثت سے قبل عورت کو کوئی درجہ حاصل نہیں تھا۔ دنیا کی کسی سوسائٹی میں وہ پوزیشن عورت کو حاصل نہ تھی۔ جو آپ نے اس کو دی۔ وہ بیچاری مظلومیت کی قید میں گرفتار تھی۔ کوئی اس کی ترقی کی طرف متوجہ نہ تھا۔ مگر آپ نے پوری کوشش سے اس کے حقوق اسے دلوائے۔ اس بارے میں آپ کی تعلیم کا لب لباب یہ تھا کہ مرد اور عورت ہر حیثیت سے برابری کا درجہ رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ ولھن مثل الذی علیھن۔ یعنی جیسے مردوں کو عورتوں کے متعلق حقوق ہیں۔ ویسے ہی عورتوں کو مردوں کے متعلق حقوق ہیں۔ اور وہ مردوں کے ساتھ برابر کی شریک ہیں۔ سوائے اس کے کہ کسی خلقی امتیاز کی وجہ سے یا کسی انتظامی اصول کے ماتحت کوئی فرق ملحوظ رکھا جائے۔ فرمایا جس طرح مردوں کو ان کے اعمال کے نتیجے میں انعامات دئے جائیں گے۔ اسی طرح عورتیں بھی انعام کی مستحق ہونگی۔ وہ انعام سے محروم نہ کی جائینگی۔

آپ کی بعثت سے پہلے یہ حال تھا۔ کہ اگر کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی۔ تو اس کے گھر والوں کی حالت ناگفتہ بہ ہو جاتی خصوصاً باپ کے لئے تو اس وقت دنیا بالکل اندھیر اور تاریک ہو جاتی۔ وہ حیران ہوتا کہ کیا کرے۔ کیا اس ذلت کو برداشت کرے۔ اور اس ہستی کو جس نے اس کے زعم میں دنیا میں آکر اس کی ناک کاٹ ڈالی۔ زندہ رہنے دے یا زندہ ہی زمین میں گاڑ دے۔ عورت کے لئے ترکہ سے بھی کوئی حصہ نہ تھا۔ بیچاری سب حصوں سے محروم کی گئی تھی۔ بلکہ خود اس کو ایک حصہ سمجھ کر ورثاء لے لیتے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب ظلموں کو دور کر دیا۔ اور ایک غریب ہستی کے لئے رحمت کا فرشتہ بن گئے۔

عورتوں کے ساتھ عملاً معاملہ کرتے ہوئے بھی آپ کا طریق نہایت درجہ مشفقانہ اور مربیانہ تھا۔ صحابیات نہایت آزادی کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی ضروریات اور تکالیف آپکے سامنے بیان کرتیں۔ اور آپ ہمیشہ انکی باتوں کو نہایت غور سے سنتے۔ اور انکی تکالیف کو رفع کرنے کی کوشش فرماتے۔ عورتیں مسائل وغیرہ کے دریافت کرنے کے لئے بھی آپکی خدمت میں حاضر ہوتی تھیں۔ اور بسا اوقات بلاواسطہ اور بعض اوقات بالواسطہ کسی اُم المومنین کے ذریعہ مسائل دریافت کرتیں۔ آپ ان کو مسائل بتاتے۔ اور انکی تعلیم و تربیت میں خاص دلچسپی لیتے۔ آپ ان کے حقوق کا اسقدر خیال رکھتے۔ اور ان سے اس درجہ ملائمت اور نرمی کا سلوک کرتے کہ صحابہ کو یہ خیال ہو گیا کہ مسلمان عورتیں بہت دلیر ہو گئی ہیں اور وہ اپنے حقوق کی حفاظت میں مردوں سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اسلام نے عورتوں کو بہت دلیر بنا دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ روحی کا ایک مشہور قول ہے کہ حُبّب الیّ من دنیاکم ثلاث الطیب والنساء وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یعنی مجھے دنیا کی چیزوں میں سے خوشبو اور عورتیں بہت پسند ہیں۔ اور نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اس حدیث سے بھی یہی مراد ہے کہ آپ کو عورتوں کی بہبودی اور اصلاح کا بہت خیال تھا۔ اور آپ انکی ترقی اور بہبودی کو اپنے مشن کا ایک خاص حصہ سمجھتے تھے۔

آخر میں دعا کرتی ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمارے دلوں کو ہمارے پیارے نبی کی محبت سے لبریز کر دے۔ اور اس کے بتائے طریق پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے ✤

(از محترمہ مسز ایم اے ڈیس - دھرم رکھیا - بہار)

الفضل کے خاص نمبر کے لئے

اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ بات صاف طرح سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ جو حقوق اسلام نے عورتوں کو عطا کئے ہیں۔ وہ کسی مذہب نے عورتوں کو نہیں دئے۔ اور نہ اسلام سے قبل کبھی عورتوں کو وہ حقوق ملے تھے۔ یہ حضرت محمدؐ ہی کی ذات بابرکات تھی۔ جس نے عورتوں کو اوج ترقی پر پہنچایا۔ اور جو حقوق عورتوں کو شائستہ ملکوں میں اب مل رہے ہیں۔ وہ تیرہ سو برس قبل عورتوں کو دئے +

ہندو دھرم میں عورت

ہندو مذہب میں عورت کی کیا حیثیت ہے۔ یہ تو پوچھئے ہی نہیں کیونکہ وہ ہمیشہ ایک لونڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ بچپن میں والدین کے ہاتھ میں جوانی میں شوہر کے اختیار میں (حتیٰ کہ اگر شوہر چاہے تو مذہباً اسے اس بات کا حق ہے۔ کہ اپنی بی بی کو دوسرے کے پاس بھیجے۔ اور نیوگ کرائے) اور بڑھاپے میں اپنے لڑکوں کے اختیار میں رکھی گئی ہے۔ اس کو جائداد میں کوئی ترکہ نہیں ملتا۔ اور زیادہ سے زیادہ اپنی زندگی میں صرف خرچ خوراک پانے کا حق رکھتی ہے۔ شادی جس سے صرف عورت کی اپنی ذات کا تعلق ہے۔ اس میں بھی اسے کوئی اختیار نہیں +

عیسائیت میں عورت

آج کل عیسائی مذہب سب سے زیادہ شائستہ اور مہذب مذہب خیال کیا جاتا ہے۔ مگر اس میں بھی عورت کو مرد کی محکوم قرار دیا گیا ہے۔ اور خلع وغیرہ کا اسے حق نہیں۔ اب جبکہ عورتوں نے جد و جہد کی۔ تو یورپ کے ملکوں میں Married Woman's Prophet اور اس قسم کے دوسرے قوانین بننے لگے۔ ورنہ اس کے قبل عورتوں کی اپنی محنت مشقت کی کمائی بھی اس کے والدین کی یا اس کے شوہر کی ہوتی۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اب تک بعض یورپین ملکوں میں اگر اکیس ۲۱ سال سے کم عمر کی عورت اپنے والدین یا ولی کی رضامندی کے بغیر اپنی شادی کرے اور شوہر کے ہاں چلی جائے۔ تو شوہر پر لڑکی کا ولی اس بنا پر مقدمہ کر سکتا ہے۔ کہ وہ اپنی لڑکی سے خدمت لینے سے محروم کر دیا گیا ہے۔

اسلام میں عورت

اب حضرت محمدؐ کے احسانات دیکھئے۔ کہ سب سے پہلے تو دختر کشی کو بند کیا۔ اور عورت کو حق دیا۔ کہ جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ کوئی طاقت حتیٰ کہ اس کے والدین بھی اسے روک نہیں سکتے۔ شادی عورت کے لئے ایک ایسی چیز ہے۔ جس پر اس کی ساری زندگی کی خوشی کا دار و مدار ہے۔ اس میں بھی عورت کو آزادی نہ دینا (جیسا کہ دوسرے مذاہب نے کیا ہے) بڑے ظلم کی بات ہے۔ حضرت محمدؐ کے اصول کے مطابق کوئی باپ اپنی لڑکی کو کسی خاص شخص سے شادی کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اور اس کی رضامندی کے بغیر اگر اس کی شادی کر دی جائے تو اسے وہ توڑ سکتی ہے۔ بلکہ اگر نابالغی کی حالت پر بھی اس کی شادی کر دی گئی ہو۔ تو بلوغ ہونے کے بعد وہ اس بات کا حق رکھتی ہے کہ اپنی بچپن کی شادی فسخ کرا دے۔ علاوہ اس کے عورت کو خلع کا بھی حق ہے۔ جو دنیا کے کسی اور مذہب نے عورت کو نہیں دیا۔ یہی وجہ ہے کہ شائستہ و مہذب ملکوں کی عورتیں یا جو عورتیں تعلیم یافتہ ہیں اسلام کی طرف مائل نظر آتی ہیں۔ ایسی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ کہ تعلیم یافتہ غیر مسلم عورتوں نے مسلمان مردوں سے نکاح کر لیا۔ مگر مسلمان عورتوں کی غیر مسلموں سے شادی کی مثال کم نظر آئیگی۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ اسلام نے عورت کو وہ حقوق دئے ہیں۔ جو دوسرے مذاہب نے نہیں دئے ہیں۔ اور ہر عورت جو مسلمان کی بی بی بنتی ہے۔ وہ اپنی خودداری کے ساتھ اپنے حقوق کو بھی پامال ہونے سے بچائے رکھتی ہے۔ برخلاف اس کے اگر کوئی مسلمان عورت غیر مسلم کی بی بی ہو جائے۔ تو اس کے اپنے حقوق بھی کھوئے جاتے ہیں +

ترکہ میں عورت کا حق

ترکہ کا بھی سوائے اسلام کے کسی مذہب نے عورت کو مستحق نہیں قرار دیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت محمدؐ نے لڑکے کو لڑکی سے دوگنا ترکہ دلا کر عورت کو کم حیثیت پر رکھا۔ مگر غور کرنے کی بات ہے، کسب معاش کی فکر مرد کو کرنی پڑتی ہے۔ اور مرد ہی اپنی محنت و مشقت سے کماتا ہے۔ جس سے اس کے گھرانے کی عورتیں فائدہ اٹھاتی ہیں۔ ایسی حالت میں مرد کی کمائی میں اگر صرف بیٹوں کو حصہ ملتا تو بھی چنداں حرج نہ تھا (دیگر مذاہب کے اصول سے صرف مردوں ہی کو ملتا ہے) ایک عورت کو مرد سے نصف حصہ ملنا کم نہیں ہے۔ کیونکہ عورت کی جائداد سے دوسرے کم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ برخلاف اس کے مرد دوسروں کے اخراجات بھی برداشت کرتا ہے۔ ایسی حالت میں ایک عورت کو جتنا ملے۔ اس سے دگنا اس کے بھائی کو ملنا ناانصافی نہیں۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ ترکہ میں عورت کی جو کمی ہوتی ہے۔ وہ مہر کی صورت میں پوری ہو جاتی ہے۔ جو مرد سے عورت کو ملتا ہے +

اسلام اور تعدد ازدواج

اسلام پر ایک الزام کثیر الازدواجی کا لگایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے، حضرت محمدؐ نے خود کئی شادیاں کیں۔ اور اپنی امت کو بھی چار تک شادیاں بیک وقت کرنے کی اجازت دی۔ حضرت محمدؐ کے متعلق زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس بات کو اب یورپین مورخین بھی ماننے لگے ہیں کہ حضرت محمدؐ جنہوں نے پچیس سال کی عمر میں ایک چالیس سال کی بوڑھی عورت سے شادی کی۔ اور اپنی جوانی بلکہ زندگی کا زیادہ حصہ صرف انہی کے ساتھ گذار دیا۔ خاص حالتوں کے ماتحت شادیاں کیں۔ رہا دوسروں کو کثیر الازدواجی کی اجازت دینا۔ سب سے پہلی بات جو اس میں غور کرنے کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرد بالطبع و بالفطرت کثیر الازدواج واقع ہوا ہے۔ اگر اسے ایک سے زیادہ شادی کی اجازت نہ دی جائے تو عام طور پر وہ عملاً اس کا مرتکب ہوگا۔ دوسری بات قابل توجہ یہ ہے۔ کہ لڑائی وغیرہ میں مرد ہی زیادہ تر مارے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سی عورتیں بیوہ اور لاوارث ہو جاتی ہیں۔ آجکل تو یورپین ممالک میں بھی عورتوں کی تعداد مردوں سے بہت زیادہ ہو رہی ہے ایسی حالت میں ان کے آرام سے زندگی بسر کرنے کے لئے نیز اس لئے بھی کہ فطرت اس بات کو چاہتی ہے کہ عورت شادی شدہ رہے۔ قومی نقطہ خیال سے مرد کو کثیر الازدواج ہونے کی اجازت دینا صنف نازک کے لئے فائدہ مند ہے۔ کیا وہ عورت جو قومی درد اور جذبہ دل میں رکھتی ہے یہ بات پسند نہ کریگی۔ کہ ایک دوسری عورت جو بری زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتی ہے سوکن ہو کر ایک عزت کی زندگی بسر کرے۔ اور سوسائٹی میں اپنی صورت دکھانے کے قابل رہے۔ میرے خیال میں عورتوں کو چاہیئے کہ اسلامی طریق پر عمل کریں۔ اور جائز کثیر الازدواجی کو ترقی دیکر ناجائز طریق کے خلاف (جو مردوں میں اس قدر عام ہے کہ ملکی قوانین میں بھی اسے جرم نہیں سمجھا جاتا) صدائے احتجاج بلند کریں۔ اور ان عورتوں کو جو بری زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ راہ راست پر لائیں +

محبوب ترین چیز

حضرت محمدؐ کی محبوب ترین چیزوں میں عورت بھی ہے۔ اور اپنے اقوال اور افعال سے انہوں نے دکھلا دیا۔ کہ عورت عزت محبت اور ہمدردی کی مستحق ہے۔ جس کا ان سے قبل کسی پیغمبر بزرگ۔ رشی یا منی نے اسے مستحق نہ سمجھا۔ عورتوں کے جذبات اور خیالات کا جو احترام حضرت محمدؐ نے کیا۔ وہ ان باتوں سے ظاہر ہے جو انہوں نے تعلقات زن و شوہر کے متعلق قرار دیں۔ اور جن کے متعلق مفصل لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی +

ایک دوسرے کے بزرگوں کی عزت کرو

(از جناب پنڈت ٹھاکر دت صاحب شرما موجد امرت دھارا - لاہور)

میں ان لوگوں میں سے ہوں جو یہ سمجھتے ہیں کہ بدوں ہندو مسلم اتحاد کے ہندوستان کبھی ترقی نہ کر سکیگا۔ انسان کے ساتھ انسان اس واسطے لڑے جھگڑے کہ وہ مذہبی طور پر اس کے خیال کو نہیں مانتا۔ حد درجے کا احمق پن ہے۔ ہم کو چاہیئے۔ کہ ایک دوسرے کے بزرگوں کی عزت کریں اپنے خیالات کو محبت پیار سے پھیلائیں۔ اور دوسرے کے خیالات کو تحمل و صداقت دلی سے سنیں وہ بزرگ جن کے مذہب چلے۔ اگر ان کے اندر کوئی خوبی نہ ہوتی تو انکے پیچھے اس قدر انسان کیسے چلتے +

دُنیا کو حکمت سکھانے والا نبی

(از جناب ڈاکٹر چودھری محمد شاہنواز صاحب اسسٹنٹ سرجن یوگنڈا مشرقی افریقہ)

انبیاء کی قدر و منزلت اور ان کا احترام ان کی ذات کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ بلکہ اُس عہدہ اور مقام کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالےٰ انہیں عطا کرتا ہے۔ پس اصل خوبی کسی نبی کی اس کی وہ تعلیم اور بصیرت افروز پیغام ہی ہوتا ہے۔ جو وُہ دُنیا کے لئے اللہ تعالےٰ سے لاتا ہے قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ انبیاء کے چار بڑے بڑے کام ہوتے ہیں فرمایا:- ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ترجمہ یعنی لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے نشانات دِکھانا۔ ان کو پاک کرنا۔ کتاب سکھانا اور اس کی حکمت بتانا۔

قرآن کریم اور دیگر الہامی کتب میں یہ ایک عظیم الشان فرق ہے۔ جو قرآن کریم کو اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیگر کتب اور انبیاء سے ممتاز کرتا ہے۔ کہ دیگر کتب نے صرف احکام بتائے ہیں اور یہ نہیں بتایا۔ کہ اس حکم کو ماننے میں کیا حکمت ہے۔ اور کیا فائدہ ہے قرآن کریم نے نہ صرف احکام دئے ہیں۔ بلکہ ساتھ دلیل بھی دی ہے اور بتلایا ہے۔ کہ فلاں کام کے کرنے میں یہ فائدہ ہے۔ اور نہ کرنے میں یہ نقصان۔ گویا شرعی احکام کا فلسفہ اور حکمت سکھا کر انسان کی ذہنی ترقی کو بام عروج پر چڑھا دیا ہے۔ اور اس اعتراض کا رد کیا ہے۔ کہ الہام انسان کی ذہنی ترقی کے راستے میں روک ہے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام دنیا پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ آپ نے قرآن کریم کے ذریعے صحیفۂ فطرت کی طرف توجہ دلا کر لوگوں کی عقل و فہم کو تیز کیا ہے۔ توہمات سے نجات دی ہے۔ اور ان کو سچا فلسفہ اور حکمت سکھائی ہے۔ ہمارا یہ دعوےٰ بغیر دلیل کے نہیں۔ اگر کسی کو شک ہو۔ تو وہ اسلام کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حکم ہمارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کے سامنے پیش کرے۔ اور اس کی حکمت اور فلاسفی سُن لے۔ اور ہم تمام اہل مغرب کو چیلنج دیتے ہیں۔ کہ وہ ایک مسئلہ ہی قرآن کریم کا ایسا بتائیں۔ جو نعوذ باللہ بے فائدہ اور فلسفہ و سائنس کے خلاف ہو۔ ممکن نہیں۔ کہ وُہ ایسا مسئلہ بتا سکیں کیونکہ خدا کے قول اور خدا کے فعل میں تصادم ممکن نہیں۔

یہ عاجز بطور مثال چند ایک احکام اسلام کے ذیل میں لکھ کر ساتھ ہی نہایت اختصار کے ساتھ ان کی حکمت بتانا چاہتا ہے۔ تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے کسی علمی انسٹی ٹیوٹ۔ یا سائنس کی درسگاہ۔ یا میڈیکل کالج میں تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ انھوں نے اللہ تعالےٰ سے علم پا کر دنیا کو وہ علوم سکھائے۔ جن کی تائید آج طب۔ فلسفہ اور سائنس کے انکشافات رہے ہیں۔ اور رہتی دنیا تک کرتے رہیں گے۔

بچوں کے متعلق احکام

پیدائش سے قبل دعا۔ فرمایا جب میاں بیوی علیحدگی میں آپس میں ملیں۔ تو یہ دُعا پڑھ لیا کریں:- اللھم جنبنا الشیطٰن و جنب الشیطٰن مارزقتنا (مشکوٰۃ ۲۱۴)

اسلام نے اخلاق کی راستی کے جو ذریعے بتائے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ اس میں یہ حکمت ہے۔ کہ چونکہ وُہ خیالات جو میاں بیوی کے دل میں ملنے کے وقت جوش مار رہے ہوں۔ ان کا اثر بچہ میں منتقل ہوتا ہے۔ اس لئے ان خیالات کو پاکیزہ بنانے کے لئے یہ دُعا سکھلائی گو یہ اثر مخفی اور خفیف ہوتا ہے۔ مگر اسلام نے اس باریک اور خفیف اثر کو بھی تسلیم کیا ہے۔ اور بچوں کی اخلاقی تربیت کی طرف اس وقت توجہ دلائی ہے۔ جب وُہ ابھی والدین کے جسم سے پوری طرح جُدا بھی نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ جو عجیب اثرات یہ دُعا بحیثیت دُعا پیدا کر سکتی ہے۔ ان کا مشاہدہ اس پر پوری طرح عمل کرنے سے ہی ہو سکتا ہے۔

نوزائیدہ بچہ کے کان میں اذان کہنا۔ اسلام کا حکم ہے۔ جب کسی مسلمان کے گھر بچہ پیدا ہو۔ تو اس کے کان میں اذان (جس میں اسلامی عقائد کا خلاصہ ہے) کہی جائے۔ اس میں یہ حکمت ہے۔ کہ اوّل تو والدین کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ کہ بچے کی تربیت کا زمانہ اسی وقت سے شروع ہو گیا ہے۔ پس ابھی سے اس کے دل میں نیک باتوں کا خیال ڈالو۔ اور پاک نمونہ اس کے سامنے پیش کرو۔ اور یہ مت خیال کرو۔ کہ جب بڑا ہوگا۔ تو سمجھا لیں گے۔ کیونکہ عقل باہر سے داخل نہیں ہوتی۔ بلکہ انہی خیالات۔ مشاہدات اور علوم سے پیدا ہوتی ہے۔ جو بچہ پیدائش کے دن سے جمع کر رہا ہوتا ہے۔ دوسری حکمت اس میں یہ ہے کہ اذان کے الفاظ جب کان میں ڈالے جائیں گے۔ تو وہ اپنا مخفی اثر دماغ کے سب کانشس حصّہ پر چھوڑ جائیں گے۔ جو آہستہ آہستہ بچہ کی آئیندہ زندگی۔ اس کے اقوال۔ احوال۔ عادات اور کیریکٹر پر مخفی اثر ڈالتے ہیں۔ علم النفس کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ دماغ پر سے کوئی نقش مٹتا نہیں۔ بلکہ پیدائش کے دن سے لے کر موت تک جو علوم انسان حاصل کرتا ہے۔ اُن سب کا نقش دماغ کے پچھلے (سب کانشس) حصّہ میں مخفی رہتا ہے۔ جو بعض غیر معمولی حالات میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس کے ثبوت میں بہت سے واقعات ہیں۔ مگر اس مختصر مضمون میں اس لمبی بحث کی گنجائش نہیں۔

نوزائیدہ بچہ کے سر کے بال مونڈنا۔ اس میں یہ حکمت ہے۔ کہ رحم مادر میں بچہ کا سر چونکہ ۵-۶ ماہ کے قریب پانی کی ایک تھیلی میں ڈوبا رہتا ہے۔ اور یہ وُہ پانی ہوتا ہے۔ جس میں جسم کے فضلات۔ جلد کی رطوبت۔ میل۔ پیشاب اور بعض دفعہ پاخانہ وغیرہ ملتا رہتا ہے۔ اس لئے سر کے بالوں کی جڑوں میں میل وغیرہ جمی ہوتی ہے۔ جو بالوں کی جڑوں کو نقصان پہونچا سکتی ہے۔ جب یہ بال اُسترے کے ساتھ مُنڈ دئے جاتے ہیں۔ تو نہ صرف یہ غلیظ مادے دفع ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اُسترے کی رگڑ سے بالوں کی جڑوں میں دَوران خُون تیز ہو جاتا ہے جس سے نئے بال آسانی سے نکل آتے ہیں۔ باقی جسم کو صرف تیل اور صابن سے صاف کرنا ہی کافی ہے۔ کیونکہ سر کے علاوہ اور کسی مقام پر لمبے بال نہیں ہوتے۔ اس لئے باقی جسم پر اُسترا نہیں لگایا جاتا۔

ختنہ کرنا۔ ختنہ کرنے سے بچہ بہت سی جسمانی اور اخلاقی بیماریوں سے بچ جاتا ہے جن کی تفصیل کی اس جگہ گنجائش نہیں۔ جن والدین کے بچے بچپن میں فوت ہو جاتے تھے۔ انھیں بچوں کا ختنہ کرانے کے لئے کہا گیا۔ تو نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بچوں کی صحت عموماً پر اس کا نہایت اچھا اثر ہوا معلوم ہوتا ہے۔ غلفہ کے نیچے میل۔ پیشاب اور دیگر رطوبتیں تعفن پیدا کر دیتی ہیں۔ اور وہ متعفن مادہ خون میں مل کر بچہ کی صحت کو خراب کرتا رہتا ہے۔

سونے کے کمرہ میں اذن لے کر داخل ہونا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جب بچے ذرا بڑے ہو جائیں۔ تو وُہ تین اوقات میں والدین کے سونے کے کمرہ میں اذن لے کر داخل ہوں اس میں کئی حکمتیں ہیں۔ جن میں سے صرف دو کا ذکر کرتا ہوں۔ اوّل تو اس میں والدین کو سبق سکھایا ہے۔ کہ وُہ خاص تعلقات کو تین وقتوں تک محدود کریں۔ اور اس طرح طبیعت پر قابو رکھنے کی تلقین کی ہے دوسرے اس میں یہ حکمت ہے۔ کہ بچوں کو اس طرح پیش از وقت مخصوص تعلقات کا علم نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ جو والدین بچوں کے سامنے خاص تعلقات کے متعلق احتیاط نہیں کرتے۔ ان کے بچے ان باتوں پر مخفی علم پا کر بلوغت سے قبل اپنی طاقت اور زندگی کے جوہر کو ناجائز طریقوں سے ضائع کرنے لگ جاتے ہیں۔

سونے سے قبل ذکر الٰہی کرنا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ والدین کو چاہیئے۔ کہ بچوں سمیت رات کو سونے سے قبل ذکر الٰہی کر لیا کریں۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ ساری رات انسان کے قلب میں پاکیزہ خیالات کی رو جاری رہتی ہے۔ اور ملائکہ کے تصرف سے اندر ہی اندر انسان کی رُوح پاکیزگی اور نشاط حاصل کرتی رہتی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ علم النفس کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ جو خیالات انسان کے ذہن میں سونے سے قبل موجود ہوں۔ ساری رات وہی خیالات اس کے سب کانشس (قلب غیر عامل) حصہ میں موجود رہتے ہیں۔ اور مخفی طور پر اپنا اثر ڈالتے رہتے ہیں۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے۔ کہ جو بچہ روتا روتا سوئے۔ وُہ صبح آنکھ کھلنے پر چیخ مار کر اُٹھتا ہے جو عورت افسوس اور غم کی حالت میں سوئے۔ وہ رات کو کروٹ بدلتے بھی آہ بھرتی رہتی ہے۔ جو بچہ ماں کی چھاتی سے دُودھ پیتا پیتا سو جائے وہ رات کو بھی ہونٹوں سے دودھ چوسنے کی حرکات کرتا ہے۔ اور جو نیک لوگ رات کو سبحان اللہ سبحان اللہ کرتے سوتے ہیں۔ ان کی زبان پر کروٹ بدلتے بھی سبحان اللہ ہی جاری ہوتا ہے۔

صحت کے متعلق احکام

ہفتہ میں کم سے کم ایک دفعہ غسل کرنا۔ صاف کپڑے پہننا اور خوشبو لگانا۔ بالوں کو کنگھی کرنا۔ مسواک کرنا۔ یہ سب احکام جسمانی صحت کے متعلق ہیں۔ جن کی حکمت بالکل عیاں ہے۔ خوشبو کے استعمال پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ عیش پرستی کی علامت ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ خوشبو کا جسم اور دماغ پر خاص اثر ہے جس سے صحت درست رہتی ہے دماغ فرحت حاصل کرتا ہے۔ اس کے علاوہ خوشبو کا اعلےٰ اور پاکیزہ خیالات کے پیدا کرنے کے ساتھ بھی تعلق ہے۔ کیونکہ خوشبو سے دماغ کی قوت متخیلہ اور متصورہ اور ذہن کو طاقت ملتی ہے۔ دماغ میں دوران خون کو تیز کرتی ہے۔ اور جسم میں کام کرنے کی طاقت زیادہ ہو جاتی ہے۔

وضو کرنا۔ اس میں جسمانی صفائی کے علاوہ یہ حکمت ہے۔ کہ وہ اعضا جن سے خیالات کا انتشار رہتا ہے (یعنی چہرہ۔ ہاتھ اور پاؤں) ان کے اوپر پانی ڈالنے سے خیالات کی رَو جو ان میں سے نکل رہی ہوتی ہے۔ بند ہو جاتی ہے۔ جس سے سکون کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ نیز اس سے دماغ اور اعصاب کی طاقت بھی دیر تک قائم رہتی ہے۔ اور قلب میں نشاط کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔

غسل جنابت۔ اس میں جسمانی صفائی کے علاوہ ایک اور عظیم الشان حکمت یہ ہے۔ کہ چونکہ یہ کام پوری توجہ سے کیا جاتا ہے۔ اور جو کام توجہ سے ہو۔ اس میں عصبی طاقت کا انتشار زیادہ ہوتا ہے۔ پس اس عصبی طاقت کی رَو کو جو بجلی کی طرح مساموں سے نکل رہی ہوتی ہے روکنے کے لئے غسل کرنا لازمی ہے۔ اگر غسل نہ کیا جائے۔ تو یہ رَو جاری رہتی ہے۔ جس سے اعصاب کو ضعف پہونچتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جو لوگ مسمریزم کا عمل کرتے ہیں۔ وہ اس عمل کے بعد ہاتھ دھو لیتے ہیں۔ اور اگر ہاتھ نہ دھوئیں۔ تو اعصاب ضعیف ہو کر بالکل ناکارہ ہو جاتے ہیں۔

احکام حیض اور نفاس۔ اسی طرح حیض کے متعلق جو مختلف قوموں میں اوہام پرستی تھی۔ اس کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دور کر کے ان احکام کی بنیاد علم وعقل پر رکھی۔ اور ایسے احکام دئے جو تمدنی زندگی میں بہت مفید ہیں۔ اور عورت کے سوشل سٹیٹس (وقار) کو بھی قائم رکھنے والے ہیں۔

دائیں کروٹ لیٹنا۔ پھر فرمایا سوتے وقت دائیں کروٹ لیٹنا چاہئے۔ اس میں کئی فوائد ہیں۔ خصوصاً ان کے لئے جنہیں رات کو ڈراؤنی خوابیں آتی ہیں۔ کیونکہ بائیں کروٹ لیٹنے سے دل پر دباؤ پڑ کر خیالات پریشان ہو جاتے ہیں۔ سیدھا لیٹنے سے کمر میں اجتماع خون کی وجہ سے احتلام کی شکایت ہو جاتی ہے۔ منہ کے بل لیٹنا تو بالکل ہی مضر ہے۔ اسی طرح پانی پینے کے متعلق فرمایا۔ تین سانس سے پانی پینا چاہئے اس میں نہ صرف پانی پینے والے کا وقار پایا جاتا ہے۔ بلکہ صحت کے لئے بھی مفید ہے۔ رفع حاجت کے متعلق فرمایا۔ بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھو۔ دائمی قبض کے مریضوں کو یہ نسخہ ضرور آزمانا چاہئے۔ پس کئی احکام ہیں جن کی حکمت کو طوالت کے خوف سے بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس نبی اُمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے اور مفید احکام تو حکمت کا ایک وسیع اور عمیق سمندر ہیں۔

طہارت کا پُرحکمت طریق۔ یوں تو سب لوگ کسی نہ کسی طریق سے طہارت کرتے ہیں۔ کوئی پانی سے۔ کوئی مٹی کے ڈھیلے سے۔ اور کوئی مغربی تہذیب کا دلدادہ صرف کاغذ کو ہی کافی سمجھتا ہے۔ مگر میری غرض اس وقت طہارت کے بہترین طریق پر بحث نہیں۔ بلکہ ایک علمی نکتہ کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ جس کو بڑے بڑے ڈاکٹروں نے بھی بیان نہیں کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ طہارت کرتے وقت مٹی کے ڈھیلے یا ہاتھ کی حرکت آگے سے پیچھے کی طرف ہو۔ اور ڈھیلے یا ہاتھ کو پیچھے سے آگے کی طرف نہ لاؤ۔ اور نہ ہی ایک ڈھیلہ دوبارہ استعمال کرو۔ بظاہر یہ معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس میں ایک عجیب حکمت اور فائدہ مدِنظر ہے۔ اور وہ یہ کہ پیچھے سے سامنے کو اگر حرکت کی جائے۔ تو اس طرح پاخانہ کے ذرات خاص سوراخوں پر لگ جانے کا احتمال ہے۔ اور یہ بات علم الجراثیم کی تحقیقاتوں سے ثابت ہوئی ہے۔ کہ پاخانہ میں ایک جرم ہوتا ہے۔ جس کا نام بیسی لس کولائی ہے۔ وہ اگر خاص سوراخوں میں چلا جائے۔ تو سوزش پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ وضع حمل کے وقت جن عورتوں کا بوجہ حقنہ نہ کرنے کے بچے کے سر کے جا سے پاخانہ نکل جاتا ہے۔ اور وہ خاص مقام پر لگ جاتا ہے۔ ان کو پرسوت کا بخار لازماً ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر وضع حمل سے قبل معمولی جلاب یا حقنہ پر اتنا زور دیتے ہیں۔ نیز ڈُوش کرنے سے قبل جب ڈاکٹر بیرونی اعضائے مخصوصہ زنانہ کو صاف کرتے ہیں۔ تو انہیں ہدایت ہوتی ہے۔ کہ روئی کا پھایہ آگے سے پیچھے کو لے جاؤ۔ اور ایک پھایہ دوبارہ استعمال نہ کرو۔ تاکہ پاخانہ خاص جگہ پر نہ لگ سکے۔ پس اس معمولی سے حکم میں ایک عظیم الشان طبی نکتہ اس نبی اُمی ؐ نے دُنیا کو سکھلا دیا۔

آداب مجلس

مجلس میں استغفار پڑھنا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مجلس میں بیٹھو۔ تو ستر بار استغفار پڑھو۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ انسان استغفار پڑھنے سے بد لوگوں کے بُرے اثرات اور اُن ناپاک خیالات کی گندی رَو سے جو ایسے لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہو رہی ہوتی ہے۔ محفوظ ہو جاتا ہے۔

گناہ کے مختلف منبعے ہیں۔ اور ان میں سے ایک سی زمانہ کے خیالات کی مخفی رَو بھی ہے۔ جو پاس بیٹھنے سے اثر کرتی ہے۔ اور اس کے لئے دوسرے کو مخاطب کرنا۔ کلام کرنا۔ اور چھونا ضروری نہیں۔ صرف توجہ کرنے سے ہی اثر ہو جاتا ہے۔ علم النفس اور علم توجہ کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں۔ کہ یہ خیالات کی رَو ہی پُراثر چیز ہے۔ اس کے ثبوت میں کئی واقعات ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

توجہ دلانے کا طریق۔ پھر فرمایا۔ کسی کو متوجہ کرنا ہو۔ تو سبحان اللہ کہو۔ یہ بھی ظاہر کرتا ہے۔ کہ انسان کی کوئی حرکت بے فائدہ اور بے معنی نہیں ہونی چاہئے۔ یوں متوجہ کرنے کے لئے تالی یا اور کوئی مہمل آواز بھی کافی تھی۔ مگر اس نبی عربی ؐ کا عشق الٰہی دیکھو۔ کہ اس موقعہ پر بھی خدا ہی کا نام لیا ہے۔ پھر سبحان اللہ یا تو کسی کو اس کی غلطی پر آگاہ کرنے کے لئے ہوگا جس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ غلطی سے پاک صرف اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ انسان پُر از خطا ہے یا کسی کی صفت حُسن اور خوبی کو دیکھ کر سبحان اللہ کہا جائے گا۔ اس صورت میں اس کلام سے مقصود یہ ہوگا۔ کہ حقیقی حُسن۔ حقیقی خوبی اور کامل صفات کا مالک اللہ تعالےٰ ہی ہے۔

جمائی لینا۔ فرمایا۔ مجلس میں کسی کو جمائی آئے۔ تو وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے۔

قبل اس کے کہ میں اس کی حکمت بتاؤں۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ جمائی کیوں آتی ہے۔ اور لاحول کس موقع پر پڑھا جاتا ہے۔ واضح ہو۔ کہ جمائی کا باعث بعض سُستی اور کسل پیدا کرنے والے مادے ہیں۔ جب وہ خون میں مل جائیں۔ تو وہ فعل تنفس کو سُست کر دیتے ہیں۔ جس سے خون میں آکسیجن کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ایک لمبی سانس لی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نیند کا وقت ہو۔ تو جمائی زیادہ آتی ہے۔ لاحول عموماً شیطانی خیالات اور وساوس کو دُور کرنے کے لئے پڑھا جاتا ہے۔ چونکہ جمائی پیدا کرنے والے اسباب بھی بعض سُستی اور غفلت پیدا کرنے والے مادے یا خیالات ہیں۔ اس لئے ان کو بھگانے اور اُن کے اثر سے محفوظ رہنے کے لئے لاحول پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ جمائی میں دوسرے کے خیالات کا بُہت اثر ہے۔ انسان کی قوت متاثرہ اگر بڑھی ہوئی ہو۔ تو وہ جمائی کا اثر فوراً قبول کر لیتا ہے۔ اسی واسطے مجلس میں اگر ایک آدمی جمائی لے تو کئی لینے لگ جاتے ہیں۔ گویا یہ متعدی فعل ہے پس مجلس میں سستی غفلت اور کسل پیدا کرنے والے خیالات سے محفوظ رہنے اور اندرونی ضعف پیدا کرنے والے مُضر مادوں سے بچنے کے لئے لاحول پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس بات کا ثبوت کہ جمائی فعل تنفس کی کمی کو دُور کرنے کے لئے آتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ جب جمائی آنے لگے۔ تو اگر فوراً ایک گہرا سانس لے لیا جائے۔ تو جمائی رُک جاتی ہے۔

چھینک آنا۔ فرمایا۔ مجلس میں کسی کو چھینک آئے۔ تو وہ الحمد للہ پڑھے چھینک کا باعث بھی پھیپھڑوں میں بعض مضر مادے جمع ہو جاتا ہے۔ جن کو نکالنے کے لئے ہوا زور سے باہر آتی ہے۔ گویا چھینک کے ذریعہ سے انسان بعض مضر مادوں سے نجات حاصل کرتا ہے۔ الحمد للہ دو موقعہ پر بولا جا سکتا ہے۔ یا تو کسی کا نقص دیکھ کر۔ یا کسی خوبی پر شکریہ کے لئے۔ پس دونوں طرح الحمد للہ کہنا اس موقعہ پر مناسب ہے۔ اول یہ کہ مجلس میں چھینکنا ایک نقص ہے۔ پس الحمد للہ پڑھو۔ اس لئے کہ عیب اور نقص سے پاک صرف اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ دوسرے الحمد للہ اس لئے پڑھیگا۔ کہ خدا نے مضر مادوں سے اسے نجات دی۔ گویا یہ بطور شکریہ کے ہوگا۔ پس دونوں طرح الحمد للہ کا پڑھنا حکمت سے خالی نہیں۔

تمدن کے متعلق احکام

نامحرم عورت سے مصافحہ کی حرمت۔ اس کی حکمت عیاں ہے۔ عورت کی قوت مؤثرہ کم ہوتی ہے۔ ہاتھ خیالات کے اظہار کا ذریعہ اور اثر ڈالنے کا آلہ ہے۔ پس مصافحہ کے ذریعہ چونکہ مرد کے بُرے خیالات عورت تک منتقل ہونے کا احتمال تھا۔ جس سے بدی پیدا ہوتی۔ اس لئے غیر محرم عورت سے مصافحہ کو آپ ؐ نے منع کر دیا۔ اوائل میں جب تمدن ادنیٰ تھا۔ اور قوت بیانیہ ابتدائی حالت میں تھی۔ اور انسان اپنے خیالات اور محبت کا اظہار زبان سے بخوبی نہ کر سکتا تھا۔ اس وقت تصویری زبان میں (مصافحہ سے) تعلق اور محبت کا اظہار کرنے کی ضرورت تھی۔ اب جبکہ قوت بیانیہ بہت بڑھ گئی ہے۔ اس ابتدائی طریق کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ انسان اپنے جذبات خیالات اور محبت کا اظہار زبان سے بخوبی کر سکتا ہے۔

غضِ بصر کا حکم۔ فرمایا جب نامحرم سے ملو۔ تو اپنی آنکھ نیچی رکھو۔ گویا اس حکم سے مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زنا کی جڑ کو کاٹ دیا ہے۔ اسلام اور دیگر مذاہب میں یہ بھی ایک بُہت بڑا فرق ہے۔ کہ دیگر مذاہب نے بدی کا منبع نہیں بتایا۔ مگر اسلام نے نہ صرف یہ حکم دیا ہے۔ کہ بدی نہ کرو۔ بلکہ یہ بھی بتایا ہے۔ کہ بدی پیدا کس طرح ہوتی ہے۔ یعنی بدی کے منبع کا علم دیا ہے غضِ بصر سے نہ صرف انسان زنا وغیرہ سے بچ جاتا ہے۔ بلکہ یہ جسمانی لحاظ سے بھی مفید ہے۔ نامحرم عورتوں کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے والوں کو عموماً دل کی دھڑکن۔ اختلاجِ قلب۔ ضعفِ بصارت اور ضعفِ باہ وغیرہ کی شکایات ہو جاتی ہے۔ ان کے لئے یہ نسخہ آزمانے کے قابل ہے۔ اس کے علاوہ انسان کی عصبی طاقت کو محفوظ کرنے اور اس کی قوتِ مؤثرہ (توجہ) کو بڑھانے کا بھی یہ ایک ذریعہ ہے ❊

تعدّدِ ازدواج کا مسئلہ۔ عورت اگر دائم المریض۔ مجنون یا عقیم ہو جائے تو اس صورت میں مرد کے لئے یہی ایک مطابقِ عقل اور پُر حکمت صورت ہے۔ کہ وہ دوسری بیوی کر لے۔ کیونکہ اگر اس کو مجبور کیا جائے۔ کہ وہ اسی بیوی کے ساتھ دن کاٹے۔ تو یہ مرد کے قویٰ پر ظلم ہے۔ اور سوسائٹی اور قوم کو بھی اس کی بدکاری اور اولاد نہ ہونے سے نقصان ہے۔ اگر پہلی بیوی کو چھوڑ دیا جائے۔ تو یہ عورت پر ظلم ہے۔ کیونکہ جب اس کے حسن و جمال کا زمانہ گزر گیا۔ تو اب اس کا دوسرا کون بوجھ اٹھائے گا۔ پس احسن یہی ہے کہ مرد کو دوسری بیوی کی اجازت دے کر سوسائٹی کا ایک مفید ممبر بنایا جائے۔

تجرّد کے نقصان۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو شادی کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اور تجرّد یا رہبانیت کو ناپسند فرمایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ مجرد زندگی میں کئی جسمانی اور اخلاقی نقائص لاحق ہو جاتے ہیں۔ پس یہ بھی متمدن ممالک پر حضور کا ایک احسان ہے۔ سرکاری رپورٹوں (Statistics) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جنون۔ جرائم کبیرہ۔ قتل۔ خودکشی وغیرہ کے مرتکب زیادہ تر مجرد لوگ ہی ہوتے ہیں ❊

غذا کے متعلق احکام

قرآن کریم نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ کہ غذا کا انسان کے جسم اور اخلاق کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ جس قسم کی غذا انسان کھائے۔ ویسا ہی اثر اس کے جسم اور روح پر پڑے گا۔ اس اصل کے ماتحت فرمایا۔ مردار۔ خونِ مسفوح اور خنزیر کا گوشت مت کھاؤ۔ شراب نہ پیو۔ اور باقی سب طیب چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں ❊

یہ سب احکام بے شمار حکمتوں پر مبنی ہیں۔ مختصراً عرض ہے۔ کہ مردار کے اندر خطرناک زہر ہوتے ہیں۔ جن کو "ڈاویرک ٹومین" کہتے ہیں۔ اور جو فوراً ہلاکت کا موجب ہو سکتے ہیں۔ خونِ مسفوح میں بھی جسم کے فضلات اور سمیات ہوتے ہیں۔ خنزیر کا گوشت کھانے سے انسان میں شہوت اور تہوّر کا مادہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس جانور میں جماع کی خواہش اور غضب کا مادہ زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ غلیظ جانور ہے۔ نیز اس میں ایک ایسا اخلاقی نقص ہے۔ جو دنیا کے کسی حیوان میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتا۔ یعنی نر سے میل کرتا ہے۔ پس اس جانور کا گوشت کھانے والوں کی اخلاقی حالت کا اندازہ اس جانور کی عادات سے بخوبی لگ سکتا ہے۔ شراب کی مضرت کو اب دنیا مان رہی ہے۔ امریکہ نے قانوناً داخلہ بند کر دیا ہے۔ یورپ کے ہسپتالوں میں تقریباً بند ہو رہی ہے۔ کیونکہ ان کو معلوم ہو گیا ہے۔ کہ اس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ ہے۔ قربان جاؤں۔ اس ہستی کے جس نے آج سے ۱۳۰۰ سال قبل وحیٔ الٰہی کے مطابق یہی فرمایا۔ اثمھما اکبر من نفعھما۔ اللھم صل علی محمد وبارک وسلم۔

متفرق احکام

کتے کے زہر کو دُور کرنا۔ کہ اگر برتن چاٹ جائے۔ تو اس کو مٹی سے مل کر دھوتا۔

پروفیسر کاخ جو جرمنی کے مشہور میٹیالوجسٹ ہیں۔ ان کو اس بات کا شوق تھا۔ کہ حدیث کے اس فرمان کی حکمت معلوم کریں۔ چنانچہ انہوں نے معلوم کیا۔ کہ مٹی میں نوشادر وغیرہ کی قسم کے سالٹ ہوتے ہیں۔ جو کتے کے زہر (Rabies) کے لئے تریاق ہیں۔ پس اس حدیث کو پڑھ کر ان کو یقین ہو گیا۔ کہ یہ کلام خدا کے برگزیدہ ہی کا کلام ہے ❊

ذبیحہ کی فضیلت۔ حلال کرتے وقت جانور کی گردن کو تن سے جدا کرنا منع فرمایا۔ اس میں یہ حکمت تھی۔ کہ حرام مغز کے دماغ سے الگ ہو جانے سے قلب اور پھیپھڑوں کو ضعف ہو جاتا ہے۔ جس سے خون پوری طرح جسم سے خارج نہیں ہو سکتا۔ پس جھٹکہ اور مشین وغیرہ سے جانور کی گردن کاٹنے کا نقص واضح ہے ❊

ہر چیز کا جوڑا۔ پھر قرآن کریم نے بتایا۔ کہ ہر چیز کا جوڑا ہے۔ ومن کل شیء خلقنا زوجین۔ آپ نے اس علمی دنیا پر ایک بُہت بڑا احسان کیا ہے۔ اور لوگوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ صحیفۂ فطرت کی طرف توجہ کریں۔ پھر فرمایا۔ کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالےٰ ہے نور کا بھی اور اندھیرے کا بھی۔ یعنی مضر چیزوں کا بھی۔ اس سے بتایا۔ کہ دنیا کی ہر چیز کی پیدائش کی غرض نیک ہے۔ اور ہر چیز انسان کے لئے مفید ہے۔ مگر انسان اپنی غلطی سے نقصان اٹھاتا ہے۔ اسی طرح پر زہر۔ ادویہ۔ سانپ اور دیگر موذی جانوروں کے فوائد کی طرف توجہ دلائی ❊

مذہب اور سائنس۔ پھر دنیا کی علمی ترقی کے متعلق آپ کا ایک یہ بھی احسان ہے۔ کہ آپ نے خدا تعالےٰ کے فعل سائنس کو مذہب میں شامل کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ مذہب اور سائنس میں تضاد نہیں ہے۔ لوگوں کو قانونِ قدرت اور صحیفۂ فطرت کی طرف بار بار توجہ دلائی ہے۔ اور مذہب اور سائنس کے درمیان صلح کرائی ہے۔ دنیا سے وہم کو دُور کیا ہے۔ اور ہر بات کی علمی بنیاد تلاش کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے ❊

غرض کئی احکام ہیں جن کی حکمتیں بہت لطیف ہیں۔ مگر مضمون چونکہ لمبا ہو گیا ہے۔ اس لئے اب ختم کرتا ہوں ❊

یہ پُر حکمت اور علم و عقل پر مبنی احکام آج سے تیرہ سو سال قبل دنیا کے سامنے پیش کئے گئے۔ اور دنیا نے ان سے بُہت فائدہ اٹھایا۔ مگر پھر ایک دَور ایسا آیا۔ کہ مغرب نے ان صداقتوں کو خلافِ عقل اور بے فائدہ سمجھ کر حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اب پھر تلخ تجربہ اور موجودہ علوم کی ترقی اور سائنس کے نئے انکشافات ان احکام کی حکمت اہلِ مغرب پر بخوبی واضح کر رہے ہیں۔ اور وہ دن قریب ہے۔ جبکہ یورپ اور امریکہ کو ان احکام کے سامنے اپنا سر جھکانا پڑے گا۔ اور وہ اس بات پر مجبور ہو جائیں گے۔ کہ مغربی تمدن کو چھوڑ کر اسلامی تہذیب اور تمدن کو اختیار کریں۔ اور محسنِ جہان ؐ کی اطاعت کا جُوا اپنی گردنوں پر ہمیشہ کے لئے رکھ لیں ❊

اللھم صل علی محمد وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین ❊

خُلقِ عظیم

از شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل

وُہ شہنشاہِ جہاں ہادیٔ اعظم احمدؐ
جس پہ جاں دینے کو تیار ہیں لاکھوں انساں

جس کی شمشیر سے تھراتے تھے دنیا کے جری
جس کے اخلاق کے مداح ہیں سب خورد و کلاں

مردہ انساں کو جِلا دینا تو ہے بات ہی کیا
عربستان کے ذرات میں بھی ڈالدی جاں

ہاں اسی سرورِ کونین و شہنشاہ کے گھر
کہتے ہیں ایک یہودی ہوا آکر مہماں

گھر سے بستر اُسے لاکر دیا سونے کے لئے
اس معلم نے کہ تھا خلق میں استادِ جہاں

لیکن اس نے کیا آلودہ نجاست سے اُسے
اور اس طرح کیا۔ اپنی عداوت کو عیاں

ہاتھ سے اپنے کیا صاف محمدؐ نے اُسے
غیظ کا اس سے نہ ظاہر ہوا کوئی بھی نشاں

دفعتہً بھُولی ہُوئی چیز کے لینے کے لئے
وُہ یہودی مہماں لوٹ کے آنکلا ناں

اور دیکھا۔ کہ ہیں موجود ہزاروں خدّام
صاف کرتا ہے نجاست کو وُہ مخدومِ جہاں

اس معاملہ پہ ہوئی وجد کی حالت طاری
اس کی آنکھوں نے جو دیکھا یہ نرالا ہی سماں

اور کیا عرض کہ اے صاحبِ اخلاق! ضرور
تو ہے مامورِ خدا۔ تجھ پہ میں لایا ایماں

ایسے اخلاق کی تاریخ میں ہے کوئی نظیر؟
شرطِ انصاف ہے! کچھ غور کریں اہلِ جہاں

ایسے باخلق پیمبر کو اشاعت کے لئے
کیا ضرورت تھی۔ کہ لے کام بہ شمشیر و سناں

تازہ کن با مصطفےٰ پیمانِ خویش

از جناب سید حبیب صاحب ایڈیٹر روزنامہ "سیاست" لاہور

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
یتیموں کا ملجا۔ فقیروں کا ماوا
مصیبت میں ہر اک کے کام آنے والا

روما کی تہذیب مِٹ چکی تھی۔ یُونان کا فلسفہ برباد ہو چکا تھا۔ مصر کی روشنی وہاں کے میناروں کے اندر دفن ہو چکی تھی۔ ہندوستان اور چین کی ترقی کی داستان پارینہ بن چکی تھی۔ گناہ۔ معصیت۔ شرک۔ زنا۔ چوری۔ فریب۔ دغا بازی۔ اور دوسری سیاہ کاریوں کے دیو دنیا اور اہل دنیا کے دل و دماغ پر قابض ہو چکے تھے۔ بیٹی کو زندہ درگور کرنا۔ اور بیوہ کو زندہ جلا دینا مذہب کہلاتا تھا۔ اشرف المخلوقات انسان شجر و حجر کے آگے۔ پیپل کے درخت اور بڑ کے پیڑ کے روبرو۔ سانپ اور بچھو کے سامنے۔ گائے اور بیل کے قدموں پر اور اس سے بدتر یہ کہ اپنی ساختہ پرداختہ مٹی کی تصویروں اور پتھر یا سونے چاندی کی مورتوں کے استھان پر جبیں سا۔ اس سے بھی بدتر انسان اور حیوان کے ایسے اعضا کے خاکہ کے سامنے جن کا نام عصمت ربا اور عفت آزما ہو سکتا ہے۔ اشرف المخلوقات انسان ان سب چیزوں کے آگے سر بسجود نظر آتا تھا۔ وہ عبادت کرتا تھا پیکر محسوس کی۔ وہ ڈرتا تھا ہر چیز سے لیکن اگر عبادت نہیں کرتا تھا۔ تو ان دیکھے خُدا کی۔ اور اگر نہیں ڈرتا تھا۔ تو جبار و قہار خدا سے۔ خالق اور خلقت کا۔ عبد اور معبود کا۔ ساجد اور حقیقی مسجود کا۔ بندے اور خدا کا رشتہ منقطع ہو چکا تھا۔ بدیاں نیکیوں پر چھائی ہوئی تھیں۔ اور شیطان کی حکومت زوروں پر تھی۔ عین اس وقت ؎

یکایک ہوئی رحمتِ حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابرِ رحمت
ادا خاکِ بطحا نے کی وہ ودیعت
نبی آتے تھے۔ جس کی دیتے شہادت
ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا۔

یعنی سرورِ کائنات فخرِ موجودات سرورِ انبیا، سردارِ اتقیا، احمد مرتضےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ آپ جب مبعوث ہوئے۔ تو ؎

خُدا سے وُہ اک دن سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا۔

آپ کی آواز کا جو اثر ہوا۔ ملاحظہ ہو ؎

وُہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
اک آواز میں سوتی بستی جگا دی
بس اک آگ سی سب کے دل میں لگا دی

وہ جنگل کہ تھا ایک ڈھوروں کا گلہ
گراں کر دیا اس کا عالم پہ پلہ

دنیا نے یہ ما فوق الفطرت نظارہ دیکھا۔ کہ ایک بیکس، یتیم، مفلوک الحال نوجوان نے اس زمانہ میں کہ سفر کے ذرائع محدود۔ اور نشر و اشاعت کے وسائل مفقود تھے۔ دنیا کی کایا پلٹ دی۔ راہزن راہنما بن گئے۔ تختوں پر بیٹھنے والے قیصر و کسریٰ کے تخت پر قابض ہو گئے۔ فرش خاک اور کھلے آسمان کے نیچے سونے والے اقالیم عالم کے مالک بن گئے۔ جاہل مطلق علوم متفرقہ کے استاد ہو گئے۔ اور شتربان جہان بان بن گئے۔ بقول کارلائل:۔

"محمدؐ اسلام کیا لایا۔ بم کا ایک گولہ لایا۔ جو عرب کے ریگستان میں پھٹا۔ یہاں کی ریت بارود کی طرح روشن ہوئی۔ اور جو شعلہ نمودار ہوا۔ اس کی روشنی سے ایک طرف غرناطہ اور دوسری طرف دہلی کی دیواریں روشن ہو گئیں"۔

یہ بم کا گولا کیا تھا:۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

یعنی انسان اشرف المخلوقات انسان۔ خدا کا خلیفہ انسان شجر و حجر کے سامنے ذلیل جانوروں اور زہریلے وحشیوں کے سامنے گردن تسلیم خم نہ کرے۔ بلکہ صرف خدائے قدوس کے روبرو سر جھکائے۔

جب انسان نے محمد مصطفےٰ (فداہ روحی) کے ساتھ یہ پیمان باندھا۔ تو فرانس و ہسپانیہ تک یورپ میں تمام افریقہ اور تقریباً سارے ایشیا پر ان کی سلطنت قائم ہو گئی۔ شاہانِ جہان کا زہرہ ان کے ذکر سے آب آب ہوتا تھا۔ اور رستم زمانہ ان کے نام سے کانپ جاتے تھے۔ انگریزوں کی تاجدار ملکہ الزبتھ کو ہسپانیہ کے خلاف امداد کی ضرورت پیش آئی۔ تو اس نے باب عالی (ترک حکومت) کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ لیکن اس کی مجال کیا تھی۔ کہ خلیفۃ المسلمین کے سامنے دست سوال دراز کرے۔ اس نے عریضہ وزیر اعظم کی خدمت میں لکھا۔

اقبال نے ان موستوں کی اس طرح یاد دی کی۔ کہ روما کی فتوحات۔ مصر کی جلوہ نمائیاں۔ ہندوستان کے کرشمے۔ چین کی لن ترانیاں اور یونان کی کارفرمائیاں ہر لحاظ سے گرد ہو گئیں۔ سکندر کی فتوحات کا چاند ماند پڑ گیا اور کیوں ایسا نہ ہوتا۔ یہ سکندر جب دُنیا کو تہ و بالا کرتا ہوا ہندوستان آیا۔ تو ؎

جس جگہ ملتا ہے ستلج سے سبک رفتار بیاس
رہ گئیں فوجیں ٹھٹھک کر اسکی ساحل کے پاس
بات سنتا تھا نہ کوئی کارواں سالار کی
کارواں اور کارواں سالار کی ٹوٹی تھی آس

نعتیہ غزل

از جناب منشی بھگی نرائن صاحب سخا۔ بی اے سٹی مجسٹریٹ جے پور

(خاص الفضل کے لئے)

شرح اوصاف پیمبر میری تقریر میں ہے
بات جب ہے وہ بلالیں مجھے خود یثرب میں
ہوں غلام شہ دین عرش پہ رکھتا ہوں دماغ
دِل میں گر عشق نبی ہو۔ تو ہے اِنساں انساں
ہم نے وہ شمس میں دیکھی نہ قمر میں دیکھی
جب سے ہے نام نبی نقش نگینِ دل پر
تم کو دیکھا ہے یقیں ہے۔ کہ خُدا کو دیکھوں
اے فلک دیکھ لے جاتے ہیں مدینہ کو ہم
ہے شفاعت میں تیرے کچھ بھی ہو راز بخشش
سفر یثرب و بطحا میں تامل کیسا
جبہ سائی ہے نصیب آپ کے در پر مجھکو
اے سخا جان گئے جاننے والے تجھکو

میری تقریر میں جو ہے۔ وُہی تحریر میں ہے
عشق کا لُطف اگر کچھ ہے تو تاثیر میں ہے
لُطف دُنیا کی یہ کب عزّت و توقیر میں ہے
ورنہ کیا خاک پھر اس خاک کی تصویر میں ہے
بات جو روضۂ پُرنور کی تنویر میں ہے
عرش تک فرش سے جو ہے میری تسخیر میں ہے
بس یہ ہی راز میری خواب کی تعبیر میں ہے
اپنی تقدیر میں جو ہے وہی تدبیر میں ہے
کچھ بھی ہو ستر شفاعت میری تقصیر میں ہے
شوق کہتا ہے۔ کہ حرمان اسی تاخیر میں ہے
اس سے کھلتا ہے کہ جنت میری تقدیر میں ہے
نعت لکھتا ہے۔ تو فردوس کی تدبیر میں ہے

یہ کھٹکا تھا وہاں اسکندر رومی کو بس
فتح ہند اک خواب تھا۔ اور اس کی تعبیر یاس

لیکن جب مسلمان آئے۔ تو وہ کشمیر سے لے کر راس کماری اور کراچی سے لیکر کلکتہ تک اس ہندوستان کے مالک بن گئے۔ سہ

ناکام جس جگہ پہ رہی ہو سکندری ہو۔ فاتح ہو واں کا مسلم قسمت کا اوج دیکھو
پر اب تو چشم حسرت یہ کہہ رہی ہے رو رو۔ اے آب رود گنگا وہ دن ہیں یاد تجھکو
اُترا تیرے کنارے جب کارواں ہمارا

لیکن آج آہ آج فقیر ہیں۔ تو مسلمان۔ گداگر ہیں۔ تو مسلمان۔ ذلت اور مسکینی کا نمونہ ہیں۔ تو مسلمان۔ قید میں ہیں۔ تو مسلمان۔ چور ہیں۔ تو مسلمان۔ ٹھگ ہیں۔ تو مسلمان۔ .... کنکوے اور بٹیر باز ہیں۔ تو مسلمان۔ بھنگ اور افیون اور شراب کے پرستار ہیں تو مسلمان۔ مقروض ہیں۔ تو مسلمان۔ مقہور ہیں۔ تو مسلمان۔ خونی ہیں تو مسلمان۔ اور دنیا کہتی ہے۔ کہ اسلام ان کی ترقی کے راستہ میں حائل ہے۔ معاذ اللہ۔ کیا کبھی ایک سبب سے دو متضاد نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ نہیں۔ کیا سورج سے روشنی اور گرمی کی جگہ تاریکی اور سردی کا خروج ممکن ہے۔ نہیں۔ اور یقیناً نہیں۔ تو یہ بتایئے۔ کیا ہماری ابتدائی ترقی کا باعث اسلام نہ تھا۔ بلکہ کچھ اور تھا۔ اگر اسلام ہی تھا۔ تو آج اسلام ہمارے تنزل کا ذمہ وار نہیں ہو سکتا :-

اور علمائے اسلام اور شے ہے۔ اور اسلام چیزے دیگر۔ یہ بحث طویل ہے۔ اس پر پھر کسی وقت اظہار خیالات کرونگا۔ آج اتنا عرض کر دینا کافی ہے۔ کہ اگر اسلام اول اول ترقی کا باعث ہوا۔ تو آج تنزل کا باعث نہیں ہو سکتا پس یہ لازم آتا ہے۔ کہ آج ہم مسلمان کہلاتے ہیں لیکن مسلمان نہیں ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے۔ حقیقی مسلمان بنیں۔ اور یاد رکھیں

ہر کہ سر مصطفےٰ فہمیدہ است ۔۔۔ شرک را در خوف مضمر دیدہ است

خُدا کے محبوب کی علامت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ جب کسی بندے کو دوست رکھتا ہے۔ تو جبرائیلؑ کو اطلاع دیتا ہے۔ کہ میں فلاں کو دوست رکھتا ہوں۔ تو بھی اسے دوست رکھ۔ پھر آسمان میں منادی کی جاتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ فلاں سے محبت رکھتا ہے۔ تم بھی اس سے محبت کرو۔ اس پر سب آسمان والے اسے دوست رکھنے لگ جاتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی قبولیت پھیلائی جاتی ہے۔ اور جب اللہ تعالےٰ کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے۔ تو جبرائیلؑ کو کہا جاتا ہے۔ میں اس پر ناراض ہوں۔ تو بھی ناراض ہو جا۔ پس وہ جبرائیل بھی اس سے بغض رکھتا ہے۔ پھر آسمان میں یہ منادی کی جاتی ہے۔ تو وہ بھی اس سے بُغض کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر زمین والوں میں اس کا بُغض پھیلایا جاتا ہے :-

(بخاری و مسلم)

بانیٔ اِسلام کی خوبیاں

از جناب لالہ مگن ناتھ صاحب بی اے ایل ایل بی کبیر والا

اسلامی مساوات

بانیٔ اسلام کی سب سے افضل ترین خوبی یہ تھی۔ کہ انھوں نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ غریبی اور سادگی میں گذارا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اُن کے مذہب میں غریب اور امیر کا تفاوت بہت کم ہے۔ اور جس قدر مساوات اہل اسلام میں پائی جاتی ہے۔ اُتنی اور کسی مذہب کے پیروؤں میں ملنی محال ہے۔ میں مثالیں دے کر مضمون کو لمبا کرنا نہیں چاہتا۔ مگر تمثیلاً یہ عرض کرنا غیر واجب نہ ہوگا۔ کہ عیسائی مذہب کے پیرو باوجود خدا کے (Father hood) یعنی سب کا باپ بوجہ خالق ہونے کے قائل ہیں۔ اور اخوت انسانی میں یقین رکھتے ہیں۔ تاہم کالے اور گورے کا فرق اپنی عبادت گاہوں تک سے اُٹھا نہیں سکے۔ اور ہنود میں تو یہ مرض بدرجہ غائت پھیلا ہوا ہے۔ صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے۔ جو نہ صرف اصولی طور پر اس مساوات کو تسلیم کرتا ہے۔ بلکہ اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ باقی مذاہب یہ سبق اس سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اور انہیں اس کے حاصل کرنے کی ضرورت بھی اشد فی زمانہ درپیش ہے :-

حب الوطنی

دوسری خُوبی آنحضرت میں ان کی حب الوطنی اور قوم کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کی ہے۔ کون نہیں جانتا۔ حضرت محمدؐ صاحب کو اپنے ملک میں قبیح رسوم اور خانہ جنگی دُور کرنے میں کس قدر مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کا مفصل ذکر کرنا یہاں بوجہ طوالت ممکن نہیں۔ مگر اشارتاً اتنا عرض کرونگا۔ کہ اُن کی ہجرت اور اپنے مخالفین سے جنگ وجدال اس امر کا بیّن ثبوت ہیں۔ کہ آنحضرتؐ کی تمام عمر اپنے ملک اور قوم کی خاطر دائمی تکلیف میں گذری۔ اور مسلمان غور فرمائیں۔ وہ آنحضرت کی اس بارے میں پیروی کر رہے ہیں۔ یا نہیں :-

کمال درجہ کی بہادری

تیسرا وصف آنحضرت میں یہ تھا۔ کہ وہ کمال درجہ کے بہادر تھے۔ دشمنوں کی تعداد خواہ کتنی کیوں نہ ہو۔ وہ ہرگز نہ گھبراتے تھے۔ اور مردانہ وار ان کا مقابلہ بلا خوف وخطر کیا کرتے تھے۔ بارہا وہ مخالفین کے نرغے میں پھنسے۔ مگر حوصلہ کبھی نہ ہارا۔ اور آخر غالب آئے۔ بعض معترضین دیگر مذاہب کے اعتراض کیا کرتے ہیں۔ کہ محمدؐ صاحب نے اپنا مذہب بزور شمشیر پھیلایا۔ مگر شاید ان کو معلوم نہیں۔ حضرت محمدؐ صاحب کا واسطہ ان لوگوں سے تھا۔ جو پرلے درجہ کے لڑاکے اور بے رحم تھے۔ آج تک عرب کے بدو ان باتوں کے لئے مشہور ہیں۔ اور اُن کے ہم مذہب زائرین مکہ اُن کی ان بدعادات کا شکار ہوتے چلے آتے ہیں۔ ایسے لوگ دلائل کو نہیں سُنا کرتے۔ اگر وہ پرواہ کرتے ہیں۔ تو صرف اُس کی جوان کی تلوار کو تلوار سے کاٹ سکے۔ مہاتما گاندھی جیسے مرنجان مرنج آدمیوں کی وہاں دال نہ گل سکتی تھی۔ اور یہ ہندوستان جیسے بدنصیب ملک کا ہی حصہ ہے۔ کہ اس کا سب سے بڑا سیاسی آدمی عدم تشدد پر کاربند ہو کر اپنے ملک کے دکھڑے دُور کرنے کا خیال اپنے دماغ میں لائے :-

صحیح توکّل

چوتھا وصف آنجناب میں یہ تھا۔ کہ متوکل اور راضی برضا رہنے والے تھے۔ مگر ان آدمیوں کی طرح نہیں۔ جن کی کمی بدقسمتی سے مسلمانوں میں ہے۔ اور نہ ہندوؤں میں۔ کہ خُدا کے بھروسہ پر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہیں۔ بلکہ آنجناب تدبیر صائب کے قائل تھے۔ ایک دفعہ آپ کی فوج کے ایک سپاہی نے اپنا اونٹ کھلا چھوڑ دیا۔ آنحضرت نے اس سے اس فروگذاشت کا سبب پُوچھا۔ اس نے جواب دیا۔ پچھلے مقام پر آپ نے ہر بات توکل پر چھوڑنے کا وعظ فرمایا تھا۔ آپ نے نہایت متانت سے جواب دیا۔ ع بر توکل زانوئے اشتر بہ بند۔ یعنی انسان کو پہلے اپنی تدابیر ختم کر کے پھر توکل کرنا چاہیئے۔ آج کل کئی اصحاب یہ سمجھ بیٹھے ہیں۔ کہ محلہ میں طاعون پڑی ہو۔ مگر محلہ نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ توکل کے برخلاف ہے۔ ع

بریں عقل و ہمت بباید گریست

عفو اور رواداری

حضرت محمدؐ صاحب کی ایک اور خوبی جس کی آج کل اس بدنصیب ملک کے لوگوں میں کمی ہے۔ وہ آپس کے معاملات میں عفو اور رواداری ہے۔ آپ کے زمانہ میں آپؐ کے مخالف عرب کے بُت پرست لوگ اور یہود و نصاریٰ تھے۔ عرب کے لوگوں یعنی ہم وطنوں کو انھوں نے کئی لڑائیوں میں جن کے انجام پر ان کے بدنصیب مخالف یقیناً جانتے تھے۔ کہ وہ مروجہ قانون جنگ کے مطابق ضرور قتل کئے جائینگے۔ معاف کر کے حیران کر دیا۔ اور مذہب یہود اور نصاریٰ کی بابت ان کی صاف تلقین ہے۔ کہ وہ اہل کتاب ہیں۔ ان کے لئے خاص رعائتیں رکھی گئی ہیں۔ اور مجھے اس امر کا یقین ہے۔ کہ اس زمانہ میں اگر ہندوستان اور عرب کے درمیان بھی آمد و رفت کا سلسلہ ہوتا۔ تو ضرور یہی رعایات ہنود کو بھی آنحضرت دیتے۔ مگر اس زمانہ میں نہ ریل تھی۔ اور نہ تار۔ راستے دشوار گذار اور خطرناک تھے اور شاید انھوں نے ہنود کے فلسفہ اور مذہب کی بابت کچھ سُنا تک نہ ہوگا :-

میرے مسلمان بھائی آنحضرت کے اس وصف پر نظر رکھتے ہوئے اگر اپنے برادران وطن کو خارجیتیم نہ سمجھیں۔ تو ان کی بڑی مہربانی ہوگی۔ اور اگر کبھی ان کے فلسفہ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ جیسے کہ خود ہنود اسلام کی خوبیوں سے فائدہ اٹھانا کسر شان نہیں سمجھتے۔ اور کچھ حد تک انہوں نے اسلام کی کئی باتیں اختیار کر لی ہیں تو اس باہمی راہ و رابطہ سے آپس میں محبت بڑھ سکتی ہے۔

اوصاف تو آنحضرت میں اور بھی بہت ہیں۔ مگر میں انہی پر اکتفا کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں۔ کہ خداوند تعالےٰ ہم سب کو نیک توفیق عنایت کرے۔ اور ہم بزرگان سلف کے شعار کو مشعل راہ بنا کر اس زندگی کی مسافت کو آسانی سے طے کر سکیں

(از محترمہ فضل بیگم صاحبہ اہلیہ بابو محمد عمر صاحب اوورسیئر)

عرب میں عورت کی حالت

اسلام سے پہلے عرب کی جو حالت تھی۔ وُہ تاریخ دان ناظرین وناظرات سے مخفی نہیں۔ عورت کو تو مرد کے زبردست ہاتھوں نے نہایت ہی ذلت اور حقارت کے گڑھے میں دھکیل دیا تھا۔ یہ لوگ اپنے حیوانات کی پرورش کرنا اپنے اونٹوں کی خبر گیری کرنا۔ اور ان کی افزائش نسل کی تدابیر سوچنا مفید خلائق سمجھتے تھے۔ لیکن عورت کو سانپ اور بچھو سے بھی زیادہ خطرناک اور اس کی نسل کو تباہ کرنا باعث عزت سمجھتے بیٹیوں کو زندہ گاڑ دینا ہی باعث فخر خیال کیا جاتا تھا۔ ایک ایک مرد ان گنت عورتوں کے ساتھ اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لئے تعلقات پیدا کر لیتا۔ لیکن ان کے اخراجات کے کفیل ہونے کا پابند نہ ہوتا تھا۔ عورتوں کو وراثت میں حصہ ملنا تو کجا۔ وہ خود مال موروثی میں منتقل کی جاتی تھیں باپ کی فوتیدگی پر جس طرح بھیڑ بکریوں کے گلے آپس میں بانٹ لیتے تھے۔ اسی طرح باپ کی عورتیں بھی وراثت میں بیٹوں کو حصہ رسدی پہونچ جاتی تھیں۔ عورت کا مرد کے سامنے اونچی آواز سے بولنا یا کسی معاملہ میں مشورہ پیش کرنا ایک ناقابل معافی گناہ قرار دیا جاتا تھا۔

ساری دُنیا میں عورت کی حالت

یہی نہیں۔ کہ یہ حالت عورت کی صرف عرب میں تھی۔ بلکہ دنیا کے ہر طبقہ میں جس طرح ظلمت وتاریکی کی گھٹا ٹوپ اندھیری ظہر الفساد فی البر والبحر کا نقشہ پیش کر رہی تھی۔ اسی طرح دنیا کے ہر طبقہ میں عورت کی ذات بربول کا منبع برائیوں کا مخزن قرار دی جاتی تھی۔ آریہ اور عیسائی جو آج عورت کی حقوقی عزت قائم کرنے کے دعویدار ہیں۔ وہ بھی عورت کو ذریت شیطان۔ اور اس کے اثر کو سانپ اور بچھو سے زیادہ ہلاکت انگیز مانتے رہے ہیں۔ ہندو تمدن کے وُہ لاتعداد مظالم جن کا آج گورنمنٹ انگریزی کا زبردست قانون قلع قمع کر چکا ہے۔ یعنی بیٹیوں کو مار دینا۔ بیواؤں کو زندہ در گور کر کے رکھنا۔ یا ستی ہو جانے کے لئے مجبور کرنا۔ یہ وُہ مظالم ہیں جنھیں یہ قومیں اپنی پیشانی سے ہرگز مٹا نہیں سکیں گی۔ چاہے کیسی ہی مفید اصلاحات پر عمل پیرا کیوں نہ ہو جائیں۔ کیونکہ وہ ان کے قانون مذہبی ہیں۔ اور یہ مستعار اصلاحات۔

غرض کہ اس وقت عورت دنیا کے ہر گوشے میں مشرق سے مغرب تک نہایت بے کس و بے بس۔ لاچار و بے مددگار مظالم انسانی کا شکار ہو رہی تھی۔ کہ مظلوموں کے حامی۔ بیکسوں کے دادرس۔ لاوارثوں کے وارث پروردگار عالم کی رحمت جوش میں آئی۔ اور اس نے عین وقت پر جبکہ ضلالت وجہالت وتاریکی کی ندر ہو رہا تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے فیض سے منور کر کے اصلاح زمانہ کے لئے مبعوث کیا۔ اس سراسر وجود رحمت و برکت نے جہاں دُنیا کو لاتعداد مظالم۔ تاریکی وجہالت کے اتھاہ سمندر سے نکال کر صراط مستقیم پر چلایا۔ وہاں صنف نازک کے بے بس و بے کس طبقہ کی بھی ایسی خبر گیری کی۔ اور عورت ذات کے وہ حقوق قائم کئے۔ جن کے آگے آج تہذیب وتمدن کی واحد اجارہ دار اقوام بھی سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو رہی ہیں۔

عورتوں میں تغیر

اب دیکھئے۔ حضورؐ کی اس تعلیم نے عورت پر کیا اثر کیا۔ وہ عورت جو دُنیا کی ذلیل ترین چیزوں میں شمار ہوتی تھی۔ وہ عورت جو غلاموں سے بدترین حالت میں زندگی بسر کرتی تھی۔ اس کی حالت نے یکدم پلٹا کھایا۔ کمزوری وبزدلی کی جگہ شجاعت وبہادری۔ جہالت وتاریکی کی جگہ علم وفضل۔ غلامی وذلت کی جگہ حریت ومساوات کے مجسمے پیدا ہونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عین حیات میں تو عورتوں نے محسن حقیقی کے احسانوں میں دب کر شکر وامتنان سے لبریز ہو کر عشق ومحبت کے وُہ وُہ نمونے دکھلائے۔ جو تا ابد مشکل ہی دکھائی دینگے گویا کہ عورتیں پروانہ وار حضورؐ پر خود قربان ہونا ہی باعث فخر سمجھتی تھیں۔ بلکہ حضورؐ کی محبت کی مثال دنیاوی عزیز سے عزیز ترین رشتوں میں بھی ملنی مشکل تھی چنانچہ حضورؐ کی زندگی سے لیکر وفات سے بہت دیر بعد تک عورتوں کے کارناموں میں سے ایک ایک مثال مشتے نمونہ از خروارے پیش کرتی ہوں۔

رسُول کریم کے عہد کی مثال

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معہ فوج ایک غزدہ سے واپس آرہے ہیں۔ کہ مدینہ کی عورتیں اشتیاق دید میں شہر کے باہر استقبال کے لئے کھڑی ہیں۔ جب فوج کے آدمی نظر آئے۔ تو ایک عورت نے آگے بڑھ کر دریافت کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا حال ہے۔ اسے جواب ملا۔ تمہارا باپ شہید ہو گیا ہے۔ اس نے دوبارہ پوچھا۔ تو جواب ملا۔ تمہارا بھائی شہید ہو گیا۔ سہ بارہ پوچھا۔ مگر پھر بھی اسے کہا گیا۔ تمہارا خاوند بھی شہید ہو گیا آخر وُہ جھنجلا کر پوچھتی ہے۔ تم مجھے رسول اللہ صلعم کی خبر تو بتاؤ۔ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم بعافیت ہیں۔ یہ سنتے ہی سجدہ شکر بجا لاتی ہے۔ اور کہتی ہے رسول اللہ صلعم زندہ ہیں۔ تو پھر کسی کی پرواہ نہیں۔ سبحان اللہ نسوانیت کی ایسی عظیم الشان مثال رقیق القلب صنف نازک میں کہاں مل سکتی ہے۔

حضرت عمرؓ کے عہد کی مثال

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت ہے۔ قیصر وکسریٰ کی سلطنتیں فتح ہو چکی ہیں۔ خسرو پرویز جیسا جلیل القدر بادشاہ اپنی زبان سے حضرت عمرؓ کے روبرو اقرار کرتا ہے۔ کہ اے عمرؓ پہلے خدا ہمارے ساتھ ہوتا تھا۔ لیکن اب خدا تمہارے ساتھ ہے۔ بڑے بڑے فصیح حضرت عمرؓ کے خطبات کی فصاحت وبلاغت کا لوہا مانتے ہیں۔ لیکن آپ ایک دفعہ خطبہ میں مہر کے بارے میں حد بندی فرمانے کا خیال ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ایک عورت بول اُٹھتی ہے اے عمرؓ جس بات کو رسول خدا نے محدود نہیں کیا۔ آپ کا کیا حق ہے۔ کہ آپ محدود کریں۔ حضرت عمرؓ فوراً اپنے الفاظ واپس لے لیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ اے عورت تو حق پر ہے۔ اور عمرؓ غلطی پر۔ حضرت عمرؓ قبل از اسلام اونٹ چرایا کرتے تھے۔ اور ایک معمولی حیثیت کے آدمی گنے جاتے تھے حضرت عمرؓ کا اپنا قول ہے۔ ہم اس زمانہ میں عورتوں کو حیوانوں سے بھی بدتر خیال کرتے تھے۔ لیکن آج اس شان ورفعت کے باوجود ایک کمزور عورت کے سامنے یُوں قائل ہو جاتے ہیں۔ یہ تغیر عظیم حضرت عمرؓ کی حالت میں اور وہ بے مثال جسارت اس عورت کے قلب میں کس نے پیدا کی۔ رسُول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

فتح دمشق کا موقعہ

مسلمان فوج بچوں اور زخمیوں کو عورتوں کے سپرد کر کے آگے بڑھ گئی۔ کہ قلعہ کے باشندوں نے جو کہ محصور ہوئے تھے۔ موقعہ پا کر قلعہ کا دروازہ کھول کر عورتوں کو حراست میں لے لیا۔ ایک مسلمان عورت اپنی بہنوں کو مخاطب کر کے کہتی ہے۔ اے بہنو۔ کیا تمہاری غیرت وحمیت گوارا کرتی ہے۔ کہ تم کافروں کے قبضہ میں آجاؤ۔ کیا تم آج اسلام کی تعلیم کو بدنام کرنا چاہتی ہو۔ اس ذلت سے تو مر جانا ہی بہتر ہے۔ ان فقروں سے ایسا جوش پھیلتا ہے۔ کہ سب عورتیں خیمہ کی چوبیں لے کر کفار کے مقابلہ میں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اور کافر حیران رہ جاتے ہیں۔ کہ اتنے میں مسلمانوں کی فوج عورتوں کی امداد کو آپہونچتی ہے۔ اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے ایڈورڈ گبن مسلمان عورتوں کی شجاعت وحمیت۔ عفت وعصمت دلیری وبہادری کی بے انتہا تعریف کرتا ہُوا لکھتا ہے۔ یہ عورتیں نیزہ بازی تیر اندازی وشمشیر زنی میں پوری ماہر ہوتی تھیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نازک سے نازک موقعہ پر بھی اپنے دامن عصمت کو محفوظ رکھتی تھیں۔ لیکن یہ تمام اوصاف عورت میں کس نے پیدا کئے۔ اسی عظیم الشان مصلح کی تعلیم کا اثر تھا جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں عورت کو انتہائی زوال سے انتہائی عروج تک پہونچا دیا۔

خلافت بنی امیہ کا واقعہ

ایک شخص عبدالرحمٰن فروخ نامی فوج میں ملازم ہے۔ فتح خراسان کی مہم پر جاتے وقت بیوی کو جو کہ تین ماہ کی حاملہ ہے۔ ۳۰ ہزار اشرفی دیجاتا ہے۔ اور آپ ۲۷ برس کے بعد گھر واپس آتا ہے۔ اثنائے گفتگو میں بیوی سے پوچھتا ہے کہ میں جو مال تجھے دیگیا تھا۔ تم نے وُہ کیا کیا۔ عورت کہتی ہے۔ کہ وہ مال میں نے فضول نہیں گنوایا۔ تھوڑی دیر بعد وُہ شخص مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے جاتا ہے۔ جاکر دیکھتا ہے۔ کہ ایک جوان اونچی ٹوپی پہنے سر جھکائے درس و تدریس میں مشغول ہے۔ اور چاروں طرف سے تلامذہ کا ایک گروہ اسے گھیرے ہوئے ہے۔ جن میں کہ خواجہ حسن بصری اور امام مالک جیسے اعیان شامل ہیں۔ لوگوں سے پوچھتا ہے یہ کون شخص ہے۔ جو درس دے رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ یہ ربیعہ ابن عبدالرحمٰن فروخ ہیں۔ اپنے بیٹے کی یہ شان دیکھ کر دل میں جو مسرت پیدا ہوئی۔ اسے الفاظ میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ گھر جاکر بیوی سے دریافت کیا۔ تو اُس نے کہا۔ میں نے وُہ مال ربیعہ کی تعلیم پر صرف کر دیا۔ آپکو تیس ہزار اشرفی پسند ہے۔ یا بیٹے کی یہ شان شوہر نے جواب دیا۔ خدا کی قسم تم نے وہ مال ضائع نہیں کیا۔

یہ اس وقت کی عورتوں کے عقلمند اور علم دوست ہونے کی ایک مثال ہے ایک بچہ باپ کی تربیت سے محروم ہو کر صرف ماں کی زیر نگرانی پلتا ہے۔ ماں کے پاس کافی مال ہے۔ لیکن وُہ بچہ کی بے جا ناز برداری اور بیہودہ لاڈ وپیار میں زر وپیسہ اور بچہ کو تباہ نہیں کرتی۔ بلکہ وُہ روپیہ بیٹے کی تعلیم وتربیت پر صرف کر کے اسے ایسی بیش بہا

دُنیا میں ادیان کی کثرت ہے۔ ہر فرد سے وہر دینے کا معاملہ نظر آتا ہے۔ عام طور پر جسے بھی دیکھو۔ اپنے اختیار کردہ دین پر نازاں ہے۔ اور دوسرے ادیان کو بنظر اشتباہ وحقارت دیکھنے کا خوگر ہے۔ اسلام کے ظہور سے پہلے انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی بعثت مختص القوم ہوا کرتی تھی۔ ایک یا بہت نبی ایک ایک قوم کی طرف مبعوث ہوا کرتے تھے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل کوئی نبی تمام اقوام کی طرف ہدایت کا ربانی پیغام لے کر نہیں آیا۔ ان حالات میں اس قسم کی تنگ خیالی کا امکان تھا۔ اس لئے کہ ہر امت کا والی الگ الگ ہوا کرتا تھا۔ اور افراد اُمت اپنے نبی کے سوائے کسی دوسرے کو نہ مانتے تھے۔ اور نہ ہی ماننے کے لئے مجبور تھے۔ ایک اُمت کے رسول کو دوسری امت سے کوئی واسطہ نہ ہوا کرتا تھا۔ قرآن کے علاوہ انجیل سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے۔ مثلاً عیسےٰ علیہ السلام اقرار فرماتے ہیں۔ میں صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کو جمع کرنے کے لئے آیا ہوں۔ قرآن شریف نے بھی یہی شہادت دی۔ ورسولًا الیٰ بنی اسرائیل۔ یعنے مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے ؛

لکلِّ قومٍ ھادٍ

قرآن مجید نے فرمایا۔ ہر قوم کے لئے ہدایت دینے والے آتے رہے ہیں۔ وان من امّۃ الّا خلا فیھا نذیرٌ۔ کوئی امت ایسی نہیں گذری۔ جس میں خدا کی طرف سے ڈرانے والے نہ آتے ہوں۔ اس کا ثبوت محض منقولات پر ہی نہیں۔ عملاً ایسی اقوام موجود ہیں۔ جن کے پاس خدائی کتابیں اب تک موجود ہیں۔ ان نوشتوں میں گو تحریفات نے راہ پالی ہے۔ لیکن پھر بھی ان کے مطالعہ سے صاف طور پر اس امر کی شہادت ملتی ہے۔ کہ ان میں نور اور ہدایت کے لمعات تاحال باقی ہیں۔ غرض اس بیان سے یہ ہے۔ کہ قوم وار ہدایت کا سلسلہ محدود اور غیر وسیع تھا۔ اور ارتقائی حالات اس کے مقتضی تھے۔ جس کا نتیجہ ہوا۔ کہ مرسلین آلہی صرف اپنے اپنے سلسلہ اور دائرہ امت میں مانے جاتے ؛

اہل ادیان میں باہمی بغض وعداوت

ہدایت کا اصل سرچشمہ رب العالمین ہے۔ تمام مرسلین اور انبیاء کا مبعوث فرمانے والا سب اقوام کا واحد خدا ہے۔ اس لئے یہ لازمی تھا۔ کہ ایک وقت ایسا آتا۔ جبکہ کوئی عظیم الشان رسول خدا کی طرف سے نازل ہو کر والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک کی تصدیق کا اعلان فرماتا۔ تاکہ خدا کے مرسلین کرام کی عزت دنیا میں قائم ہوتی۔ اور ان کے حق میں بدگوئی کا سلسلہ مسدود کیا جاتا۔ انسان فوراً تنگ دلی کی جانب مائل ہو جاتا ہے۔ دانشمند طبقہ کے افراد گو ہمیشہ تمام مرسلین آلہی کی عزت کرنا اپنا فرض جانتے ہیں۔ لیکن عوام اور ارباب غرض دوسرے مذاہب پر ایسے رکیک اور سوقیانہ حملے بھی کر جاتے ہیں۔ جو کسی عقلمند کے لئے موجب فخر ومباہات نہیں ٹھہر سکتے۔ اس تمام شر وفساد کا علاج اسلام کے اندر رکھا گیا ہے ؛

امن اور صلح کا پیغام

خود غرض دینداروں کے درمیان جدل وہنگامہ کو دیکھ کر کون عقلمند متاسف نہ ہوتا ہوگا۔ ہندوستان ہی کو لے لیجئے۔ اس میں کئی ایک مذاہب موجود ہیں۔ کئی ملکی ضروریات اور وطنی حالات اس امر کے مقتضی ہوتے ہیں کہ ملک کے تمام باشندے ملکر باہمی اتحاد سے کوئی مقصد سر انجام دیں۔ لیکن ان کے اشتراک عمل کی راہ میں مذہبی تعصبات حائل ہو کر امر مطلوبہ کے حصول کو ناممکن بنا دیتے ہیں حقیقت یہ ہے۔ کہ کوئی مذہب جو ربانی ہوگا۔ وہ دوسروں سے عداوت اور بغض رکھنے کی تعلیم نہیں دے سکتا۔ جو مذہب بھی اس قسم کے تعصبات کو جائز قرار دیگا۔ وہ دراصل فساد آرائی اور فتنہ جوئی کا مرتکب سمجھا جائیگا۔ جنبہ داری اور تعصب سے الگ ہو کر اگر دیکھا جائے۔ تو بانئ اسلام نبیٔ عرب صلوٰۃ اللہ علیہ کی تعلیمات ہی ایسی نظر آتی ہیں۔ جن میں جملہ مرسلین الٰہی کی تعظیم اور تکریم کا خاص لزوم رکھا گیا ہے۔ ہر وہ شخص جو دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ وہ خدائی فرمان یعنی قرآن کے رو سے اقرار کرتا ہے۔ کہ وہ قرآن اور تمام کتب سماوی اور جملہ انبیائے الٰہی پر یکساں ایمان لاتا ہے۔ اور مرسلین یزدانی میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ کوئی نبی خواہ عرب میں مبعوث ہوا ہو۔ یا دنیا کے کسی دوسرے ملک میں خدا کی طرف سے آیا ہو۔ وہ سب کو ایک ہی نظر سے قابل اعزاز واکرام سمجھے گا۔ غرض یہ فیض عام نبیٔ عرب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ جس کو کوئی ہوشمند رد نہیں کر سکتا ؛

اسلام دنیا کے اتحاد کا موجب ہے

ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر رحمۃ للعالمین کا خطاب پانے کا کوئی بھی مستحق نہیں۔ اس لئے کہ صرف ہمارے نبی مکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے قرآن کریم کے ذریعہ سب سے اول تمام دنیا کو امن اور صلح کا پیغام دیا۔ اور اعلان فرمایا کہ مسلم صرف وہی شخص کہلانے کا مستحق ہے۔ جو نہ صرف قرآن کو بلکہ ہر آسمانی کتاب کو منجانب اللہ یقین کرے۔ ہر امت کے انبیاء کی یکساں تعظیم بجا لائے۔ دنیا میں انبیاء کی بعثت کی اصل غرض اشاعت توحید الٰہی کو قرار دیا اور جملہ ادیان کو الفاظ ذیل میں دعوت دی۔ یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃٍ سواءٍ بیننا وبینکم الّا نعبد الّا اللّٰہ ولا نشرک بہ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللّٰہ۔ یعنے اے اہل کتاب آؤ ایک بات پر جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ سب مل کر اتفاق کر لیں۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوائے کسی کی عبادت نہ کریں گے۔ اور خدا کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے۔ اور خدا کے سوائے ہم کسی دوسرے کو کارساز نہ بنائیں گے ؛

ان ربانی ارشادات کے حامل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ اس پیغام کا منافرت شکن ہونا بدیہات سے ہے۔ یہ پیغام رحمت واکرام تمام دنیا کو یک جا جمع کرنیوالا سیاہ وسفید کی تمام تمیزات کو مٹانے والا ہے۔ وہ مسلم جو سچے دل اور خلوص نیت سے قرآن کا پابند ہوگا وہ ان بیش بہا اصول کو کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا ہر دانشمند غیر مسلم اس پاکیزہ تعلیم کی دل سے قدر کریگا۔ اور معلم ربانی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سچا لیڈر اور مقتدائے برحق مانیگا ؛

غلط فہمیوں کا ازالہ

عام طور پر دیگر اہل مذاہب کے دلوں میں جو غلط خیالات ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے متعلق جاگزین ہیں۔ اکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ انہیں ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت صحیح واقعات نہیں پہنچے۔ یہ علمائے اسلام کا اولین فرض ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات کو صحیح رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کرتے رہیں۔ تاکہ جو غلط فہمیاں مخالفین اسلام کی زہر آلود تحریرات سے پیدا ہو چکی یا ہو رہی ہیں۔ ان کا کماحقہٗ قلع قمع ہو سکے۔ ہمارے علماء غفلت کے لحافوں میں پڑے سو رہے ہیں۔ وہ فرائض تبلیغ سے قطعاً غافل ہیں۔ دنیا پرستی نے انہیں اپنے دام میں پھنسا رکھا ہے۔ درحقیقت مخالفین اور شرارت کے گندہ لٹریچر کی اشاعت کی ذمہ داری ایک حد تک علماء پر ہی وارد ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنے فرائض سے عہدہ برآ ہوتے۔ تو کم از کم محمد رسول اللہ رحمۃ للعالمین کی ذات گرامی کے خلاف کوئی لب گستاخی کی کبھی جرأت نہ کر سکتا ؛

قادیانی جماعت کا بہترین کام

ہم امام جماعت قادیان کی ان مساعی کو ہر طرح سے بنظر پسندیدگی دیکھتے ہیں کہ وہ نبی مقدس صلوٰۃ اللہ علیہ کے متعلق غلط فہمیوں کے ازالہ کی کوشش کرتے ہیں۔ اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز میں سالانہ انعقاد مجالس کا انتظام کرتے ہیں۔ یہ ایک بہت مبارک کوشش ہے۔ اور ہر مسلمان کو اس میں شامل ہو کر امداد کرنی چاہیئے۔ وباللہ التوفیق ؛

جناب مکرم ایڈیٹر صاحب "الفضل"

آپ کے متعدد گرامی نامے خاتم النبیین نمبر" میں مضمون کے لئے مجھے پہونچے۔ میں نے پہلے ہی خط کے جواب میں عرض کیا تھا۔ کہ خاتم النبیین نمبر میں آپ نے مجھ ناچیز کے مضمون کے لئے جگہ نکال کر اور مجھ سے فرمائش کے ساتھ مضمون لے کر حقیقت میں آپ نے میری عزت و سربلندی کو دوبالا کر دیا ×

میری موجودہ مصروفیت اور بعض پرچوں کے لئے ذمہ دارانہ مضامین کی تیاری میں مجھے جن موضوعات سے گذرنا ہوتا ہے۔ ان کے لئے کسی بلند اور زیادہ علمی مطالعہ کی حاجت نہیں۔ بلکہ میرے متعلقہ موضوعات کے لئے صرف "تاریخ عہد قریب" پر عبور کافی ہے۔ اس لئے حضور اقدس خاتم النبیین علیہ السلام ایسے بلند و برتر موضوع پر کچھ لکھنے کے لئے یا کسی "عالمانہ تبصرہ" کی نہ میرے اندر صلاحیت نہ جرأت۔ پھر بھی اس صاحب جلالؐ و وقار نبیؐ کی سیرت اور زندگی کے لئے کوئی خالص تحقیقی مضمون تیار کرنا بھی میرے لئے سرمایہ نجات و شرافت تھا۔ لیکن آپ کے خط نے میرے سامنے سرکار دو عالم کی حیاتِ اقدسؐ کا ایک بالکل ہی اچھوتا اور کارآمد عنوان پیش کر دیا۔ امید ہے۔ کہ آپ اس عجیب و غریب تمہید والے مضمون میں اپنے واقعی اور صحیح تأثر کے اظہار پر مجھے معاف فرمائیں گے ×

واقعہ یہ ہے۔ کہ میں عرصہ دراز سے زبان اُردو کے کثیر الاشاعت اخباروں اور رسالوں میں مضامین لکھ تو کیا رہا ہوں۔ انبار لگا رہا ہوں اور جس کثرت سے لکھ رہا ہوں۔ وُہ بھی آپؐ کے علم میں ہے۔ اور جس بے باکی اور بے خوفی یا بزدلی اور خوشامد سے لکھ رہا ہوں۔ وُہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ گلابی اُردو سے لے کر روزمرہ یا مروجہ اُردو میں جس قدر بھی مضامین لکھے ہیں۔ مجھے یاد پڑتا ہے۔ کہ ہر مضمون میں میری یہ دُعا اور نیت شامل رہی ہے۔ کہ میرا مضمون خُدا کے بندوں کی اصلاح کا سبب بن جائے۔ دل آزاری اور تضحیک بے معنی کا نہیں۔ اور مضمون کے اندر اس نیت اور مقصد کے بعد پھر مَیں لکھنے میں جس درجہ بے باک۔ بے پرواہ یا گستاخ اور ہزل گو بن جاتا ہوں۔ وُہ آپ کے علم سے باہر نہیں پس اس طرز تحریر کے ساتھ مجھے یاد ہے۔ کہ میں نے آپ کی جماعت۔ اور آپ کی جماعت کے سردار کے مقابل بھی لکھا ہے۔ اور بربنائے اعتقاد مخالف ہی لکھا ہے۔ جو یقیناً آپ کو اور آپ کی جماعت کے کسی رکن کو پسند نہ آیا ہوگا۔ اور نہ آنا چاہئے۔ لیکن ان حالات کے علاوہ اثر کے باوجود آپ نے جب مجھ سے مضمون کے لئے بے تامل اور نہایت درجہ شریفانہ رنگ میں تحریک فرمائی۔ تو واللہ کہ آپ کے اس برتاؤ نے کچھ دیر کے لئے میرے قلب و دماغ کو معطل سا کر دیا۔ اور میری نظر معاً سرکار دوجہان علیہ افضل الصلوٰت والسّلام کے اُس اسوۂ رنگین تک پہونچنے میں کامیاب ہوئی۔ جس کا مقصد مخالفین سے بھی حُسنِ سلوک اور لطف و کرم سے پیش آنا تھا۔ آپ کے اس برتاؤ نے حقیقت میں میرے سامنے حضور رسالت پناہؐ علیہ السلام کی خوش خلقی۔ مروّت۔ حلم۔ بردباری۔ ضبط و صبر اور رحمت للعالمینی کے وہ حیات آمد پہلو روشن کر دئے۔ جن پر مدار و بقا ہے سوسائٹی یا انسانیت کا ×

میرے ناچیز خیال میں آج مسلمانوں کے بین الاقوامی یا بین الاسلامی تعلقات کی خوشگواری اور استواری جس طرح بجائے خود ایک ضروری اور قیمتی تدبیر ہے۔ ان کے عروج و استقلال اور صعود و ترقی کی اسی طرح ان تعلقات کے قیام و بقا کے لئے ایسے ہی حوصلے اور بردباری۔ حلم و خوش خلقی۔ مروّت و رواداری بھی اس مقصد کا جزو اوّل ہے۔ میری حقیر رائے میں اگر مسلمانوں کے لئے کوئی مہلک ترین اور تباہ کُن مصیبت ہو سکتی ہے۔ تو وہ ان کی "فرقہ بندی" اور "جماعت بندی" ہے۔ لیکن اگر مسلمان حضور رحمت دوجہان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جذبۂ ضبط و صبر اور اپنے خیالات پر اختیار و اقتدار حاصل کر لیں۔ تو میں ایسی فرقہ بندی کو بھی بُرا نہیں سمجھوں گا۔ رسول خاتم النبیین علیہ السّلام کے یوں تو جملہ اعمال و احکام برتر از شان مدحت اور شائستہ تقلید و تقدیس ہیں۔ لیکن آج مسلمانان ہند کو خصوصیت سے حضور اقدس علیہ السلام کے جس طریق حیات کی تقلید و اتباع کی بے حد ضرورت ہے۔ وہ حضور والا مراتب کا حلم و ضبط اور عفو و درگذر ہے۔ میرا دل اگر کسی حالت سے مُردہ ہوتا ہے۔ میرا دماغ اگر کسی چیز سے مختل اور معطل ہوتا ہے۔ تو وُہ مسلمانوں کی موجودہ "باہم آویزی" ہے۔ اور یہ اس لئے کہ مجھے معلوم ہے۔ خود ذاتِ رسالت پناہ علیہ السلام کے لئے کوئی اذیت رساں بات تھی۔ تو وہ مسلمانوں کی باہمی ناچاقی اور نااتفاقی ×

نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعی رسول اور دنیا کے لئے رحمتِ عام اور مصلح اعظم ہونے کی بے شمار دلائل میں سے ایک یہ دلیل بھی ہے۔ کہ آپؐ کے بے شمار و بے اندازہ فرمانبرداروں میں ایک بھی ایسا نہیں۔ جسے آنحضور علیہ السلام کے ضروری حالات اور واقعات یاد اور معلوم نہ ہوں۔ میرے خیال میں اس وقت بھی دنیا میں کوئی ذی علم سے ذی علم اور روشن خیال سے روشن خیال قوم ایسی نہیں۔ جس نے اپنے کسی دینی و دنیوی "رہنمائے اعظم" کے حالات سے اس درجہ واقفیت پیدا کی ہو۔ جس درجہ حضور نبی عرب و عجم علیہ السلام کی ذات اقدس سے مسلمانوں کو ہے۔ اور حضور اقدس علیہ السّلام کی حیات محترم کا یہی ایک ایسا پہلو ہے۔ جس پر مجھے اس درجہ اطمینان ہے۔ کہ اگر ہو۔ تو میں ساری اقوام کو چیلنج کر دوں۔ کہ وُہ اپنے اپنے ہادیوں اور رہنمایان عظام کے لئے اپنے اندر اس درجہ زبردست واقفیت اور محبت کو ثابت کریں۔ جس درجہ مسلمانوں میں حضور نبی عرب و عجم علیہ السّلام کے متعلق موجود ہے ×

ذی ہوش مسلمان تو ایک طرف مسلمانوں کے کم عمر اور کم فہم بچوں میں بھی ایسا بچہ بدنصیب ہی ہوگا۔ جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا نام یاد نہ ہو۔ اور وہ اس نام کو عزت و احترام سے نہ لیتا ہو۔ پھر مسلمان مردوں کے مقابل مسلمان عورتوں کو حضور گرامی جاہ سے اتنی ہی محبت اور واقفیت ہے ×

میرا یہ خیال بھی غلط نہیں۔ کہ حضور جہان پناہؐ سے جو واقفیت دوسری اقوام کے افراد میں پائی جاتی ہے۔ وہ خود کسی دوسری قوم کے ہادی سے نہیں۔ اور یہ سب کچھ محض حضور سرکار دوجہان کے ان اعمال و اثرات کے نتائج ہیں۔ جو متعلق ہیں بندگان اقدس و اعلیٰ کی خوش خلقی و تواضع۔ رحم و شفقت۔ حلم و بردباری۔ اور عفو و درگذر سے۔ دشمنوں اور شدید ترین مخالفین سے حضورؐ کا ضبط و درگذر ہی ہو سکتا ہے۔ جو حضور ممدوح علیہ السّلام کی ذات کو غیروں میں اس درجہ محبوب و مقبول بنائے ہوئے ہے۔ مگر عہد حاضر میں علوم دین کی تعلیم اُٹھ جانے اور اسلامی قومیت کے آثار و اثرات کے فنا ہو جانے کا یہ اندوہناک اثر ہے۔ کہ آج کل کے مسلمانوں میں کبر و نخوت۔ کینہ بغض۔ حسد اور غرور و منافقت کے ایسے ذلیل جذبات پیدا ہو رہے ہیں۔ حیرت ہے۔ کہ جس قوم کو ایسا "خلق عظیم" اور "رحمت عالم نبی" ملے۔ اس کے اندر نفاق و منافقت کا وجود باقی رہے ×

عہد حاضر کے مسلمانوں نے محض علوم دین کے فقدان اور غلط تر طریق تعلیم کے اثر سے اگر نبی آخر زمان علیہ السّلام کی حیات اطہر کو سمجھنے میں کوئی غلطی کی ہے۔ تو وہ یہ کہ حضورؐ گرامی کو صرف خدا سے ڈرانے والا یا عاقبت کے عذابوں سے دھمکانے والا پیغامبر سمجھا۔ اور مسلمانوں کے جاہل طبقوں میں فقط اتنا ہی سمجھا گیا۔ جو زیادہ تر نتیجہ ہے۔ تاریک دماغ اور بدعقل عربی دان لوگوں کے طریق وعظ و تعلیم کا۔ حالانکہ مقصد مبارک کبھی یہ نہ تھا۔ کہ مسلمان دنیا میں عیش و آرام۔ حکومت و امارت اور فتح و فیروزمندی کی سعادتوں سے محروم رہیں۔ اور اخلاقیات کے کسی ایک حصہ کی بھی اُن میں کمی باقی رہ جائے۔ چنانچہ بدر و حنین کے وہ خونریز و خونبار میدان گواہ ہیں۔ جہاں حضورؐ اقدس و انور نے شجاعت و شہامت اور جدوسعی کے نمونہ کے لئے اپنا عزیز و محبوب خُون پانی کی طرح بہانے سے بھی دریغ نہ فرمایا۔ اس سے مسلمانوں کو سبق لینا تھا۔ کہ وُہ کوشش اور سعیٔ بلیغ کے ہر شعبہ میں اس درجہ بلند حوصلہ اور جفاکش رہیں ×

پھر مسجد نبویؐ کی وُہ وسعتیں شاہد ہیں۔ جہاں اُمور سلطنت دینی

اور رموز مملکت کی اصلاح و تربیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشتر لمحے گذرے ہیں۔ اس سے مسلمانوں کو یہ نتیجہ اخذ کرنا تھا کہ دُنیا کی ساری نعمتیں اور سربلندیاں اُن پر حلال اور آسان ہیں *

مگر اب سوال ہے۔ تو یہ کہ آخر اس درجہ جامع کمالات نبی کے پرستاروں میں افلاس۔ تنگ دستی۔ جہل و جہالت۔ نا اتفاقی اور بداعمالیوں نے کیونکر راہ پائی؟ اور کیا مسلمانوں میں ایک بھی نہیں جو حضور گرامی مراتبؐ کے اعمال کا متبع ہو؟ اس کا جواب ایک۔ اور صرف ایک ہے۔ اور وہ یہی۔ کہ مسلمانوں میں حضور اکرم علیہ السلام کے احکام کی پابندی کے لئے تکمیل اور یکسانیت نہیں۔ اور جس قوم میں کسی حکم اور روایت کے احترام و عمل کے لئے وحدت و یکسانیت نہ ہو۔ اس میں تنظیم و کامرانی کی دولت باقی نہیں رہ سکتی *

اس لئے یہی ہو۔ کہ ہم حضور گرامی منزلتؐ کی ایک ایک عادت پر آج سے عامل ہوں۔ یہاں تک کہ مزاج میں حضور علیہ السلام کی جملہ عادتیں راسخ ہو جائیں۔ اور وقت کی سب سے زیادہ مفید و ضروری عادت حضور علیہ السلام کا وہ جذبۂ ضبط و اختیار اور عفو و الفت ہے۔ جو آج مسلمانوں کے بچہ بچہ میں موجود و مکمل ہونا ازبس لازم اور لابدّ ہے۔ مبارک و خوش نصیب ہے۔ وہ مسلمان قوم جس کے نبیؐ آخر زمان نے اُسے سارے انسانوں کے دلوں پر حکومت کرنے کا سلیقہ سکھایا۔ اور اس حکمرانی کا طریقہ یہی ہے کہ مخالف کی غلط کاری کو معاف کر دیا جائے۔ اور غصہ کو پاس نہ آنے دیا جائے اور غصہ سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ چہرہ پر ہر وقت اور ہر حال میں تبسم پیدا کیا جائے۔ والسّلام علی النبی المعتوم

احسانات حضرت محمدؐ

(خاص الفضل کے لئے)

سبق وحدت کا دنیا کو دیا حضرت محمدؐ نے
دوئی کو دُور ہر دل سے کیا حضرت محمدؐ نے
اٹھا کر پردہ بیگانگی دِل ہائے عالم سے
اُنہیں رنگ آشنائی کا دیا حضرت محمدؐ نے
وہ حسرت اور پریشانی وہ وحشت اور پشیمانی
گریباں چاک تھا۔ آکر سِیا حضرت محمدؐ نے
سبق پاکیزگی کا اور نیکی کا دیا سب کو
بڑا احسان دُنیا پر کیا حضرت محمدؐ نے
شریکِ دردِ مظلوماں۔ انیسِ حالِ محرومان
دِل اک عالم کا ہاتھوں میں لیا حضرت محمدؐ نے
کہا ہر اک کو ہمسایہ سے الفت کر محبت کر
دل آزاری سے بچ۔ فرما دیا حضرت محمدؐ نے

دُنیا پہ ہے احسان گرانبار محمدؐ

لسان القوم جناب مولینا صفی لکھنوی

(خاص الفضل کے لئے)

اِس دفترِ حکمت کو پڑھ کر تو ذرا دیکھو ۔۔۔ اِسلام کی گردن میں قرآن حمائل ہے
مذہب وُہی برحق ہے۔ جو تابعِ فطرت ہو ۔۔۔ فطرت کے مخالف ہے جو چیز وُہ باطل ہے
اخلاق کے سانچے میں ڈھالا ہے اسے جس نے ۔۔۔ وُہ فلسفی اُمّیؐ کیا ماہر کامل ہے
جکڑا ہے قبائل کو زنجیرِ اخوت میں ۔۔۔ دیکھا کہ تمدن خود محتاج وسائل ہے

اعجاز کی قوت سے پھر یہ بھی کیا ثابت
عرفان کا سرچشمہ مافوق دلائل ہے

اعجاز ہی اعجاز تھے اطوارِ محمدؐ ۔۔۔ رفتارِ محمدؐ ہو۔ کہ گفتارِ محمدؐ
وُہ سادگیٔ وضع۔ وُہ اندازِ مساوات ۔۔۔ سرمایۂ آرائشِ دربارِ محمدؐ
سلمانؓ و سلیمانؑ میں نہ تھا فرق وہاں کچھ ۔۔۔ تھا ظلِ ہما سایۂ دیوارِ محمدؐ
اقوام کو کس قعرِ مذلت سے نکالا ۔۔۔ دُنیا پہ ہے۔ احسان گرانبارِ محمدؐ
اللہ غنی! بذل۔ کہ رہتے تھے ہمیشہ ۔۔۔ وقفِ فقرا درہم و دینارِ محمدؐ
اِسلام جو ہے آشتی و امن کا پیغام ۔۔۔ ہے اصل میں وُہ مسلکِ ہموارِ محمدؐ
فِطرت کے قوانین کا مجموعہ ہے اِسلام ۔۔۔ ہر قلبِ حق آگاہ ہے طرفدارِ محمدؐ
مقصود نہ تھی جنگ سے تسخیرِ ممالک ۔۔۔ پیکار حکیمانہ تھی۔ پیکارِ محمدؐ
اِس وقت دیا اذن پئے جنگِ دفاعی ۔۔۔ ہونے لگے مقتول جب انصارِ محمدؐ
آقائے دو عالم کے غلاموں سے تو پوچھو ۔۔۔ آزادوں سے بہتر تھے گرفتارِ محمدؐ

ہم جنسوں کی اِصلاح میں کل عمر بسر کی
اللہ رے صفیؔ جذبۂ ایثارِ محمدؐ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق بچوں سے

(از محترمہ محمودہ بیگم صاحبہ بنت جناب سید غلام حسین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ منٹگمری)

پیدائش سے قبل اولاد کیلئے دُعا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچوں سے بہت محبت تھی چنانچہ حضور نے بچوں کی بہتری اور بھلائی کے لئے بچوں کے والدین کو اُن کی پیدائش سے پہلے کثرت سے دعائیں کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ بچے پیدائش کے بعد والدین کے لئے راحت۔ ان کی آنکھوں کا سُکھ اور کلیجے کی ٹھنڈک ہوں اور قوم کے لئے مفید وجود اور اپنے رب کے فرماں بردار بندے ثابت ہوں۔ علاوہ اور دعاؤں کے جو احادیث یا قرآن مجید میں ہیں۔ یہ دعا کافی جامع ہے۔ ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماماہ

بچہ کی پیدائش پر صدقہ

بچوں کی پیدائش پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقیقہ کے رنگ میں بکرے ذبح کرنے کا حکم دیا۔ جو ایک قسم کا صدقہ ہے۔ اور صدقہ سے مصائب دور ہوتے ہیں۔ گویا پیدا ہونے والا بچہ تکالیف سے محفوظ ہے پھر بچے کے بال اتروا کر اس کے برابر سونا یا چاندی وزن کر کے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اس سے بھی بچے کے سر سے آفات کے دُور ہونے کی غرض معلوم ہوتی ہے۔

اُولاد کا اکرام

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جنت میں خاص دروازہ ہے۔ وہ صرف ان لوگوں کے لئے کھولا جائے گا۔ جنھوں نے اپنی اولاد کو خوش کیا۔ اور ان کا اکرام کیا۔ کیونکہ اولاد کا اکرام دوزخ سے پردہ ہے۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ اپنی اولاد کا محبت اور پیار سے بوسہ لیا کرو۔ یہاں تک کہ لڑکی پانچ برس کی۔ اور لڑکا سات برس کا ہو جائے۔

بدنی سزا کی ممانعت

جو لوگ غصہ میں مجنون ہو کر بچوں کو سزا دیتے وقت ان کی ہڈی پسلی توڑنے تک سے دریغ نہیں کرتے۔ انھیں اس قسم کی سزا دینے سے منع فرمایا۔ اور خاصکر منہ پر مارنے سے قطعاً روک دیا۔ بلکہ اولاد کی اصلاح کے لئے معمولی سزا اور زیادہ تر دُعا سے ہی اصلاح کا حکم دیا۔

قتل اُولاد کی ممانعت

قرآن میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولا تقتلوا اولادکم۔ اپنی اولادوں کو قتل مت کرو۔ اس میں بچوں کو ہر رنگ میں قتل کرنے سے منع فرمایا۔ اُولاد کو دینی تعلیم نہ دینا دین کے لحاظ سے قتل کرنا ہے۔ زمانے کی ضروریات کے مطابق تعلیم نہ دینا دنیوی لحاظ سے قتل کرنا ہے۔ بیماری میں توجہ سے علاج نہ کرنا جسمانی لحاظ سے قتل کرنا ہے اچھا نام نہ رکھنا اچھے گھروں میں رشتہ نہ کرنا وغیرہ وغیرہ یہ سب ایک رنگ میں اولاد کے قتل ہیں گویا ان تمام باتوں کی طرف والدین کو متوجہ کیا گیا۔ تاکہ وُہ اپنی اُولاد کی پرورش میں کسی طرح کی غفلت نہ کریں۔

لڑکیوں کی تربیت پر زور

چونکہ دُنیا میں عموماً لڑکی کی نسبت لڑکے سے محبت زیادہ کی جاتی ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑکیوں کی پرورش اور ان کے حقوق کی نگہداشت پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں۔ اور وُہ انھیں دین اور ادب سکھلائے۔ اور ان کا کسی نیک بخت سے نکاح کر دے تو وُہ اور میں جنت میں اس طرح ہونگے۔ جیسے دو انگلیاں۔ ایک انصاری عورت نے عرض کی۔ یا رسول اللہ اگر دو ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ خواہ دو ہوں۔

بچوں سے محبت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچوں سے اس قدر محبت تھی۔ کہ خاص عبادت کے وقت بعض دفعہ جب حضور سجدہ میں ہوتے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام جو آپ کے نواسے تھے۔ آپ پر سوار ہو جاتے۔ تو حضور سجدہ سے سر نہ اٹھاتے۔ جب تک کہ حضرت امام حسین خود بخود نہ اُتر آتے۔

حضور کے زمانہ میں عورتیں بھی مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتی تھیں۔ جب کبھی کسی عورت کے بچے کے رونے کی آواز آپ کے کان مبارک میں آتی۔ تو آپ الحمد شریف پڑھ کر چھوٹی صورت پڑھتے اور نماز جلدی ختم کرتے۔ تاکہ بچے کو اور اس کی والدہ کو تکلیف نہ ہو۔ نیز ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی (جو کہ آپ کی صاحبزادی حضرت زینب کی صاحبزادی تھیں) کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ گویا بچوں سے حضور کو اتنی محبت تھی۔ کہ خدا تعالےٰ کی عبادت میں بھی بعض موقعوں پر ان کو ساتھ رکھتے۔ تاکہ ان پر بھی نماز کے برکات کا اثر ہو۔

لڑکیوں کا ورثہ میں حصّہ

لڑکیوں کو لوگ ورثہ سے محروم رکھتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظلم کو بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے قرآن مجید میں حکم نازل ہونے پر دُور کر کے ایک بہت بڑا احسان کیا ہے۔ پھر حضور نے لڑکیوں کی تعلیم کے متعلق فرمایا۔ کہ ایک لڑکی کے بے دین رہنے سے چار آدمی بگڑے جائیں گے۔ اس کا باپ۔ اس کا بھائی۔ اس کا خاوند اور اس کا بیٹا۔

یتیموں سے سلوک

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یتیم بچوں کے ساتھ سلوک کرنے کے متعلق تعلیم دی۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آتا ہے۔ فاما الیتیم فلا تقھر۔ کہ یتیم پر سختی نہ کرو۔ اور فرمایا۔ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والے جنت میں ساتھ ہونگے۔

بچہ کی پاک فطرت کا ذکر

غیر مذاہب کے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ انسان پیدائشی ہی گناہ گار ہوتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کل مولود یولد علے الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ یعنی ہر بچہ معصوم اور دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین یا مربی اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اس طرح آپ نے بچہ کی فطرت کو پاکیزہ قرار دیا۔

بچوں پر شفقت

جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی گلی کوچہ میں سے گزرتے۔ تو بچے آپ کے گرد جمع ہو جاتے۔ آپ ان سے محبت و پیار کی باتیں کرتے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ بچہ اُسی کی طرف بھاگ کر جاتا ہے جسے وہ اپنے لئے شفیق اور مہربان پاتا ہے۔ مگر فی زمانہ بزرگ وُہ سمجھا جاتا ہے۔ جس سے بچے ہوّے کی طرح ڈریں۔

یہ ہیں۔ اس رحمۃ للعالمین کے بچوں پر احسان اور رحمتوں میں سے کچھ مثالیں جس کو خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین۔ اور اپنے بندوں کو حکم دیا۔ کہ درود بھیجو۔ اس پاک رسول نبیوں کے سردار پر۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم انک حمید مجید۔

نبی کریم کا پاکیزہ کلام عورتوں سے

(از محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ قادیان)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ ملکی معاملات۔ اور قوم کی دینی اصلاح میں ہر وقت معروف رہتے۔ مگر بعض وقت تفریح و مذاق بھی فرماتے۔ لیکن آپ کی خوش مذاقی میں بھی اصلاح اور پاکیزگی کا رنگ ہوتا۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے:-

۱۔ ایک دفعہ عورتوں کی مجلس میں فرمایا۔ کوئی بوڑھی عورت جنت میں داخل نہ ہوگی۔ اس پر ایک بوڑھی عورت کو بہت فکر لاحق ہوئی۔ اس نے حیران ہو کر پوچھا۔ یا رسول اللہ کیا کوئی بوڑھی عورت داخل جنت نہ ہوگی آپ نے فرمایا۔ ہاں جنت میں سب لوگ جوان ہونگے۔

۲۔ ایک دفعہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ تم میں سے سب سے پہلے اگلے جہان میں لمبے ہاتھوں والی مجھ سے ملے گی۔ امہات المومنین نے ظاہری ہاتھ سمجھے اور اپنے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کئے۔ مگر لمبے ہاتھوں سے مراد فیاض اور سخی بی بی تھیں۔

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ جبکہ چھوٹی عمر کی تھیں۔ ان کی پروں والی گڑیاں طاق میں رکھی دیکھیں۔ تو فرمایا۔ عائشہ گڑیوں کے بھی پر ہوتے ہیں۔ اس پر حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے کے پروں کا ذکر جو آیا ہے۔ آپ مسکرا کر خاموش ہو گئے۔

سب لوگ کسی نہ کسی رنگ میں خوش طبعی اور مذاق کی باتیں کرتے ہیں۔ مگر ہر مسلمان مرد اور عورت کو دیکھنا چاہئے کہ اس کی اس قسم کی گفتگو پاکیزگی اور سچائی کی حامل ہوتی ہے۔ یا نہیں۔ اور ہر ایسی گفتگو نہ صرف کرنے سے بلکہ سننے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ جو پاکیزہ نہ ہو۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ۔ "میں اس وقت کسی خاص قوم کو بے وجہ ملامت کرنا نہیں چاہتا اور نہ کسی کا دل دکھانا چاہتا ہوں۔ نہایت افسوس سے آہ کھینچکر مجھے یہ کہنا پڑا ہے کہ اسلام وہ پاک اور صلحکار مذہب تھا جس نے کسی قوم کے پیشوا پر حملہ نہیں کیا۔ اور قرآن وہ قابل تعظیم کتاب ہے جس نے قوموں میں صلح کی بنیاد ڈالی۔ اور ہر ایک قوم کے نبی کو مان لیا۔ اور تمام دنیا میں یہ فخر خاص قرآن شریف کو حاصل ہے جس نے دنیا کی نسبت ہمیں یہ تعلیم دی کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ یعنے تم اے مسلمانو! یہ کہو کہ ہم دنیا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں یہ تفرقہ نہیں ڈالتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو رد کریں۔ اگر ایسی صلحکار کوئی اور الہامی کتاب ہے تو اس کا نام لو.... مگر افسوس کہ اس صلح کے نبی کو ہر ایک قوم گالی دیتی ہے اور حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے۔" (پیغام صلح مصنفہ حضرت مسیح موعودؑ)

غیر مذاہب سے معاملہ پر حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تعلیم عطا فرمائی ہے وہ اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

ہر قوم کے بزرگوں کا ادب

سب سے پہلی بات جو حضور نے سکھلائی وہ ہر قوم کے بزرگوں کا ادب اور احترام ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو بہت سی لڑائیوں اور جھگڑوں کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے بزرگوں کا احترام نہیں کرتے۔ اور خیال کرتے ہیں کہ سوائے ہمارے باقی لوگ ازل سے خدا کے دروازہ سے دھتکارے ہوئے ہیں۔ ان خیالات کی موجودگی میں دو قومیں ہرگز سچی صفائی اور محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کشت و خون تک نوبت پہنچتی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دے۔ یا اسکی ماں پر تہمت لگائے۔ تو کیا وہ مرنے مارنے کے لئے تیار نہیں ہو جاتا۔ پھر خدا کے ان بزرگ نبیوں کی ہتک کرنا۔ اور انہیں گالیاں دینا۔ جنکی غلامی اور اطاعت کے حلقہ میں ہر طبقہ کے کروڑہا انسان داخل ہوں۔ اس کا مہلک نتیجہ نہ صرف جسم کو بلکہ روح کو بھی ہلاک کرکے دین و دنیا کو تباہ کر دیتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان جھگڑوں کا یہ اعلان کرکے کہ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر بالکل دروازہ بند کر دیا۔ یعنے کوئی قوم بھی ایسی نہیں جس میں خدا تعالےٰ کے نبی نہ گذرے ہوں۔ اس اعلان کے ذریعہ سے سب اقوام کے نبیوں کے تقدس کو قبول کر لیا گیا ہے اور خدا کی عام رحمت کو کسی خاص خاندان تک محدود نہیں کیا گیا۔ نتیجہ یہ کہ وہ منافرت جو دائرہ ہدایت کے محدود کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس ارشاد کو مدنظر رکھنے والے کے دل سے دور ہو جاتی ہے کیونکہ وہ جانتا ہے۔ سب مذاہب کی اصل سچائی ہے۔ سب مذاہب خدا کے قائم کئے ہوئے اور اسکے جاری کئے ہوئے ہیں پس ان سے بغض اور ان کا قطعی انکار خود خدا کے فضل کا انکار ہے۔

کسی کی قابل عزت چیز کو برا نہ کہو

دوسری وجہ لڑائی جھگڑوں کی یہ ہوتی ہے کہ انسان کسی قوم کے بزرگوں کو تو برا بھلا نہیں کہتا لیکن اسکے اصول کو برا کہتا ہے۔ رسول کریم صلعم کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے اس فعل سے بھی روکا ہے جیسا کہ فرمایا۔ لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوًا بغیر علم..... یعنے وہ چیزیں جنہیں دوسرے مذاہب والے عزت و توقیر کی نظر سے دیکھتے ہوں جیسے بت وغیرہ۔ انکو بھی گالیاں مت دو۔ کہ وہ پھر تمہارے خدا کو گالیاں دینگے۔ کیونکہ وہ اس خدا کو جانتے نہیں۔ یہ کتنی اعلےٰ تعلیم ہے کہ دوسرے مذاہب کے جو بزرگ سچے تھے انکے متعلق تو فرمایا کہ انہیں مان لو۔ اور جو چیزیں سچی نہ تھیں انکے متعلق کہہ دیا انہیں برا نہ کہو۔

ہر مذہب میں خوبی

تیسری بات لڑائی فساد پیدا کرنے والی یہ ہوتی ہے کہ ایک مذہب والا دوسرے مذہب کی خوبیوں کو نہیں مانتا۔ رسول کریم صلعم کے ذریعہ خدا تعالےٰ نے فرمایا وقالت الیھود لیست النصاریٰ علیٰ شیءٍ وقالت النصاریٰ لیست الیھود علیٰ شیءٍ.... یعنے یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ میں کوئی خوبی نہیں۔ اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود میں کوئی خوبی نہیں۔ حالانکہ وہ تو کتاب الٰہی پڑھتے ہیں یعنی جب کتاب الٰہی پڑھتے ہیں تو انہیں علم ہونا چاہیئے تھا کہ ہر ایک چیز میں خواہ وہ کتنی ہی بری کیوں نہ ہو خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ اور جب کوئی چیز کسی فائدہ کی نہ رہے تو وہ مٹا دی جاتی ہے۔ پس آپ نے یہ تعلیم دی کہ دوسروں کی خوبیوں کا اعتراف کرو۔

بنی نوع سے عدل اور احسان کی تعلیم

مختصر الفاظ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں ایک بے نظیر تعلیم دی ہے۔ فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی۔ یعنے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ نیکی کے مقابل پر نیکی کرو۔ اور عدل سے بڑھ کر احسان کا موقع اور محل ہو۔ تو وہاں احسان کرو۔ کیونکہ نیکی کے مقابل پر نیکی ادنیٰ درجہ کا آدمی بھی کر سکتا ہے۔ دوسرا درجہ احسان کا یہ ہے کہ ابتداءً آپ ہی نیکی کرنا۔ اور بغیر کسی کے حق کے اُسے فائدہ پہنچانا۔ یہ پہلے درجہ سے مشکل اور اوسط درجہ کا خلق ہے۔ اور چونکہ احسان میں بھی یہ ایک مخفی بات ہے کہ احسان کرنے والا خیال کرتا ہے یعنے احسان کیا اور کم سے کم وہ اپنے احسان کے عوض میں شکریہ یا دعا چاہتا ہے۔ اور بعض وقت اپنے احسان کیوجہ سے اُسپر فوق العادت بوجھ ڈال دیتا ہے۔ اور اپنا احسان اسکو یاد دلاتا ہے۔ اسلئے آپ نے یہ تعلیم دی کہ بنی نوع انسان کے ساتھ ذِی الْقُرْبیٰ کا سا سلوک کرو یعنے بالکل احسان کا خیال نہ ہو۔ بلکہ ایک ایسی ہمدردی کے جوش سے نیکی صادر ہو جیسا کہ ایک نہایت قریبی مثلاً والدہ محض ہمدردی کے جوش سے اپنے بیٹے سے نیکی کرتی ہے۔ یہ وہ آخری درجہ ہے جس سے آگے ترقی کرنا ممکن نہیں وہ لوگ جو اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہمارا مذہب عدل کی تعلیم دیتا ہے وہ حضرت رسول کریم صلعم کی اس بے نظیر تعلیم پر غور کریں۔ کس طرح بنی نوع انسان کے ساتھ طبعی ہمدردی اور طبعی جوش سے نیکی کرنے کا حکم دیا ہے۔

مصائب پر صبر

اب میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا غیروں سے معاملہ بلحاظ تعامل کے متعلق چند امور پیش کرتا ہوں۔ تیرہ سال تک مکہ میں آپ پر اور آپ کے صحابہ پر مظالم توڑے گئے۔ بھائی نے بھائی کو چھوڑ دیا۔ اور باپ نے بچوں کو نکالدیا۔ اور عجیب طرح انکو جو آپ پر ایمان لاتے تکالیف دیجاتیں۔ انہیں جلتی ریت پر لٹایا جاتا۔ بھوکا پیاسا رکھ کر ہلاکت تک پہنچایا جاتا۔ انکی لاتوں میں رسیاں ڈالکر زمین پر گھسیٹا جاتا۔ لوہے کی میخیں گرم کرکے ان کا جسم جلایا جاتا۔ اور بعض دفعہ سوئیوں سے انکے چمڑے کو اس طرح چھیدا جاتا جس طرح کہ کپڑا سیتے ہیں۔ غرضیکہ اہل مکہ کے ان دردناک مظالم کو دیکھ کر آپ اہل طائف کو (طایف مکہ سے ۶۰ میل کے فاصلہ پر ایک پرانا شہر ہے) پیغام حق پہنچانے کے لئے تشریف لے گئے۔ لیکن وہ لوگ مکہ والوں سے بھی زیادہ ظالم ثابت ہوئے۔ پہلے تو انہوں نے گالیاں دیں۔ پھر کہا کہ شہر سے نکل جائیں۔ جب آپ واپس آرہے تھے تو بدمعاشوں اور کتوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ پتھر پر پتھر چاروں طرف سے آپ پر پڑتے تھے اور کتے پیچھے دوڑتے تھے۔ سر سے پاؤں تک آپ خون سے تربتر تھے۔ مگر اُسوقت ان ظالموں کی نسبت اُس سنگباری کے وقت جو الفاظ آپ کی زبان پر جاری تھے وہ یہ تھے کہ "اے خدا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ میں انکو جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ درست اور سچ ہے۔ اور یہ جو کچھ کر رہے ہیں اچھا سمجھکر کر رہے ہیں۔ اسلئے تو انپر ناراض نہ ہو۔ اور انپر عذاب نازل نہ کر۔ بلکہ انکو سچائی کے قبول کرنیکی توفیق دے" ایسی تکلیف کے وقت ایسے محبت بھرے الفاظ کا ادا کرنا کیا اس سے بڑھ کر انسانی ہمدردی کی مثال کہیں مل سکتی ہے؟

اس واقعہ کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ جب آپ تھک کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے تو ملک الجبال سامنے آیا اور کہا یا رسول اللہ اگر حکم ہو تو پہاڑ کو اس بستی پر گرا کر اسے زیر و زبر کر دوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ ایسا مت کیجیو۔ اگر ان لوگوں نے میرے ساتھ بد سلوک کیا ہے تو خدا انکی نسلوں میں سے ایسے لوگوں کو کھڑا کریگا جو سچے خدا کی عبادت کرینگے اور اسلام کے جھنڈے کو دنیا میں بلند کرینگے۔

عفو کی بے نظیر مثال

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل مکہ پر فتح دی۔ اور وہ مکہ جہاں سے آپ کو نکالا گیا تھا۔ وہاں آپ فاتحانہ حیثیت میں بطور بادشاہ داخل ہوئے تو مکہ کے لوگ کانپ رہے تھے کہ اب نا معلوم ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ مدینہ کے لوگ جنہوں نے قریش کی چیرہ دستیوں کو دیکھا تھا جو آپ کو اور آپ کے صحابہ کو دی گئیں۔ اگر دوسروں سے سنا تھا وہ ان تکالیف کا خیال کر کے مکہ والوں کے خلاف جوش میں بھرے ہوئے تھے مگر جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو سب لوگوں کو جمع کر کے یہ اعلان کیا کہ اے لوگو! آج میں تم سب قصورواروں کو جو تم نے میرے حق میں کئے ہیں معاف کرتا ہوں۔ تم کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔ اور نہ تم سے کوئی بدلہ لیا جائے گا۔ یہ ہے عفو کی بے نظیر مثال کہ درندوں کے سے ظالم دشمنوں پر فتح اور قابو پا کر پھر انہیں معاف کر دیا۔ اور یہی وہ اخلاق تھا جس نے تلوار جیسی انکے دلوں کو ایسا گھائل کیا کہ انہی لوگوں میں جو تھے جنگ گیر اور وہ اسلام کے سچے خادم بنے۔

عہد کا احترام

ایک دفعہ آپ ایک ہزار دشمن کے مقابلہ میں صرف تین سو آدمی لے کر جا رہے تھے کہ اسوقت راستہ میں دو آدمی آپ کو ملے۔ آپ نے دریافت کیا کس طرح آئے ہو۔ انہوں نے کہا اسلام لانے کیلئے ہم مکہ سے آئے ہیں مگر وہاں کے لوگوں نے ہم سے وعدہ لیا ہے کہ ہم مسلمانوں کی مدد کے لئے نہیں جائینگے۔ آپ نے فرمایا یہ کہہ کر آئے ہو تو ہمارے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہو اور وعدہ جو کر کے آئے ہو اسکے خلاف مت کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد خواہ غیر ہی سے ہو کس طرح آپ اسکی پابندی کراتے تھے حتی کہ جو دشمن جنگ کر رہا ہو اس سے بھی عہد پورا کرتے تھے۔

انصاف اور عدل کی ایک مثال

جنگ بدر میں آپکے چچا حضرت عباس قید ہو گئے۔ حضرت عباس دل سے مسلمان تھے اور ہمیشہ حضرت کی مدد کیا کرتے تھے۔ مگر کفار کے زور دینے پر انکے ساتھ ملکر بدر کی جنگ میں شریک ہوئے۔ قید ہونے پر دوسرے قیدیوں کے ساتھ ہی انہیں بھی رسیوں سے باندھ کر رکھا گیا۔ چونکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی اور اس زمانہ کے لحاظ سے جیل خانے نہیں تھے۔ کہ قیدیوں کے بھاگنے کی روک تھام کی جاسکے۔ اسلئے رسیاں خوب مضبوطی سے باندھی گئیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عباس جو نہایت ناز و نعم میں پلے ہوئے تھے اور امیر آدمی تھے اس تکلیف کی تاب نہ لاسکے اور کراہنے لگے۔ انکے کراہنے کی آواز سنکر رسول کریم صلعم کو سخت تکلیف ہوئی۔ صحابہ نے دیکھا کہ آپ کبھی ایک کروٹ بدلتے ہیں کبھی دوسری کروٹ انہوں نے سمجھ لیا کہ آپکی اس بے چینی کا باعث حضرت عباس کا کراہنا ہے۔ اس لئے انہوں نے چپکے سے حضرت عباس کی رسیاں ڈھیلی کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد جب آپ کو انکے کراہنے کی آواز نہ آئی تو آپنے پوچھا عباس کو کیا ہوا ہے کہ انکے کراہنے کی آواز نہیں آتی۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ آپ کی تکلیف کو دیکھ کر ہم نے انکی رسیاں ڈھیلی کر دی ہیں۔ آپنے فرمایا۔ یا تو سب قیدیوں کی رسیاں ڈھیلی کرو۔ یا عباس کی بھی سخت کر دو۔

غیروں کی عبادت کا احترام

ایک دفعہ کچھ عیسائی آپ کے پاس آئے اور مسجد میں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے حتی کہ انکی عبادت کا وقت ہو گیا۔ اور وہ عبادت کے لئے مسجد سے باہر جانے لگے۔ تو رسول کریم صلعم نے انہیں فرمایا کہ یہیں ہی عبادت کرلو۔ چنانچہ انہوں نے مسجد میں اپنے طریق پر عبادت کی۔ اور آپ بیٹھے دیکھتے رہے۔

غیروں کے اعلیٰ اخلاق کا احترام

ایک جنگ میں حاتم طائی کی لڑکی اور اس کا قبیلہ گرفتار ہو کر آئے۔ اس لڑکی نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرا باپ بڑا سخی تھا۔ وہ غریبوں کی مدد کرتا تھا۔ بھوکوں کو کھانا کھلاتا تھا۔ ننگوں کو کپڑے پہناتا تھا۔ یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرتا تھا۔ آپ ہم کو رہا کر دیں۔ [illegible] آپ نے یہ سنکر فرمایا کہ تیرا باپ جن نیک اخلاق رکھتا تھا اور خدا بھی ایسے اخلاق کو دوست رکھتا ہے۔ اس لئے جاؤ تم کو رہا کیا۔ اس پر ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ کیا خدا اچھے اخلاق کو دوست رکھتا ہے۔ آپنے فرمایا ہاں خدا کی قسم کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک اسکے اخلاق اچھے نہ ہوں۔

اعلیٰ اخلاق کی چند مثالیں

(۱) حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ چند یہودی آپکے پاس آئے اور بجائے السلام علیکم کے السام علیکم کہا یعنی تم پر موت آئے۔ میں اسکے معنے سمجھ گئی اور میں نے کہا علیکم السام واللعنۃ یعنی تم پر موت اور لعنت ہو۔ تو آپنے فرمایا ٹھہرو عائشہ اللہ ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ میں نے کہا کیا آپ نے نہیں سنا ان یہودیوں نے کیا کہا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں سن لیا اور جواب میں کہدیا تھا علیکم (تم پر) اپنی طرف سے برے لفظ کو دوہرانے کی کیا ضرورت تھی۔ (بخاری)

(۲) انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک اعرابی مسجد میں آکر پیشاب کرنے لگا تو صحابہ اسے مارنے کو دوڑے۔ آپ نے انہیں روکا۔ اور فرمایا اس کا پیشاب بند مت کرو۔ اسے پیشاب کر لینے دو۔ جب وہ کر چکا تو آپ نے پانی کا ڈول منگا کر اس جگہ بہا دیا۔ اور اعرابی کو سمجھایا کہ مسجدیں خدا کی عبادت کرنے کی جگہ ہیں یہاں پیشاب کرنا اور کوڑا کرکٹ ڈالنا منع ہے (بخاری)

(۳) ایک یہودی کا آپ پر کچھ قرض تھا۔ اس سے روپے لینے کا وعدہ تھا وہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ اس نے آپ کی خدمت میں آکر سخت تقاضا کیا۔ وہ جوں جوں سختی کرتا آپ نرمی سے جواب دیتے۔ آخر کار وہ کہنے لگا تمہارے خاندان میں ایسی نادہندگی چلی آتی ہے۔ یہ بات سنکر حضرت عمرؓ کو غصہ آیا۔ اسے جھڑکا اور کہا اگر تو اس پاک مجلس میں نہ ہوتا۔ اور ایسی بے ادبی کی باتیں کرتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔ آپنے حضرت عمرؓ کی یہ بات سنکر فرمایا کہ عمر تمہیں چاہیئے تھا کہ مجھے یہ کہتے کہ قرض ادا کرو۔ اور اسکو سمجھاتے کہ نرمی سے تقاضا کر۔ عمر تمہارا یہ غصہ ہونا نہیں چاہیئے تھا جاؤ اب اس کا قرض ادا کر دو۔ اور جھڑکنے کے عوض اسے کچھ زیادہ دے دو۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہندوؤں میں عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(از جناب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی)

"الفضل" اخبار کے خاص نمبر میں یہ اطلاع خالی از مضمون بھی جا سکتی ہے کہ ہندوستان میں لاکھوں آدمیوں کی ایک ایسی جماعت ہے جسکو حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے اور وہ ہم مسلمانوں کی محبت رسول کو اپنی محبت کے مقابلے میں بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر تصور کرتے ہیں۔

اس جماعت کا نام پرنامی ہے جسکے لفظی معنی آخری مذہب کے ہیں۔ اس جماعت کو معراج پنتھی بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ سندھ میں۔ کاٹھیاواڑ میں پنجاب میں۔ اور سنٹرل انڈیا کی ریاست پنا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ انکے خاص مقام (مندر) جام نگر کاٹھیاواڑ۔ راجکوٹ کاٹھیاواڑ۔ سورت اور پنا ریاست میں ہیں انکی ایک کتاب ہے جسکو یہ لوگ قلزم سروپ کہتے ہیں۔ ان لوگوں کے نام ہندوانہ ہیں معاشرت بھی ہندوانہ ہے مگر حضرت خاتم النبیین رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکو خاص محبت ہے۔ خصوصاً معراج کا انکو بہت زیادہ عقیدہ ہے۔ اور حضرت امام مہدی کے ظہور کو برحق تصور کرتے ہیں اور ظہور کے منتظر ہیں۔

ان کا عقیدہ ہے کہ ناسوت اور ملکوت مقامات فانی ہیں اور بقا مقامات جبروت و لاہوت کو ہے وہ کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ کی ذات پاک کی پہچان صرف انکو ہوئی ہے کیونکہ وہی ان کو اصلی محبت کرتے ہیں اور مسلمانوں کی محبت محض کہنے کی ہے۔

وہ اپنی کتاب قلزم سروپ کو غسل کے بغیر ہاتھ نہیں لگاتے۔ میں نے راجکوٹ۔ کاٹھیاواڑ میں انکے ایک مقام کی زیارت کی تھی جہاں ایک موٹی اور لمبی قلمی کتاب رکھی تھی۔ اور دیوتاؤں کی مورتیاں بھی تھیں وہ محمد رسول اللہ کی مورتی اور چاروں اصحاب کی مورتیاں اور حضرت بی بی فاطمہؓ کی مورتی بھی رکھتے ہیں۔

قلزم سروپ ہندی حروف میں ہے جسکو میں نے پڑھوا کر سنا۔ اس میں آیات کلام مجید اور احادیث نبوی اور مثنوی مولانا روم اور گیتا اور پرانوں کے اقتباسات ہیں۔ اور اسکی زبان سندھی طرز کی ہے اور بیان کا طریقہ صوفیوں جیسا ہے اور عبارت مقفیٰ ہے۔

وہ جب محمد رسول اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو انکی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ اور ایک خاص جذبہ الفت انکی باتوں میں معلوم ہوتا ہے انکی کتاب میں بطرح خطاب کلام کیا۔ اس لئے تانیث کا استعمال ہوتا ہے مثلاً لکھا ہے میں روح عرش سے گئی ہوں۔ میں انکی بات سنتی ہوں وغیرہ۔

انکی تعداد ہندوستان کے مختلف شہروں میں بلا مبالغہ کئی لاکھ کے قریب ہے۔ ۵ مئی ۱۹۲۹ء کو انکے ایک اعلیٰ برہمن لال جی دہلی میں مجھ سے ملنے آئے تھے۔ جو پنجاب کے رہنے والے ہیں وہ بہت مخلص اور اپنے کیف میں سرشار معلوم ہوتے ہیں اور انکی خواہش ہے کہ اپنے عقائد کی عالمگیر اشاعت کریں۔

اس انکشاف سے ناظرین الفضل کو اندازہ ہوگا کہ اگر آریہ سماج کے بعض دریدہ دہن مفتری اور مصنف محمد رسول اللہ کی توہین کرتے ہیں تو یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ساری ہندو قوم دشمن رسول ہے۔ کیونکہ ہندوؤں میں لاکھوں ایسے عشاق رسول بھی ہیں جن کا دعویٰ محبت ہم مسلمانوں کے دعویٰ الفت رسول سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

اس وقت جبکہ اہل عرب دُنیا کی جہالت و ضلالت کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ ہر قبیلہ کے بت (یعنی خدا) علیٰحدہ علیٰحدہ تھے۔ تہذیب و شائستگی سے معرا ظلم و شرک کے پتلے تھے۔ نفاق و خودغرضی ان کی سرشت میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑ مرنا۔ خاندانوں کا قتل کر دینا ان کے نزدیک ایک معمولی بات تھی۔ خواہشات نفسانی کے غلام تھے۔ دختر کشی۔ عورتوں کے حقوق کی پامالی ان کے ہاں جائز تھی ایک عظیم الشان مصلح۔ جلیل القدر ریفارمر کی ضرورت تھی۔ جو ان پراگندہ لوگوں کو ایک مرکز پر لائے۔ سیاسی۔ تمدنی۔ اخلاقی اصلاحات کرے۔ نفاق و شرک کے خیالات فاسدہ کا استیصال کردے۔ سو اس اصلاحی بیڑے کا ناخدا بنا کر اللہ تعالےٰ نے اپنی طرف سے ہمارا سردار ہمارا آقا۔ ہمارا راہبر ہمارا شفیع۔ ہماری آنکھوں کا تارا مبعوث کیا۔ جیسا کہ کلام الٰہی میں ارشاد ہے۔ قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ کہہ دو اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کی طرف سے رسُول ہو کر آیا ہُوں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قوم کو جہالت و حماقت۔ ظلمت و ذلت کے تنگ و تاریک گڑھے سے نکال کر عروج کے تمام مدارج طے کرلئے۔ ایسے ریگستان کے باشندوں کو جن کی مستقل رہائش نہ تھی۔ کوئی مقررہ ٹھکانا نہ تھا۔ اونٹوں بکریوں کا دُودھ پی کر کھجور اور جنگلی جانوروں کا گوشت کھا کر گذارہ کرتے تھے۔ وحشیوں کی طرح زندگی کے دن کاٹتے تھے۔ کوئی اخلاق کوئی آداب۔ کوئی علم۔ کوئی ہنر ان میں نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حیوان سے انسان۔ انسان سے با اخلاق انسان۔ اور با اخلاق انسان سے با خدا انسان بنا دیا۔ وہ مکہ جسے ابراہیم خلیل اللہ نے اپنی مہاجرہ کہکر چھوڑ دیا تھا۔ اس میں پیارے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا جھنڈا گاڑا۔ اور جس قوم کو نوح علیہ السلام نے غرق ہوتے دیکھا۔ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرک کے گرداب سے باہر نکالا۔ جس بیابان میں حضرت موسےٰ علیہ السّلام جنت کی خواہش کرتے کرتے رخصت ہو گئے۔ وہاں ہمارے رہبر و راہنما آقائے نامدار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک ہاتھ سے لگے ہوئے درختوں نے توحید و حدت کے پھل لا کر جنگل میں منگل کر دیا۔ جس ملک میں خدا اور خدا کے مسیح صلیب پر لٹکائے گئے۔ وہاں کی صلیبوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دلائل کی رُو سے توڑ پھینکا ہے

اگر نام محمدؐ را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا
نہ ایوب از بلا راحت نہ یوسف حشمت و شوکت
نہ عیسیٰ آں مسیحا دم نہ موسےٰ آں ید بیضا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وحشی قوم کو انسان بنانے کے بعد اسے تمام امور معاشرت سکھلائے۔ آداب و تہذیب اور تمدن سے آگاہ کیا۔ حفظ صحت کے قوانین تعلیم کئے۔ تجارت و حرفت و زراعت کے تمام اصول سمجھائے۔ حکومت۔ فرماں روائی اور سیاست کے قواعد و ضوابط وضع کر دیئے۔ جن میں تیرہ سو برس سے آج تک کسی ترمیم و تنسیخ کی ضرورت نہیں پڑی۔

غرض آپؐ نے کیا بلحاظ روحانیت اور کیا بلحاظ دنیا اہل عرب کو کمال ترقی پر پہونچا دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا الہ الا اللّٰہ منوانے کے لئے تمام امتوں کو دعوت دی۔ جس کی وجہ سے کفار نے ہزاروں قسم کی ایذائیں پہنچائیں۔ گردن میں رسیاں ڈال کر گلا گھونٹا جاتا۔ جس جگہ آپؐ سچے دین کا وعظ فرماتے۔ کفار رخنہ ڈالتے۔ تمسخر و مذاق اُڑاتے۔ ڈھیلے پھینکتے۔ آپؐ پر کوڑا کرکٹ ڈالنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔ ہر قسم کی ایذا دیتے۔ اور ایذا دہی کے منصوبوں میں مصروف رہتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب دلدوز نیش زنیوں کو لا الٰہ الا اللّٰہ منوانے کی خاطر بخندہ پیشانی برداشت کیا۔ زمانہ کے رؤسا و حکمرانوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی اگر دولت کی ضرورت ہو۔ تو دولت لیجئے۔ اگر حکمرانی کی خواہش ہو۔ تو حکمران بن جائیے۔ اگر کسی حسین و جمیل خاتون کی ضرورت ہو۔ تو اس سے شادی کر لیجئے۔ لیکن ہمارے بتوں کی توہین سے باز آئیے۔ علی ہٰذا القیاس کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف سے ہر قسم کا لالچ دے کر اصل کام سے روکنا چاہا۔ لیکن خدائے واحد کے سچے پرستار نے فرمایا۔ اے دنیا کے کیڑو مجھے تمہاری دولت کی ضرورت نہیں۔ حکمرانی کی خواہش نہیں۔ کسی حسین عورت کی ضرورت نہیں۔ مجھے مخلوق خدا کو لا الٰہ الا اللّٰہ منوا کر وحدت کے جھنڈے کے نیچے لانا ہے۔ اگر تم سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دو تب بھی میں اپنے اس کام سے جو اللہ تعالےٰ نے میرے سپرد کیا ہے نہیں رُکوں گا۔ آخر آپؐ نے وہ انقلاب پیدا کیا۔ جس سے اہل عرب کا سکہ تمام دوسری حکومتوں پر جم گیا۔ یہاں تک کہ قیصر و کسریٰ نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اسلامی پرچم جابجا بلند میناروں پر لہرانے لگا۔ اور بلند چوٹیوں سے نہایت سُریلی آواز سے اللہ اکبر۔ اللہ اکبر اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ تمام عالم میں گونجنے لگا۔ اللہ تعالےٰ کی ہزاروں ہزار اور لاکھوں لاکھ رحمتیں اور برکتیں اس بے نفس اور بے غرض انسان پر نازل ہوں۔ جس نے گرجوں اور مندروں کے گھنٹوں کی مہمل آواز کو بامعنی آواز سے جو کہ مکمل توحید ہے۔ بدل دیا۔ یہی وہ مزکی شخص ہے جس نے مشرکوں۔ توہم پرستوں۔ ڈاکوؤں۔ چوروں۔ زانیوں۔ شرابیوں۔ خائنوں اور مفسدوں کو متقی بھی اور سیر میں متقی۔ صالح۔ صدیق۔ عفیف۔ شجاع اور اہل اللہ بنا کر دنیا کا استاد۔ فاتح اور مصلح بنا دیا۔

ایک طرف اس انقلاب کو دیکھو۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری دُنیا میں پیدا کر دیا۔ اور دوسری طرف آپؐ کی سادگی اور بے نفسی ملاحظہ ہو۔ آپؐ اپنے مویشی کو چارا آپ ڈالدیا کرتے۔ کپڑے کو پیوند آپؐ لگا لیتے۔ اپنا جوتا آپؐ گانٹھ لیتے۔ بازار سے سودا خرید لاتے۔ گھر میں صفائی کر لیتے۔ بکری کا دودھ دوہ لیتے۔ اپنی معاش کے لئے مزدوری کرنے سے کوئی عار نہ تھی۔ چنانچہ آپؐ نے خود فرمایا ہے۔ میں چند قراریط کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ آپؐ تاجر تھے۔ تجارت کرنے میں آپؐ نے دیانتداری۔ راست بازی۔ عہد کی پابندی اور معاملات کی صفائی کی وجہ سے اعلےٰ و ارفع لوگوں میں خاص شہرت حاصل کر لی۔ سبحان اللہ صفحۂ عالم پر نگاہ ڈالو۔ تواریخ کے اوراق الٹو۔ اور غور سے مطالعہ کرو پھر دیکھو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا بحیثیت ایک کارکن اور بادشاہ ہونے کے اور کیا بلحاظ بھائی اور انسان ہونے کے۔ کیا بحیثیت باپ و خاوند ہونے کے کیا بلحاظ معلم و نبی و مدبر و جرنیل ہونے کے۔ کیا بلحاظ خلوت اور جلوت۔ کیا بلحاظ عبادت اور ریاضت۔ کیا بلحاظ حسن معاشرت اور اعلےٰ درجے کے اخلاق۔ کیا بلحاظ آداب مجالس اور بزرگوں کی عزت و حرمت کے اور کیا بلحاظ غیرت دینی۔ تقویٰ اللہ۔ ایمان باللہ اور اصلاح اقوام کے صفحۂ دنیا پر کہیں آپؐ کی مثال مل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

پیارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپؐ کی نسبت کہوں گی ما لا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علےٰ قلب بشر۔ کہ تیرے جیسا شخص نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا۔ نہ کسی کان نے سُنا۔ اور نہ کسی انسان کے دل میں ہی گذرا۔ سچ ہے ؎

گئے دونوں جہان نظر سے گذر تیری شان کا کوئی بشر نہ ملا۔

الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی شعبۂ زندگی ایسا نہ تھا۔ جس میں آپؐ کا کمال حسن ظاہر نہ ہو۔ یہ علم کا وُہ سمندر کہ اسلام کا ہر شعبہ آپؐ کے افعال کی بنا پر قائم ہُوا۔ رحمۃ للعالمین کا خطاب جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملا۔ تمام عالم پر چمکتے ہوئے سورج کی طرح ظاہر ہے۔ اور خدا تعالےٰ کا یہ ارشاد آپؐ کے لئے موجود ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ یعنی اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لوگوں سے کہدو کہ اگر تم اللہ کے محبوب بنا چاہتے ہو۔ تو میری پیروی کرو۔ وہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔ اللھم صل علیٰ محمد و علےٰ اٰل محمد کما صلیت علےٰ ابراھیم و علےٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید

عورت اور سفر

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسُول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو عورت اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہے۔ اس کے لئے جائز نہیں۔ کہ وُہ بغیر خاوند یا محرم رشتہ دار کے ہمراہ ہونے کے ایک دن اور رات کا سفر بھی کرے (بخاری)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ خلوت

از مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری مولوی فاضل قادیان

نبوت اور خلوت

انبیاء علیہم السلام کی بے لوث فطرت اور پاکیزہ سرشت۔ نمود و نمائش کی خواہش سے مبرا ہوتی ہے۔ وہ اہل دنیا اور ان کی مدح و ثنا کو محض بے حقیقت سمجھتے ہیں۔ ان کی نگاہ اسی ذات پر ہوتی ہے۔ جو ذرہ ذرہ کی عالم اور جس کی تعریف حقیقی تعریف ہوتی ہے۔ سو وہ فنا کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔ نفسانیت کو مٹا کر۔ انانیت کو کچل کر مرف آستانۂ الوہیت پر ناصیہ فرسا ہو جاتے ہیں تب رحمت خداوندی جوش مارتی ہے اور ان کے دامن کو اپنے افضال سے بھر دیتی ہے۔ بلکہ آسمانی خزانوں کی چابی ان کو دی جاتی ہے۔ جس پردہ کھولتے ہیں۔ اس کے لئے آسمانی دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور جس پر وہ بند کرتے ہیں۔ وہ شقاوت سے حصہ پاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا:

وقد غوّصتُ فی بحر الفناء
فعدتُ مُخرجاً بیدی اللآلی

انبیاء کرام کی سوانح حیات پر ایک نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ انتہائی طور پر خلوت پسند ہوتے ہیں۔ دنیا کی شہرت و عزت کو عار خیال کرتے ہیں۔ وہ دنیا کی طرف منہ نہیں کرتے۔ جب تک کہ قدرت کا زبردست ہاتھ مجبور کر کے ان کو باہر نہیں لاتا۔ بے شک وہ بنی نوع انسان کے سب سے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ انہیں اس خیر خواہی پر کوئی صلہ مطلوب نہیں ہوتا اس لئے عزلت نشینی کی مضطربانہ دعائیں اور خالق کل سے کامل وابستگی کی خاطر وہ زاویہ نشین ہو جاتے ہیں۔ اور اسی طریق پر کاربند رہتے ہیں۔ تاوقتیکہ انہیں غار سے آسمانی "قُمْ فَاَنْذِرْ" کا ارشاد نہیں فرماتی۔ گویا خلوت اور نبوت کا نہایت گہرا تعلق ہوتا ہے غرض ہر نبی کا یہی مقولہ ہوتا ہے:

ابتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو تھی نفرت ہر اک عظمت سے عار

خلوت کی زندگی پر تبصرہ کی اہمیت

انسانی زندگی کے دو بڑے پہلو ہوتے ہیں۔ اول وہ جس میں انسان عام دنیا کی نظروں کے سامنے ہوتا ہے۔ اور دنیا کی تعریف و مذمت کا نشانہ بنتا ہے۔ دوم جب اس کے اعمال کے دیکھنے والوں کا دائرہ نہایت محدود ہو جاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو انسانوں میں سے کوئی بھی اس کے ساتھ نہیں ہوتا بجز "خدا دیکھتا ہے" کا زبردست یقین اس کے کاموں پر حکمرانی کرتا ہے۔ اول الذکر پہلو جلوت اور مؤخر الذکر حصہ کو خلوت سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ظاہر ہے۔ کہ ہر شخص اپنی جلوت کو پاکیزہ اور جلی بنانے یا کم از کم پاکیزہ دکھانے کی کوشش کریگا۔ اور کرتا ہے۔ تا اسے لوگوں کی نظر میں وقار اور عزت حاصل ہو۔ بسا اوقات بڑے بڑے بدقماش انسان بھی اپنے آپ کو فرشتہ سیرت ظاہر کرتے ہیں۔ ع اے بسا ابلیس آدم روئے ہست۔ مگر بہت کم ہیں۔ جو اپنی اصلاح کی فکر کرتے ہیں۔ اور دل پاک بنا کر خلوت کی زندگی کو بھی مطہر بناتے ہیں۔ علماء بدکردار کے حق میں ایک بزرگ فرما گئے ہیں:

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند
چوں بخلوت می روند آں کار دیگر می کنند

اصل نیک وہی ہے۔ جس کا دل بھی پاک ہو۔ اور خلوت و جلوت میں ہر وقت پاکیزگی اس کا شیوہ ہو۔ "سریرتہ خیر من علانیتہ" کا نمونہ ہو۔ انسان ظاہر داری کی خاطر بہت حد تک بلند آہنگ دعاوی کے لئے اخلاق و اعمال میں بھی تصنع اور بناوٹ اختیار کر لیتا ہے۔ مگر خلوت کی زندگی ایسی ہے۔ جو انسان کے ظاہر کی گواہ اور اس کے قلبی اعتقادات کی شاہد ہوتی ہے پس خلوت کی...

خلوت نبوی اور تاریخ

ہادیان مذاہب میں سے سراپا حمد یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی ذات ستودہ صفات ہے۔ جن کی زندگی کے نمایاں کارناموں بلکہ آپ کی ہر حرکت و عمل سے صفحات تاریخ مزین ہیں۔ دشمن اور دوست آپ کے افعال کے شاہد ہیں۔ اور اپنے و بیگانے آپ کے ثنا خوان۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ امتیازی صفت اور بھی روشن ہو جاتی ہے جبکہ ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی خلوت کا بھی بیشتر علم تاریخی طور پر موجود ہے۔ میں نے جہاں تک غور کیا ہے۔ اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یگانہ پایا ہے۔ دنیا میں بہت سے ایسے مذاہب ہیں۔ جن کے بانیوں کا تاحال نام دینا بھی متعین نہیں۔ اور تاریخی اہمیت کے لحاظ سے تو کسی بھی بانیٔ مذہب کو بانیٔ اسلام سے مساوات حاصل نہیں۔ پس اسلام کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخی شخصیت پر بجا فخر

مدح چمن آرائے مدینہ

از جناب مولوی حکیم ضمیر حسن خان صاحب دل شاہجہانپوری

(خاص الفضل کے خاتم النبیین نمبر کے لئے)

کیوں کر نہ ہو مومن کو تمنائے مدینہ
ہیں خلد کے مالک چمن آرائے مدینہ

تنویر کا مخزن ہے ہر اک ذرۂ یثرب
دیکھو تو سہی رونق صحرائے مدینہ

مداح رہا آپ کا ہر مشرک و مومن
مجموعۂ اخلاق تھے مولائے مدینہ

افسردہ دلوں پر نظر فیض و عطا ہو
اے بحر کرم اے چمن آرائے مدینہ

تقدیر چمک جائیگی یثرب کی فضا میں
ہے نور فزا شدت سودائے مدینہ

روضہ کی زیارت سے شرف پائینگے زائر
کھینچے لئے جاتی ہے تمنائے مدینہ

سرچشمۂ توحید ہے یہ شہر مقدس
یکتا نظر آئی ہمیں دنیائے مدینہ

فقرہ ہے چمن میں یہ عنادل کی زباں پر
ہر پھول سے خوش رنگ ہیں گلہائے مدینہ

درکار ہے اس راہ میں اخلاص عقیدت
گلشن نظر آیا ہمیں صحرائے مدینہ

ہو نوک قلم صفحۂ کاغذ پہ گل افشاں
مقصود ہے مدح چمن آرائے مدینہ

ہے پاک و مطہر وطن شاہ دو عالم
قدسی بھی نظر آتے ہیں شیدائے مدینہ

جتنا بھی بڑھوں شوق لقا اور سوا ہو
یا رب نہ گھٹے جوش تمنائے مدینہ

پایا یہ لقب حضرت دل حب نبی سے
کہتے ہیں ملائک سب مجھے شیدائے مدینہ

حاصل ہے۔ اور اس کا اہم ترین پہلو آپ کی خلوت کا تذکرہ ہے

خلوت نبوی کا بہترین معیار

انسان کے کام خواہ کتنے ہی اعمال در پنہاں اور ستر پردوں میں کیوں نہ ہوں۔ مگر ایک علیم کل ہستی موجود ہے۔ جس کے سامنے کوئی راز نہیں۔ اس لئے انسان کے مخفی اعمال کے جانچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا اس سے معاملہ اور سلوک بہترین گواہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ناپاک دل نصرت الٰہی کے مورد نہیں بن سکتے۔ بلکہ ان کی موت ذلت اور حسرت کی موت ہوتی ہے۔ اور ان کے مقاصد کبھی پورے نہیں ہوتے۔ اور انہیں کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ اس کھلی شہادت آسمانی کے لحاظ سے جب دیکھا جاتا ہے۔ تو معاندین کو بھی عظمت نبوی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ مشہور ہندو لالہ شام لال جی ایڈیٹر اخبار گورو گھنٹال نے بھی اپنی کتاب "مذہبی دنیا کے نور تعلیم" میں اعتراف کیا ہے:۔

"محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی زندگی میں ہی وہ کامیابی حاصل ہوئی۔ جس کی مثال اس وقت دنیا میں ملنی مشکل ہے"۔ (صفحہ ۱۶۲) جس کے بالفاظ دیگر یہ معنے ہیں۔ کہ جس قدر تائید ایزدی حضور علیہ السلام کے شامل حال ہوئی۔ وہ کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اور یہ امر حضور کی پوشیدہ زندگی کو نہایت روشن کر دیتا ہے۔ اور آپ کو پاکبازوں اور مزکی نفوس کی صف میں سب سے اول نمبر پر لا کھڑا کرتا ہے یہی وجہ ہے۔ کہ آسمانی ندا نے بہ آواز بلند اعلان کر دیا۔ "پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار"

آنحضرتؐ کی خلوت کے اقسام

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلوت مختلف قسم کی پر منقسم ہے (۱) وہ زمانہ حیات جو حضور کی گھریلو زندگی سے موسوم ہے۔ وہ بھی خلوت کی زندگی ہے (۲) وہ اوقات جن میں حضور بعض حوائج کے پورا کرنے کے لئے لوگوں سے علیحدگی اختیار فرماتے تھے (۳) عموماً رات کی تاریک گھڑیوں میں حضور کی عابدانہ مصروفیتیں (۴) انسانی آبادی سے دور تیرہ و تاریک غاروں میں حضور کی خلوت اور تنہائی کے اوقات ؁

پہلی خلوت

اول الذکر خلوت کا بیان دیگر عنوانات کے ضمن میں آچکا ہوگا۔ اور یوں اس کی تفصیل کے لئے یہ جگہ ناکافی ہے۔ مختصر یوں سمجھئے۔ کہ ہم آپ کو اس زندگی میں نہایت سادہ اور خوش خلق ساوند اور بہترین خاوند کی حیثیت میں پاتے ہیں۔ اور آپ اپنی بیویوں کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اور اپنی ضروریات کو خود پورا فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں:۔ کان بشرًا من البشر یفلی ثوبہٗ و یحلب شاتہ و یخدم نفسہٗ (شمائل ترمذی صفحہ ۲۴) کہ اندرون خانہ حضور کو کپڑے درست کرنے اور بکریاں دوہنے اور دیگر کاموں کے کرنے سے حجاب نہ تھا۔ خود حضور نے ارشاد فرمایا: خیرکم خیرکم لاھلہ و انا خیرکم لاھلی (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۹) اے لوگو! تم میں سے نیک وہی ہے۔ جو اپنے گھر والوں سے نیک سلوک کرتا ہے۔ اور میں تم سب میں سے اپنے اہل سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا ہوں ؁

حضرت صدیقہ رضی سے حضور کے اخلاق کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے نہایت جامع جواب دیا۔ یعنی کان خلقہ القرآن کہ حضور کے خصائل و اطوار قرآن مجید کی عملی تصویر تھے۔ یہی پاکیزہ طریق تھا جس نے حضور علیہ السلام پر ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی جیسی محرم راز کو تیار کیا۔ اور دیگر اقارب کو دین حق میں داخل ہونے کی توفیق حاصل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مسز اینی بیسنٹ نے کیا خوب کہا ہے:۔

"اس حالت کا تصور کیجئے۔ جبکہ صرف ان کی بیوی ہی ان پر ایمان لائی ہیں۔ اس کے بعد نہایت قریبی رشتہ داران پر ایمان لاتے ہیں۔ اس بات سے محمدؐ کی نسبت کچھ کچھ پتہ لگتا ہے۔ ایک ایسے مجمع میں سے پیرو حاصل کر لینا آسان امر ہے۔ جو آپ کو نہیں جانتا جو آپ کو صرف پلیٹ فارم پر دیکھتا ہے۔ جو آپ کی صرف کبھی کبھائی تقریریں سنتا ہے۔ یا آپ کو بعض سوالات کا جواب دینے کی حالت میں دیکھتا ہے۔ لیکن اپنی بیوی اپنی بیٹی۔ اور اپنے داماد اور دیگر قریبی رشتہ داروں کی نظر میں نبی بننا یہ فی الحقیقت نبی بنتا ہے اور یہ ایک ایسی فتح ہے۔ جو حضرت مسیح کو بھی نصیب نہ ہوئی" ؁

(رسالہ تنظیم الحسنات دہلی جلد ۲ نمبر ۵)

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھر کی زندگی نہایت پاکیزہ اور مطہر تھی جس کے لئے قولی و عملی شہادت موجود ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے جو حضورؐ سے پندرہ برس بڑی تھیں۔ آپ کی پہلی زندگی کے کمال پاکیزہ ہونے کی گواہی دی ہے۔ انک لتصل الرحم و تقری الضیف و تکسب المعدوم و تعین علی نوائب الحق

دوسری خلوت

ذکر خدا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غذا روحانی تھی۔ ہر لحظہ ہر ساعت آپ یاد خدا میں مشغول ہوتے تھے۔ آپ کی رفیق زندگی حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں:۔ کان یذکر اللہ علی کل احیانہ۔ کہ حضور ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے تھے۔ آپ کی بے شمار دعائیں جو آپ نے مختلف اوقات میں بارگاہ ایزدی میں کیں۔ آپ کے قلبی جذبات کی شاہد ہیں۔ آپ نے بارہا خلوت کی مبارک گھڑیوں میں اپنے خالق کو مخاطب کیا۔ اور عرض معروض کی۔ وہ پاک الفاظ آج بھی انسانی بدن کے رونگٹے کھڑے کر دیتے ہیں۔ جنگ بدر کے شروع ہونے سے پہلے حضور نے جبین نیاز کو خاک پر رکھ کر عرض کیا۔ اللھم ان اھلکت ھذہ العصابۃ فلن تعبد فی الارض۔ اے خدا! اگر آج تو نے اس گروہ مومنین کو تباہ کر دیا۔ تو کون دنیا میں تیری عبادت کریگا ؁

ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا:۔ اللھم انت ربی لا الٰہ الا انت خلقتنی و انا عبدک و انا علی عھدک و وعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت و ابوء لک بنعمتک علی و اعترفت بذنوبی انہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ اے خدا! تو ہی میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی قابل عبادت نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا۔ اور میں تیرا بندہ ہوں۔ اور اپنی طاقت کے مطابق تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں۔ اپنے کاموں کے خراب پہلو سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تیرے احسانوں کا معترف اور اپنی کوتاہیوں کا اقراری ہوں۔ تیرے سوا کوئی پردہ پوش نہیں ؁

اسی قسم مختلف دعائیں ہیں۔ جن سے حضور علیہ السلام کی خشیت و تضرع کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ حضور جب قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو دعا پڑھتے:۔ اللھم انی اعوذ بک من الخبث و الخبائث۔ اے خدا! میں ہر مادی و روحانی گند سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ جب حضور تھوڑی دیر کے لئے بستر استراحت پر جاتے۔ تو وضو کرتے اور فرماتے:۔ باسمک ربی وضعت جنبی و بک ارفعہ فان امسکت نفسی فارحمھا و ان ارسلتھا فاحفظھا بما تحفظ بہ عبادک الصالحین۔ اے میرے رب! تیرے نام سے میں سوتا ہوں۔ اور تیرے حکم سے بیدار ہوں گا۔ اگر تو میرے نفس کو روک رکھے۔ تو اس پر رحم کر۔ اور اگر اسے بھیجے۔ تو نیکو کار بندوں کی طرح اس کی حفاظت فرما ؁

پھر اس قسم خلوت میں میاں بیوی کے تعلقات کا وقت لوگوں کے لئے عام طور پر نفسانی جوشوں کے غلبہ کا وقت ہوتا ہے۔ اور بہت ہیں جو نفس امارہ سے مغلوب ہو کر خدا بلکہ دنیا کی شرم و حیاء سے بھی غافل ہو جاتے ہیں۔ مگر وہ مقدسین کا سردار جس نے فرمایا تھا قرۃ عینی فی الصلوٰۃ (بخاری) یاد خدا سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اس خلوت کے موقعہ پر بھی دعا کرتا ہے۔ اور دوسروں کو اس کے پڑھنے کی تلقین فرماتا ہے:۔ اللھم جنبنا الشیطان و جنب الشیطان ما رزقتنا۔ اے خدا! ہم (میاں بیوی) کو شیطان اور گندے خیالات سے بچا۔ اور ہمارے بچہ کو بھی شیطانی اثرات سے محفوظ رکھ ؁

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلوت کا یہ پہلو بھی نہایت نمایاں اور واضح ہے

آنحضرتؐ کی رات

سید الانبیاء کی شبانہ عبادات کے متعلق بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے الگ عنوان مقرر ہے۔ قرآن مجید میں جسے دشمنان اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود ساختہ کلام قرار دیتے ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ) ارشاد ہوتا ہے۔ ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطأً و اقوم قیلا (المزمل) رات کی بیداری اور ریاضات شاقہ نفس کشی کا بہترین ذریعہ ہیں۔ اور اس طریق سے کلام میں تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے تم رات کا بیشتر حصہ عبادت الٰہی میں گذارا کرو۔ خود حدیث صحیح میں افضل العبادت کے متعلق نبی پاک نے فرمایا:۔ الصلوٰۃ والناس نیام۔ کہ بہترین عبادت یہ ہے۔ کہ انسان اس وقت نماز پڑھے۔ جبکہ اہل دنیا خواب غفلت میں ہوتے ہیں ؁

ان ارشادات سے عیاں ہے کہ حضور علیہ السلام کی رات کیسی ہوگی مختصر طور پر حضرت ابو ہریرہ رضی کے لفظوں میں یوں پڑھ لیجئے:۔

کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلی حتی تورم قدماہ قال فقیل لہ تفعل ھذا وقد جاءک ان اللہ تعالیٰ قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر قال افلا اکون عبدًا شکورًا (شمائل ترمذی صفحہ ۱۹۔ رسول مقبول)

اس قدر نمازیں پڑھتے تھے۔ کہ حضور کے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ عرض کیا جاتا۔ کہ جب ذات باری نے آپ کو معصوم بنایا ہے۔ تو پھر اس قدر عبادت کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا میں اپنے آقا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں ؂

غاروں والی خلوت

بانئ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی قوم کی نظروں میں جو عزت و توقیر حاصل تھی۔ اُسے دیکھتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خلوت پسندی نہایت قابل تعریف جوہر بن جاتی ہے۔ ایک راندۂ خلق انسان اگر زاویہ نشین ہو جائے۔ تو اور بات ہے۔ لیکن جسے خاص و عام سر آنکھوں پر بٹھاتے ہوں۔ اس کا اس طرح تنہائی اختیار کرنا یقیناً جذبۂ للہیت کا زبردست ثبوت ہے۔ سرور کائنات کے وجود باجود نے دو مشہور غاروں کو زینت بخشی ہے۔ زمانۂ نبوت سے قبل کی زندگی میں جس کی پاکیزگی کے متعلق فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون میں کھلے طور پر چیلنج کیا گیا ہے حضور نے کوہ نور کے غار حرا کی تاریک جگہ میں بہت عرصہ کنج خلوت اختیار کیا۔ بخاری شریف میں لکھا ہے :-

حبب الیہ الخلاء وکان یخلو بغار حراء فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اھلہ ویتزود لذالک ثم یرجع الی خدیجۃ فیتزود لمثلھا حتی جاءہ الحق (جلد ۱ صـ۳) آنحضرت کو خلوت بہت پسند تھی۔ آپ غار حرا میں کئی کئی راتوں تک بغرض عبادت اختیار فرماتے۔ اور اس عرصہ کے لئے کھانا گھر سے لے جاتے۔ جب وہ کھانا ختم ہو جاتا۔ واپس آکر پھر توشہ لیجاتے آپ اسی طرح کیا کرتے۔ یہاں تک کہ آپ پر حق کھل گیا۔ اور وحی لیکر فرشتہ آپ کے پاس حاضر ہو گیا ؂

ایک غیر مسلم مصنف پرکاش دیوجی لکھتے ہیں :-

"محمد صاحب کا دل اپنے ملک کو تاریکی اور جہالت میں ڈوبا ہوا دیکھ کر بے انتہا کڑھتا اور دکھتا تھا۔ وہ بت پرستی کو دیکھ کر بہت گھبراتے تھے۔ عورتوں کا حال زار اور معصوم لڑکیوں کو زندہ درگور ہوتے ہوئے دیکھ کران کا جگر پاش پاش ہوتا تھا مگر کچھ کر نہ سکتے تھے۔ ایسے ایسے واقعات سے گھبرا کر وہ اکثر تنہائی میں رہتے۔ اور ان کے دفعیہ کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے۔ ان کا معمول تھا۔ کہ ہر سال رمضان کا مہینہ غار حرا میں رہ کر خدا کی یاد میں بسر کرتے۔ اور جو کوئی بھولا بھٹکا مسافر ادھر جا نکلتا اس کی رہنمائی اور دستگیری کرتے۔ خدا سے ہمیشہ یہ دعا مانگتے کہ کسی طرح ان کا ملک چاہ جہالت سے نکلے۔ وہ خدا کی بارگاہ میں سر بسجود رہتے۔ آخر کار جو ئندہ یابندہ الہام الٰہی کا چشمہ ان کے دل میں پھوٹا۔ اور نور خداوندی کا چمکارا چمکا۔"

(سوانح عمری حضرت محمد صاحب صـ۲۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی واقعہ ایمان پرور کو ان الفاظ ذکر فرمایا ہے :-

آں زماں وقتیکہ دنیا پُر ز شرک و کفر بود
ہیچ کس را خوں نشد دل جز دلِ آں شہریار

کس چہ میداند کہ از آں نالہا باشد خبر
کاں شفیعے کرد از بہر جہاں در کنجِ غار

من نے دانم چہ درد ے بود و اندوہ و غمے
کاندراں غارے در آورد ش حزین و دلفگار

نے ز تاریکی توحش نے ز تنہائی ہراس
نے ز مردن غم نہ خوف کژدم و نے بیم مار

نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نوع انسان کا بہترین خیر خواہ ہونے کے لئے یہ واقعہ زبردست دلیل ہے۔ خود باری تعالیٰ فرماتا ہے :- لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین کہ تو ان کے کفر و شرک کے غم میں اپنی جان کو ہلکان کر رہا ہے۔ نسل انسان کا سب سے بڑا غمخوار غار حرا میں ظلمت و بت پرستی کے خلاف آہ و بکار بلند کرتا ہے۔ اس حقیقی گریہ و بکا کی عرش تک رسائی ہو جاتی ہے۔ اور اسے گوہر مقصود حاصل ہو جاتا ہے آپ غار حراء سے آتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کا ضیاء فگن کلام آپ کے ساتھ ہوتا ہے :-

وہ غارِ حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

اس منور کلام نے عالم کو بقعۂ نور بنا دیا۔ اور ہر سعید فطرت انسان کے لئے گوناگوں روحانی دلچسپیوں کا مرقع فراہم کر دیا ؂

اس جگہ یہ ذکر کر نا بے جا نہ ہو گا۔ کہ آسمانی نوشتوں میں قدیم سے آنحضرت صلعم کی بعثت کو فاران کے پہاڑ سے قرار دیا گیا ہے۔ لکھا ہے :-

"خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔"

(استثناء ۳۳/۲)

اوپر کی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جلوہ گری کو الٰہی تجلی قرار دیا ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بکمال پاکیزہ زندگی پر دلالت کرانا مقصود ہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ سرور کائنات روز اول سے ہی شیطانی تصرف سے پاک تھے۔ غار حراء میں آپ کے سامنے طبیعت ملکیہ کی مناسبت کی وجہ سے فرشتہ ہی آیا۔ شیطان کو گمراہ کرنے کے لئے سامنے آنے کی بھی جرأت نہ ہوئی۔ مگر مسیح جیسا اولوالعزم نبی چالیس روز تک متواتر شیطان کا تختۂ مشق بنا رہا۔ لوقا کی انجیل میں لکھا ہے :-

"یسوع روح القدس سے بھرا ہوا یردن سے لوٹا۔ اور چالیس دن تک روح کی ہدایت سے بیابان میں پھرتا رہا۔ اور ابلیس اُسے آزماتا رہا ۔۔۔۔۔ جب ابلیس تمام آزمائشیں کر چکا۔ تو کچھ عرصے کے لئے اس سے جدا ہوا۔" (باب ۴۔ آیت ۱-۱۲)

اس اقتباس سے حضرت مسیح کی قوت قدسیہ عیسائی مسلمات کی رُو سے ظاہر ہے۔ کہ غار حرا کا خلوت پسند نہ صرف خود شیطانی وساوس سے تا ابد محفوظ قرار پایا۔ بلکہ آپ کے متبعین کو بھی شیطان کش طاقت دی جاتی ہے :-

اگر خواہی نجات از مستئِ نفس
بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ

غار حرا کی خلوت کے اثرات نہ مٹ سکنے والے ہیں۔ دُنیا ان کو گھر سے نقوش کو نابید نہیں کر سکی۔ اور نہ کر سکتی ہے۔ مگر اس کے علاوہ ایک دوسرا غار ثور کو بھی حضور علیہ السلام کی قدمبوسی کا فخر حاصل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب مشیت ایزدی کے ماتحت اپنے وطن مالوف سے ہجرت فرمائی۔ تو آپؐ کو کئی دنوں تک غار ثور میں پناہ گزین ہونا پڑا۔ دشمن چاروں طرف سے غار کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ خون کے پیاسے درندوں کی مانند یورش کرتے آرہے ہیں۔ آپ کا جاں باز رفیق سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جان کو خطرہ میں پاکر گھبرا جاتا ہے۔ مگر وہ ثبات و استقلال کا پہاڑ نہایت یقین اور اطمینان سے فرماتا ہے :- لا تحزن ان اللہ معنا (توبہ ع ۶) مت غم کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ دشمن ناکام و نامراد واپس ہو جاتے ہیں۔ اور حضور اپنے آیندہ بننے والے وطن کی طرف با امن و امان روانہ ہو جاتے ہیں ؂

یہ ایک عجیب اتفاق ہے۔ کہ نبوت کے مکی و مدنی دور کی ابتدا غاروں کی خلوت سے ہی ہوئی ہے۔ اور حضور کی روحانی و دنیاوی ترقیات کا آغاز بھی اسی خلوت سے لازم نظر آتا ہے۔ جس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حضور کی خلوت نہایت پاکیزہ اور عظیم الشان طور پر نتیجہ خیز تھی۔ اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و بارک و سلم

نظم

از قلم خلیق الزمان صاحب ایم۔ بی خلیق عثمانی سب جج کورٹ سرگودھا

محبت سب کو دامنگیر ہے حضرت محمدؐ کی
جہاں جاؤ وہاں توقیر ہے حضرت محمدؐ کی

سُنا جس نے کلام ان کا ہوا فی الفور شیدائی
مؤثر اس قدر تقریر ہے حضرت محمدؐ کی

شجاعت۔ بردباری۔ درد دل۔ پاکیزگی ایکی
کبھی ان پانچ میں تصویر ہے حضرت محمدؐ کی

رسول کبریا کا نام لیتے ہیں عنادل بھی
ثنا ہر برگ پر تحریر ہے حضرت محمدؐ کی

زباں کچھ کہہ نہیں سکتی قلم کچھ لکھ نہیں سکتا
کلیجے پر کھنچی تصویر ہے حضرت محمدؐ کی

اٹھا کر پردۂ ظلمت دکھائی روشنی سب کو
سوا خورشید سے تنویر ہے حضرت محمدؐ کی

وہ شوقِ حق پسندی تھا کہ اب تک سارے عالم کو
یہ خوبی کر رہی تسخیر ہے حضرت محمدؐ کی

مجھے سر پر رکھو اس کو خلیق اور گاہ آنکھوں پر
ہمیں تو خاکِ پا اکسیر ہے حضرت محمدؐ کی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک بے نظیر سپہ سالار

از جناب چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم اے قادیان

عرب کی طبعی حالت

ملک عرب کی نسبت عام طور پر لوگ جانتے ہیں۔ کہ یہ ایک ریتلہ ملک ہے جس میں کاشت بہت کم ہوتی۔ اور بیت محرم ایک وادی غیر ذی زرع میں بسایا گیا تھا۔ لیکن کتابوں کے پڑھنے سے انسان کے دل میں وہ حقیقی تصور پیدا نہیں ہو سکتا۔ جو عین مشاہدہ کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ میں نے عرب کا جغرافیہ اور تاریخ ایک محبت اور شوق اور ایک خاص غور کے ساتھ مطالعہ کی ہوئی تھی۔ تاہم ریت کا بحر بے کراں جس میں لہروں کے بجائے ریت کے ٹیلوں کے باقاعدہ سلسلے، ہر ایک قسم کی سبزی اور درختوں سے سرزمین عرب کی عریانی جو میں نے دیکھی۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی اس لق و دق ریگ رواں کے سمندر میں جزیروں کی مانند ریگ سے چاروں طرف سے گھرے ہوئے نخلستان پائے جاتے ہیں جن کے ذریعہ سے انسانی اور حیوانی زندگی کا نہایت کنجوسانہ انتظام کیا گیا ہے۔ اور نخلستانی جزیروں کو ریت ایک دوسرے سے اسی طرح کاٹ دیتی ہے جس طرح سمندری جزیروں کو پانی۔ لیکن اس قدر فرق کے ساتھ کہ پانی بحیثیت ایک شاہ راہ ہونے کے انسان کے سفر میں ممد اور معاون ہے۔ مگر ریت انسانی نقل و حرکت کے لئے غالباً سب سے بڑی روک واقع ہے۔

عربوں کی جسمانی حالت اور طبعی اخلاق

عرب کی اس جغرافیکل حالت کے پورے فہم کے بعد عربوں کی جسمانی حالت اور فطری اخلاق کا اندازہ ناظرین کرام خود لگا سکتے ہیں۔ عربوں کے اونٹ اور گھوڑے پست قد اور دُبلے ہوتے ہیں۔ چونکہ زندگی نہایت مصیبت اور مشقت میں گذرتی ہے۔ باوجود اس لاغری اور کوتاہ قد ہونے کے ان جانوروں میں وسعت کے مطابق تیز روی اور قوت برداشت اعلےٰ قسم کی پائی جاتی ہے۔ بھوک کی برداشت۔ پیاس کی برداشت تکان کی برداشت۔ دھوپ اور لُو کی برداشت۔ سردی کی برداشت۔ کیونکہ یہ ریگ جس طرح سورج کے نکلتے ہی آگ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سورج کے غروب ہونے کے بعد یک لخت سرد ہو جاتی ہے۔ جس طرح عرب کا گھوڑا اور اونٹ لاغر اور کوتہ قد ہوتا ہے۔ اسی طرح عام عربوں کی حالت ہے پست قد اور کمزور لوگ ہیں۔ اور ہمارے ملک کے خانہ بدوش اور کھیتی داروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ جو نظارہ میں نے دیکھا۔ اس سے میں اس نتیجہ پر پہونچا۔ کہ صفائی اور اخلاق میں ان لوگوں اور ان لوگوں میں کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہ عرب کے نخلستان جسمانی طور پر ایک دوسرے سے کٹے ہوئے ہیں۔ اسی طرح قوم عرب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے باہمی تفرق اور تشتت کی شکار بنی ہوئی تھی اور ایک علاقہ دوسرے علاقہ کیساتھ سوائے جدال اور دشمنی کے اور کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا۔ اور سوائے لوٹ اور غارت گری کے مواقع کے ان کی آپس میں ملاقات بہت کم ہوتی تھی۔ کیونکہ وہ لوگ بے آب و گیاہ اور مردہ ریگستان میں باہمی تعلق یا وحدت قوم کے سخت مخالف تھے اور سوائے زُبان کے جو ایک خدائی راز ہے۔ اور کسی رنگ میں عربوں میں یک جہتی اور یک رنگی نہ پائی جاتی تھی۔ اس تفریق طبعی کی وجہ سے عرب معاندانہ قبائل میں منقسم تھے۔ اور ہلاک کرنے والی غربت۔ فاقہ کشی اور تنگدستی کی وجہ سے قبائل میں لڑنے جھگڑنے والے خاندانوں میں منقسم تھے جس طرح ٹھیٹھ پنجابی میں شریک کے معنی دشمن کے ہیں۔ اسی طرح "ابن عم" کا لفظ جیسا کہ ایک رشتہ کا تعلق ظاہر کرتا ہے۔ ایسا ہی آپس کی دشمنی اور عناد کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

معجزانہ تغیر

ایسی مردہ زمین اور مردہ حالت سے مسلمانوں جیسی منتظم۔ تربیت یافتہ قوانین کی پابند۔ صاحب وقار و استقلال اور بے نظیر تحمل و بردباری کی مالک قوم پیدا کر دینا محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کا ایک ادنےٰ معجزہ تھا۔ جو نیست سے ہست اور تخرج الحی من المیت کا نظارہ ہماری نظروں کے سامنے پیش کرتا ہے۔

عربوں کا طریق جنگ

جیسا کہ میدان جنگ افراد قوم کے اخلاق کے لئے کسوٹی ہوتی ہے۔ اور شخصی بہادری یا بزدلی کا موقعہ پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح کسی قوم کا طریق جنگ اور وجوہات جنگ و صلح اس قوم کے نہاں در نہاں اخلاق کو ظاہر کرتا ہے۔ عربوں کے طریق اور وجوہات جنگ سے ثابت ہے۔ کہ عرب نہایت زُود رنج۔ جلد باز اور متلون مزاج لوگ تھے۔ حملہ آوری اور پسپائی دونوں ہی جلدی کرتے تھے۔ ان کی اہم سے اہم لڑائیاں۔ معمولی ڈاکہ زنی کی وارداتوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی تھیں بجائے بہادری سے جم کر لڑنے کے وہ اپنا کام تیزی اور تیز رفتاری سے لیتے تھے۔ سینکڑوں میلوں کا دھاوا بول کر دشمن پر اچانک آندھی کی طرح آتے تھے۔ اور اگر دشمن غافل اور بے سروسامان مل گیا۔ تو اسے ہلاک کر دیا۔ اور اگر وہ جنگ کے لئے تیار پایا گیا۔ تو تھوڑی سی مٹھ بھیڑ ہونے کے بعد اور مشکلات نمودار ہوتے ہی جیسے اچانک حملہ آور ہوتے۔ ویسے ہی یک لخت غائب ہو جاتے تھے سخت قسم کی خونریزی جس کا متمدن قوموں میں رواج تھا۔ اس سے عرب کے ریگستان کے وحشی ناآشنا تھے انھیں خون سے ایک دہشت اور وحشت معلوم ہوتی تھی۔ جہاں خون بہنے لگا عرب بھاگے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر اثر آنے سے پہلے عربوں نے رومیوں اور ایرانیوں کا کبھی جم کر مقابلہ نہیں کیا تھا۔ اس ساری کمزوری کی وجہ عربوں کی آپس میں نااتفاقی۔ ایک دوسرے پر غیر اعتمادی۔ قلت تعداد اور کمی اموال تھی۔ عربوں نے مسلمانوں سے جو جنگیں کیں۔ ان سے بھی ان سب باتوں کا ثبوت ملتا ہے جن کا آگے چل کر ذکر کیا جائے گا۔

مسلمان ہونے پر تغیر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر اثر اور زیر تربیت آتے ہی یہ تمام نقشہ بدل جاتا ہے۔ اور عرب مسلمان ہوتے ہی ایک تو وہ ریت نہیں رہتا جسے ہواؤں کے تھپیڑے ادھر سے اُدھر اڑاتے پھرتے تھے۔ بلکہ ایک کوہسار کی طرح دنیا کے سامنے آتا ہے۔ جسے موت یا تباہی ڈرا نہیں سکتی۔ اور نہ کوئی اور مصیبت اُنھیں جگہ سے ہلا سکتی تھی۔ یہ اس تربیت اعلےٰ نظام۔ اعتماد باہمی۔ اور روح قربانی کا نتیجہ تھا جس کا اصل منبع اور مصدر صرف خدا تعالےٰ ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن عالم مثال میں اس کا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود باجود میں ہُوا۔

اعلےٰ سپہ سالاری کا ثبوت

ایک منتشر۔ وحشی۔ جلد باز۔ متلون مزاج۔ حریص اور خود غرض قوم سے ایک قواعد دان۔ قانون کی پابند۔ تربیت یافتہ۔ باہمی اعتماد و تعاون کے اخلاق سے معمور۔ قربانی کی روح سے بھری ہوئی اور راحت اور رحمت کے جذبات سے مملو فوج ظفر موج تیار کر دینا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلےٰ سے اعلےٰ سپہ سالار ہونے کا ثبوت ہے۔ یہ حضورؐ کے قوت نظام اور ضبط کی ہی خوبی تھی۔ کہ قرآن شریف اسلامی فوج کی اندرونی حالت کے متعلق فرماتا ہے۔ یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص اور اسی ضبط و اتفاق اور وحدت قومی کا نتیجہ تھا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ نصرت بالرعب مسیرۃ شھر یعنی ایک مہینہ کے سفر تک دشمنوں کو میرا رعب مارتا ہے۔ اور میدان جنگ میں نتائج کے متعلق اعلان ہوتا ہے۔ کہ ایک مسلمان دس کافروں کا مقابلہ کر سکتا ہے جس کے دوسرے معنی یہ ہیں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فوج کا ایک سپاہی دُوسری فوجوں کے دس سپاہیوں سے اور ایک ہزار مسلمان دس ہزار غیر مسلموں سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ پھر یہ کوئی ڈینگ نہ تھی۔ بلکہ اس سے بڑھ چڑھ کر ثبوت بھی دے دیا۔ اور میدان کارزار میں ایسے کارہائے نمایاں دکھلائے۔ کہ دنیا اس وقت تک ان کو ایک لاینحل معمہ سمجھتی ہے۔

جنگ بدر کا واقعہ

اب میں بطور مثال چند لڑائیوں کا ذکر کرتا ہوں۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی۔ عام طور پر مسلمان جانبازوں کے پاس نہ زرہیں تھیں۔ اور نہ گھوڑے اور نہ دیگر سامان جنگ۔ مکہ کی فوج ابوجہل کی قیادت کے ماتحت عربوں کے رواج کے مطابق پوری طرح مسلح تھی۔ اور تعداد میں مسلمانوں سے تین گنا سے بھی زیادہ تھی۔

جنگ شروع ہوتی ہے۔ اور اہل مکہ کے ستر آدمی مقتول ہونے پر عرب دل چھوڑ دیتے ہیں۔ اور بے ترتیب بھاگم بھاگ شروع ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ایک ہزار مسلح آدمیوں میں ستر آدمیوں کا ہلاک ہو جانا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ مگر وہ ایسے سراسیمہ ہو کر بھاگے۔ کہ ستر قیدی اور بہت سا سامان جنگ مسلمانوں کے ہاتھ میں چھوڑ گئے۔ جو ان کی غیر مستقل مزاجی اور بھگوڑہ پن کا اور اسلامی فوج کی بہادری اور استقلال۔ فرض شناسی اور قربانی کا ثبوت تھا

ورنہ اگر کوئی دوسرا جرنیل ہوتا۔ تو اس کی فوج اپنی بے بضاعتی اور کمی سامان کو دیکھتے ہی لڑنے سے انکار کر دیتی۔ مگر ان بے سروسامان اور مٹھی بھر مسلمانوں کا دشمن پر ایسا اخلاقی رعب تھا۔ کہ ایک عرب نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی اسلامی دستہ کو دیکھکر کہا مادری المنایا علی المطایا یعنی مجھے تو سامنے موت نظر آتی ہے۔

جنگِ اُحد کا واقعہ

اس کے بعد جنگِ اُحد کا نظارہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ دشمن اس وقت بھی مسلمانوں سے تین گنا ہے۔ اور بدلہ لینے پر تُلا ہوا ہے ایک غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوتی ہے۔ بہت سے مسلمان مارے جاتے اور زخمی ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زخم خوردہ ہو کر گر پڑتے ہیں۔ اور آپؐ کی موت تمام میدانِ جنگ میں مشہور ہو جاتی ہے لیکن اسلامی فوج ہے۔ کہ بے ترتیبی اور بھگوڑا پن کا نام نہیں لیتی۔ اور شکست کھانے اور صفوں کے ٹوٹ جانے کے بعد پھر جمع ہونے لگتی اور دشمنوں کو ترکی بترکی جواب دیتی ہے۔ حتےٰ کہ دشمن باوجود اپنی فتح کا ڈنکہ بجانے کے ایک قیدی اور ایک فلوس مالِ غنیمت بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ بلکہ نامراد و ناکام واپس چلا جاتا ہے۔ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اور آپؐ کی معیت میں تین دن کی منزل تک دشمن کا تعاقب کرتے ہیں۔

فتح حاصل کرنا جرنیلوں کے لئے ایک معمولی بات ہے۔ لیکن واقعی شکست کو فتح میں بدل دینا ایک بہت بڑی اور اعلےٰ سے اعلےٰ سپہ سالارانہ قابلیت کا ثبوت ہے۔ اور میری رائے میں جنگِ اُحد ہی ایک ایسا واقعہ تھا۔ جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جیسے قابل جرنیل کے اسلام لانے کا موجب ہوا۔ چونکہ خالد بن ولید میں اعلےٰ سے اعلےٰ قابلیت جنگ پائی جاتی تھی۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قابلیت کا اس کو ایسا اندازہ ہوا۔ کہ اس نے سمجھ لیا۔ اس شخص پر ہم ہرگز غالب نہیں آ سکتے اگرچہ اسی شخص کے حملہ نے مسلمانوں کو نقصان پہونچایا تھا۔ لیکن یہ مکہ میں جاتے ہی مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ اور بعض آزمودہ جنگ دوستوں کے ساتھ مدینہ میں آکر مسلمان ہو جاتا اور اسلامی جنگ میں وہ قابلیت دکھاتا ہے۔ کہ دنیا اب تک حیران ہے۔ اللھم صل علی محمد و علیٰ آل محمد وبارک وسلم

جنگِ احزاب کا واقعہ

اسی طرح جنگِ احزاب کا واقعہ ہے۔ عرب مسلمانوں سے بیس گنا تھے لیکن معمولی جنگ اور سرد ہوا کے جھونکوں نے اس ٹڈی دل لشکر کو جو استیصالِ اسلام کے لئے جمع ہوا تھا۔ منتشر کر دیا۔ اگرچہ ان لوگوں پر یہ عذابِ الٰہی تھا۔ لیکن بحیثیت سپاہی ہونے کے انھوں نے انتہائی بزدلی اور تلون مزاجی۔ ایک دوسرے پر بے اعتمادی اور جلد بازی کا ثبوت دیا۔ ہر ایک بھاگنے والے نے یہی سمجھا۔ کہ اس کے دوست اُس کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ یہاں تک کہ ابوسفیان اپنے اونٹ کے عقال کھولنے کے بغیر اس پر سوار ہو گیا۔ اور گھبراہٹ سے اس کو اپنا اونٹ کھولنا بھی یاد نہ رہا۔ لیکن یہی احزاب جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور ضبط کے نیچے آئے۔ تو انھوں نے چند سالوں میں قیصر اور کسریٰ کے تختے اُلٹ دیئے۔ اور دنیا میں ایک نئی سلطنت نئے اخلاق اور نئی زندگی کی بنیاد ڈالی۔ جو ساڑھے تیرہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی دنیا پر ایسی ہی مؤثر ہے۔ جیسا کہ ابتدا میں تھی۔ اور کوئی قوم اور کوئی ملک اُس سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہا۔

کم خونریزی سے بڑی فتح

ضبط۔ انتظام اور اعتماد کے علاوہ جن سے فوج میں جرأت اور قربانی کی رُوح پیدا ہوتی ہے۔ جرنیل کی حکمتِ عملی کا یہ بھی بہت بڑا ثبوت ہوتا ہے۔ کہ کم سے کم خونریزی سے زیادہ سے زیادہ ملک فتح کرے۔ سخت خونریزی کے بعد جو فتوحات ہوں۔ وُہ فوج کی جانبازی پر تو دلالت کرتی ہیں۔ جرنیل کی خوبی ان میں نظر نہیں آتی۔ اگر سخت کشت و خون ہو۔ اور دونوں طرف یا ایک طرف کے بہت سے انسان ہلاک ہوں۔ اور ایک ملک فتح کر لیا جائے۔ مگر نقصان نفع سے زیادہ ہو چکا ہو۔ تو یہ فتح حقیقی معنوں میں فتح نہیں ہے۔ البتہ اعلےٰ درجہ کا بوچڑ یعنی قصائی ہے۔ جس نے دونوں طرف کے لوگوں کو ذبح کرا دیا۔ لیکن اگر جرنیل حکمتِ عملی سے لڑائی کو ایسے رنگ میں چلائے۔ کہ بغیر کثیر نفوس کی ہلاکت کے فتح حاصل کرے۔ اور جانوں کا نقصان کم ہو۔ تو ایسی فتح قابلِ تعریف ہوتی ہے۔

اس نقطہ نگاہ سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضورؐ کی جنگی زندگی دس سال پر مشتمل ہے۔ اس قلیل عرصہ میں آپؐ نے ایک مہاجر اور مسافر دراز وطن کی حالت سے ترقی کرکے تمام عرب کو فتح کر لیا۔ لیکن جدال و قتال کی طرح ایسے طریقہ پر ڈالی۔ کہ بہت کم جانوں کے نقصان سے تمام عرب کو مطیع اور منقاد کر لیا۔ کیونکہ اس فتح میں محض جسمانی طاقت اور دھینگا مشتی شامل نہ تھی۔ بلکہ حضورؐ کے اعلےٰ اخلاق۔ رحم فیاضی اور دشمنوں سے عفو اور بردباری تھی۔ آپؐ ساتھ ساتھ دشمنوں کے قلوب کو فتح کر رہے تھے۔ آپؐ دشمنوں کے حملوں کو بڑی دانشمندی اور جرأت سے ٹالتے رہے۔ اور جب مکہ پر حملہ کرنے کا وقت آیا۔ تو ایسے موقع پر حملہ کیا۔ کہ مکہ ۱۲۔ ہزار کی آبادی کے باوجود بالکل بے دست و پا تھا۔ اور بغیر لڑنے کے مطیع ہو گیا۔

طائف کے محاصرہ سے دست برداری

اسی طرح طائف کے محاصرہ کو آپؐ نے چھوڑ دیا۔ اگر کوئی اور جرنیل ہوتا۔ تو اپنے جھوٹے وقار کو قائم رکھنے کے لئے تمام فوج کو کٹوا دیتا۔ مگر محاصرہ نہ اُٹھاتا۔ جس کے نتیجہ میں وہ لوگ مطیع اور منقاد ہو گئے۔

صلح حُدیبیہ

اسی طرح سے اگر حُدیبیہ کے موقعہ پر صلح نہ فرماتے۔ تو لڑائی میں خون کی ندیاں بہ جاتیں۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ فتح حضورؐ کو ہی ہوتی۔ لیکن اس خطرناک تصادم میں ہزاروں عرب ہلاک اور سینکڑوں مسلمان شہید ہو جاتے۔ اور عرب کی طاقت ٹوٹ جاتی۔ پھر وہ عظیم الشان کام جو حضورؐ کی وفات کے بعد ہوا۔ اہلِ عرب ہرگز نہ کر سکتے۔ حضورِ انور کے تمام جنگوں میں جس قدر لوگ مقتول ہوئے۔ ان سب کی تعداد میری رائے میں چند ہزار سے زیادہ نہیں ہو سکتی اور ایک پورے ملک کے فتح کرنے کے لحاظ سے یہ تعداد بہت ہی قلیل ہے۔ دنیا میں بہت سی لڑائیاں ایسی ہوئیں۔ کہ جن میں ایک گھنٹہ بھر کی جنگ میں اس سے زیادہ انسان ہلاک و برباد ہوئے جتنے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں عرب کے طرفین کے دس سال میں ہوئے۔ دورانِ جنگ میں حضورؐ کا یہی تحفظِ جان و مال تھا جس نے عربوں کی دشمنی محبت سے بدل دی۔ اور آپؐ کی وفات کے چند سال بعد عرب اسلامی تعلیم کو لے کر تمام دنیا میں پھیل گئے۔

نعت حضور سرورِ عالم

از علامہ اصغر مصنف "نشاط روح"

("الفضل" کے خاتم النبیین نمبر کیلئے)

کچھ اور عشق کا حاصل نہ عشق کا مقصود۔
جز اس کہ لطف خلشہائے نالۂ بے سود۔

مگر یہ لطف بھی ہے کچھ حجاب کے دم سے
جو اُٹھ گیا کہیں پردہ تو پھر زیاں ہے نہ سود

کہو یہ عشق سے چھیڑے تو ساز ہستی کو
ہر ایک پردہ میں ہے نغمۂ "ہو الموجود"

یہ کون سامنے ہے صاف کہہ نہیں سکتے
بڑے غضب کی ہے نیرنگئ طلسمِ نمود

اگر خموش رہوں میں۔ تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا۔ تو ترا حسن ہو گیا محدود

جو عرض ہے اسے اشعار کیوں مرے کہیئے۔
اُچھل رہے ہیں جگر پارہ ہائے خون آلود

نہ میرے ذوقِ طلب کو ہے مدعا سے غرض
نہ گامِ شوق کو پروائے منزلِ مقصود

مقامِ جہل کو پایا نہ علم و عرفان نے۔
میں بے خبر ہوں باندازۂ فریبِ شہود

مرا وجود ہی خود انقیاد و طاعت ہے
کہ ریشہ ریشہ میں ساری ہے اک جبینِ سجود

ہلائے عشق نہ یوں کائناتِ عالم کو
یہ ذرے دے نہ اُٹھیں سب شرارِ لامقصود

جو اُڑ کے شوق میں یوں محوِ آفتاب ہوا
عجیب بلا تھا یہ شبنم کا قطرۂ بے بود

جلوؤں میں جانِ حزیں کو نثار کر ڈالوں
ندیں جو اہلِ شریعت جبیں کو اذنِ سجود

وہ رازِ خلقتِ ہستی۔ وہ محسنِ کونین
وہ جانِ حسنِ ازل۔ وہ بہارِ صبحِ وجود

وہ آفتابِ حرم۔ نازنینِ کنجِ حرا
وہ دل کا نور وہ اربابِ درد کا مقصود

وہ سرورِ دو جہاں وہ **محمد عربی**
بہ رُوحِ اعظم و پاکش درودِ نامحدود

ضیائے حسن کا ادنےٰ سا یہ کرشمہ ہے
چمک گئی ہے شبستانِ غیب و بزمِ شہود

نگاہِ ناز میں پنہاں ہیں نکتہائے فنا
چھپا ہے خنجرِ ابرو میں رمز "لاموجود"

وہ مستِ شاہدِ رعنا۔ نگاہ سحر طراز — وہ جام نیم شبی نرگسِ خمار آلود
کچھ اس ادا سے مرا اُس نے مدعا پوچھا — ڈھلک پڑا مری آنکھوں سے گوہرِ مقصود
ذرا خبر نہ رہی ہوش و عقل و ایمان کی — یہ شعر پڑھ کے وہیں رکھ دی جبینِ سجود

"مرا چو بعد خاک شدن یاد زیاں بود یا سود
بہ نقدِ خاک شوم بنگرم چہ خواہد بود"

(مولانا رومی)

از محترمہ فاطمہ صاحبہ اہلیہ ملک کرم الٰہی صاحب ضلعدار نہر

خورشید رسالت میں اگرچہ تمام مقدس رنگ موجود تھے لیکن رحمت للعالمین کا ایسا نمایاں نور تھا جس نے تمام رنگتوں کو اپنے اندر لے کر دنیا کو منور کر دیا۔ مرد۔ عورت۔ بچہ سب آپ کی شفقت اور محبت کے یکساں حقدار تھے۔ حضور کا خلق تمام انسانوں سے بڑھکر تھا۔ اور انک لعلی خلق عظیم کی شان ہر وقت نظر آتی تھی۔ حضور رحم و مروت۔ محبت و شفقت کی مجسم تصویر تھے۔ فرمایا کرتے۔ جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ اور بڑوں کا حق نہ پہچانے۔ وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔ چنانچہ حضور چھوٹے بچوں کے ساتھ ہمیشہ شفقت و محبت سے پیش آتے حضرت انس فرماتے ہیں۔ جب حضور کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں السلام علیکم کہتے۔

جب آپ سفر سے واپس تشریف لاتے تو جو بچے راستے میں ملتے ان سے بھی کسی نہ کسی کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیتے۔ جب آپ حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔ اور بنی ہاشم کے لڑکوں نے آپ کا استقبال کیا۔ تو آپ نے بڑے پیار سے اور محبت سے انہیں اپنی اونٹنی کے آگے پیچھے بٹھا لیا۔

ایک دفعہ خالد بن سعید آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کی چھوٹی لڑکی تھی۔ جو کہ سرخ رنگ کا کرتہ پہنے ہوئے تھی۔ اسے دیکھ کر فرمایا یہ بہت اچھا ہے۔ اس کے بعد وہ آپ سے کھیلنے لگی۔ خالد نے اسے ڈانٹا۔ مگر آپ نے فرمایا۔ اسے کھیلنے دو۔ ایک دفعہ آپ کے پاس سیاہ چادر آئی جس میں دونوں طرف آنچل تھے۔ آپ نے صحابہؓ سے کہا۔ یہ چادر کس کو دوں۔ وہ چپ رہے۔ آپ نے فرمایا۔ خالد بن سعید کی لڑکی کو لاؤ۔ وہ آئیں۔ تو آپ نے انہیں چادر پہنائی۔ اس میں بیل بوٹے تھے۔ آپ دکھا دکھا کر فرماتے ام خالد دیکھنا۔ یہ کیسا اچھا اور خوبصورت کپڑا ہے۔

ام قیس بن محصن کہتی ہیں۔ میں ایک دفعہ اپنے بیٹے کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ بچہ نے ابھی کھانا شروع نہیں کیا تھا۔ آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھا دیا۔ اس نے پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگایا اور اس جگہ پر ڈال دیا۔ جہاں اس نے پیشاب کیا تھا۔

حضرت انسؓ بچپن میں ہی سے حضور کی خدمت میں رہا کرتے تھے وہ کہتے ہیں۔ ایک دفعہ حضورؐ نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا۔ راستہ میں بچے کھیل رہے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ کھیل میں لگ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور نے پیچھے سے میری گردن پر ہاتھ رکھا۔ اور ہنس کر فرمایا۔ جاؤ۔ انس جس کام کے لئے تمہیں بھیجا ہے۔ وہ کر آؤ۔ وہ کہتے ہیں۔ دس سال تک میں حضور کی خدمت میں رہا۔ مگر آپ نے مجھے کبھی اُف تک نہیں کہی۔

ایک صحابی کا بیان ہے۔ کہ میں بچپن میں انصار کے کھجور کے باغ میں چلا گیا۔ ڈھیلے مار مار کر کھجوریں گرانے لگا۔ باغ والے پکڑ کر مجھے حضورؐ کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے پوچھا ڈھیلے کیوں مارتے تھے۔ میں نے کہا کھجوریں کھانے کے لئے۔ آپ نے فرمایا۔ جو کھجوریں زمین پر گری ہوئی ہیں۔ وہ کھا لیا کرو۔ اور ڈھیلے نہ مارا کرو۔ یہ کہہ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور دعا دی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں ایک عورت آئی۔ اس کے ساتھ دو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں تھیں۔ اس وقت ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ صرف ایک کھجور زمین پر پڑی تھی۔ وہی اٹھا کر اس عورت کو دے دی۔ اس نے کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں لڑکیوں کو بانٹ دئے۔ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ تو حضرت عائشہؓ نے عورت کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ جس کو خدا اولاد کی محبت میں ڈالے۔ اور وہ اس کا حق ادا کرے۔ وہ دوزخ سے بچ جائے گا۔

ایک دفعہ ایک لڑائی میں چند بچے جھپٹ میں آ کر مارے گئے۔ آپ کو خبر ہوئی۔ تو بہت ناراض ہوئے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ وہ کافروں کے بچے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ خبردار بچوں کو قتل نہ کرنا۔

حضورؐ کی عادت تھی۔ کہ جب فصل کا نیا میوہ آپ کی خدمت میں پیش ہوتا۔ تو حاضرین میں جو سب سے چھوٹا بچہ ہوتا۔ اسے پہلے دیتے۔ بچوں کو چومتے اور پیار کرتے۔ ایک دفعہ آپ اسی طرح بچوں کو پیار کر رہے تھے۔ کہ ایک بدوی آیا۔ اور کہا۔ کہ تم لوگ بچوں کو پیار کرتے ہو میرے دس بچے ہیں۔ مگر آج تک کبھی کسی سے پیار نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر اللہ تمہارے دل سے محبت چھین لے۔ تو میں کیا کروں۔

جب آپ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے۔ تو انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اپنے دروازوں سے باہر نکل کر گیت گانے لگیں۔ جب حضورؐ ان کے پاس سے گذرے۔ تو فرمایا۔ لڑکیو تم مجھ کو پیار کرتی ہو۔ سب نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا۔ میں بھی تمہیں پیار کرتا ہوں۔

جب آپ فاطمہؓ کے گھر جاتے۔ تو فرماتے۔ میرے بچوں کو لاؤ۔ وہ صاحبزادوں کو لاتیں۔ آپ انھیں سونگھتے۔ اور سینہ سے لپٹا کر پیار کرتے دنیا میں مختلف نبی فطرت انسانی کی طاقتوں کے نشوونما کے لئے آئے۔ اُن کے وجود میں اخلاق انسانی کے خاص خاص پہلو ظہور پذیر ہوئے مگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فطرت انسانی کی ساری شاخوں کی ایسی کامل تربیت کی۔ کہ آپ کے وجود مبارک میں اخلاق انسانی کے سارے پہلو روشن ہو گئے۔ اور حضور پُر نور تمام دنیا کے کامل محسن اور کامل نمونہ ٹھیرے ہے۔

حسن یوسف۔ دم عیسےٰ۔ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اللّٰھم صل علی محمد و علےٰ ال محمد و بارک وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک غلاموں سے

(از جناب مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے۔ قادیان)

اگر کوئی شخص مسئلہ غلامی کے ہر پہلو پر اسلامی نقطۂ نظر سے پوری طرح روشنی ڈالنا چاہے۔ تو میرے نزدیک اس کے لئے بہت وسیع میدان ہے۔ اور علمی لحاظ سے تو ابھی تک غلامی کے مسئلے پر تحقیقات کر کے بہت کچھ لکھنا باقی ہے۔ لیکن وقت اور جگہ اور ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں۔ مجھے اس قسم کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے بس میں صرف ایک بات کو لینا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانہ کے غلاموں سے کیا سلوک کیا۔ لیکن اس سے پہلے میں ان لوگوں کا تھوڑا سا ذکر کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے غلاموں کے ساتھ کسی قدر ہمدردی ظاہر کی۔ یا جن سے دنیا جائز طور پر توقع کر سکتی تھی۔ کہ وہ غلاموں سے حسن سلوک کر کے غلامی کو دنیا سے مٹا دیں گے ؛

دنیا کے مدبروں کا سلوک غلاموں سے

مختلف ممالک کے ظالم لوگوں نے تو جس طرح چاہا۔ غلاموں پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے۔ اور خوب دل کھول کر انہیں ستایا۔ مگر دیکھنا یہ ہے۔ کہ دنیا کے بڑے بڑے مدبروں۔ فلاسفروں اور لیڈروں نے ان کی بہتری کے لئے کیا کوشش کی۔ اس ضمن میں جتنا بھی ہم دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اتنا ہی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور شان و شوکت بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ بعض مصلحین سے تو اتنا بھی نہیں ہو سکا۔ کہ غلامی کے خلاف ایک لفظ بھی اپنی ساری عمر میں کہہ سکیں۔ بعض نے آواز تو اٹھائی۔ مگر عملاً کچھ نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ دنیا کے حالات بدلتے بدلتے لوگوں نے خود غلامی کو خیرباد کہنا شروع کر دیا۔ پس اگر کوئی آج غلامی کے خلاف کچھ کہتا ہے۔ تو یہ اس کی خوبی نہیں۔ ساری مہذب دنیا اس سے بیزار ہو چکی ہے۔ گو عملاً دوسری شکل میں غلامی کی بدترین مثالیں آج کل کی مہذب اقوام میں بھی موجود ہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ عقلاً و قولاً ہر تعلیم یافتہ شخص غلامی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور در اصل وہ ایسا کرنے پر مجبور ہے۔ لیکن اس زمانہ میں جبکہ غلام ایک زمیندار کے لئے ایسے ہی تھے۔ جیسے اس کے مال مویشی۔ اور ایک تاجر کے لئے اس کا مال تجارت۔ اس وقت اس قسم کی آواز اٹھانا ناممکنات میں سے ایک "کارے دارد" والا معاملہ تھا۔ افلاطون جیسا عقلمند انسان اپنی مشہور کتاب Republic میں غلاموں کا ذکر تک کرنے سے پرہیز کرتا ہے۔ بلکہ اپنی کتاب میں جو دنیا کا بہترین نمونہ اپنے خیال کے مطابق پیش کرتا ہے۔ اس میں ایک ایسی قوم تجویز کرتا ہے۔ جو سب سے ادنیٰ ہے۔ اور غلاموں کی طرح ذلیل ہے۔ ارسطو جیسا عظیم الشان فلاسفر جس کے سامنے یورپ اب تک اپنا سر جھکائے ہوئے ہے اپنے زمانہ کے حالات سے اتنا متاثر نظر آتا ہے۔ کہ نہ صرف یہ کہ خود غلامی کے خلاف آواز ہی نہیں اٹھاتا۔ بلکہ اگر کوئی آواز مخالفت میں اٹھائی جاتی ہے۔ تو وہ غلامی کی حمایت کرتا ہوا اسے نہایت ہی ضروری اور مفید چیز بتاتا ہے۔ قانون قدرت سے ایسی مثالیں تلاش کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے جس سے غلامی کی عملاً تائید ہو۔ Demosthenes چاہتا ہے کہ سارے غلام athens میں ہی آکر فروخت ہوا کریں۔

رومی اور غلام

رومیوں نے جو مظالم غلاموں پر سینکڑوں سال تک روا رکھے ان کے بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں Cato جیسا بڑا آدمی غلاموں پر نہایت ہی ظلم کیا کرتا تھا۔ البتہ Cicero کا اپنے غلام Tiro سے اچھا سلوک تھا۔ اور اس نے اسے آزاد بھی کر دیا تھا۔ اسی طرح اس کے شاگرد Younger Pliny کا سلوک اپنے غلام سے Zosimus سے بھی اچھا بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن رومی عام طور پر غلاموں کو اپنے مالی فائدہ کی خاطر آزاد کیا کرتے تھے۔ اور رواج کے مطابق مالک کا غلام کے آزاد ہو جانے پر بھی کچھ نہ کچھ حق باقی رہتا تھا۔ اور آزاد شدہ غلام دوسروں کے مقابلہ میں کم حیثیت کے لوگ شمار ہوتے تھے۔ پارلیمنٹ کے ممبر نہ ہو سکتے تھے۔ نہ وہ عدالت کر سکتے تھے۔ عام طور پر ان کو فوج میں بھی بھرتی نہیں کیا جاتا تھا ؛

Seneca کے متعلق یہ کہا جاتا ہے۔ کہ زمانہ حال کے لوگوں میں سے کسی نے اس سے زیادہ وضاحت سے غلامی کی لعنت کو محسوس نہیں کیا۔ اس نے بے شک غلامی کے خلاف لکھا ہے۔ مگر ایک بات یاد رکھنی چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ Seneca خود آٹھ سال تک جلاوطن رہا تھا۔ اور اس طرح اسے معلوم تھا۔ کہ غلاموں کو کیا تکالیف پیش آتی ہیں۔ نیز وہ ایک سیاسی قسم کا آدمی تھا Nero نے جب اپنی ماں کو قتل کیا تو Seneca نے اس فعل کی زور سے تائید کی۔ اور آخر خود بھی خودکشی کرنے پر مجبور کیا گیا ؛

امریکہ اور غلامی

امریکہ میں غلامی کو مٹانے والا سب سے بڑا آدمی ...... Abraham Lincoln خیال کیا جاتا ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں۔ کہ اس نے غلامی کے خلاف بہت جدوجہد کی ہے۔ اور اس میں وہ کامیاب بھی ہو گیا ہے۔ مگر اس کے دو فقرے بہت قابل غور ہیں۔ اور ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی اصل غرض غلامی مٹانا نہ تھی۔ اور یہ بھی کہ غلامی کا مٹ جانا خود زمانہ کی رو سے تھا۔ اس کے دو فقرے میں یہاں درج کرتا ہوں :-

"میرا اصل مقصد اتحاد کو قائم رکھنا ہے۔ نہ کہ غلامی کو دور کرنا اگر میں بغیر کسی ایک غلام کو آزاد کئے اتفاق قائم رکھ سکتا۔ تو میں ایسا ہی کرتا"

سلطنت برطانیہ اور غلام

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ امریکہ سے پہلے بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ تمام ملکوں سے پہلے سینکڑوں سال کی کوشش کے بعد اور عام تعلیم اور تہذیب کی ترقی کی وجہ سے سلطنت برطانیہ نے کروڑوں روپیہ معاوضہ دے کر سنہ ۱۸۳۴ و ۳۶ء میں غلامی کو کلیتہً مٹا دیا تھا ؛ (یہ وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کا وقت ہے۔ کہتے ہیں۔ اس وقت ۷۷۰۲۸۰ غلام برطانیہ نے آزاد کئے)

مسیحیت اور غلام

یسوع مسیح جسے آج کل کی مہذب اقوام خدا اور خدا کا بیٹا تسلیم کرتی ہیں۔ اپنی ساری عمر میں کسی موقع پر ایک لفظ بھی ایسا منہ سے نہیں نکالتا۔ جس سے غلاموں کی ذرہ بھر دلداری ہو ؛

Saint Paul جو عیسائیت کا دوسرا بانی یقین کیا جاتا ہے۔ دنیا کے ایک بہت بڑے حصے میں پھرتا ہے۔ غلاموں کی حالت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ مگر حیرت ہے کہ وہ ایک لفظ بھی ایسا نہیں کہتا۔ جس سے غلامی کی نفرت پائی جائے کجا یہ کہ وہ کسی غلام کو خود آزاد کرے۔ حالانکہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس کے پاس ایک غلام موجود تھا۔ عیسائی مصنفین انگشت بدندان ہیں۔ کہ ان عظیم الشان بزرگوں نے کیوں اس مسئلے پر روشنی نہیں ڈالی حتیٰ کہ وہ اس بات پر مجبور ہوئے ہیں۔ کہ اس خاموشی کی وجوہات تلاش کریں L. D. Agate M. A. اور J. K. Ingram L. L. D. جو بہت بڑے پایہ کے مشہور اور مستند عیسائی مصنف ہیں۔ یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ کہ اس خاموشی کی بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ اگر غلامی کو اس زمانہ میں مٹانے کی کوشش کی جاتی۔ تو تمدن یک لخت برباد ہو جاتا۔ اور دنیا کا سارا ہی سلسلہ درہم برہم ہو جاتا ؛

ہندوازم اور غلامی

منوجی کے نزدیک جسے ہندوؤں کے ماننے ہوئے ایک بہت بڑے واضع قانون ہیں۔ سات بناء پر غلام بنایا جا سکتا ہے۔ غلاموں کو اپنی جگہ پر رکھنے کے لئے وہ ایک باقاعدہ اور مفصل ضابطہ بھی مقرر کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ غلام بیوی اور بیٹی کی طرح جائداد کا مالک نہیں بن سکتا۔ اور یہ کہ شودر آزاد کئے جانے پر بھی غلامی سے الگ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان کی فطرت میں غلامی رکھی گئی ہے ؛

یہودیت اور غلامی

یہودیوں کی کتب طالمود اور مشنہ میں یہودی غلاموں کے متعلق بہت سی رعایات رکھی گئی ہیں۔ اور مالک کا یہ فرض قرار دیا گیا ہے کہ یہودی غلام کو ایسا ہی کھلائے پلائے۔ جیسا کہ مالک خود کھاتا پیتا ہے۔ مگر ایک غیر یہودی غلام کے متعلق مالک کا فرض ہے کہ وہ عام طور پر اسے آزاد نہ کرے۔ بلکہ اسے چاہیئے۔ کہ وہ اپنی اولاد کے لئے غلام کو بطور ورثہ کے چھوڑ جائے ؛

اسلام اور غلامی

اب اس کے ساتھ اس سلوک کا مقابلہ کیجئے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں سے کیا۔ ایک طرف تو حُسن سلوک کی تعلیم ایسی واضح اور مکمل دی ہے۔ کہ ہر شخص اور ہر زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے اس میں کسی قسم کی کمی نہیں نظر آتی۔ دوسری طرف عملی طور پر دنیا کے سامنے ایسا اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر کسی کے وہم وگمان میں بھی کچھ نہیں آسکتا۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ واقعہ میں آپ ہر رنگ میں ایک نرالی شان اپنے اندر رکھتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سینکڑوں نہیں۔ ہزاروں سال سے جو قوم مظلوم اور غلام چلی آتی تھی اس پر ایسی شفقت فرمائی۔ کہ ہمیشہ ہمیش کیلئے اسے اپنا گرویدہ بنا لیا اور دشمن بھی آپ کے اس حُسن سلوک کے معترف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غلاموں نے سخت سے سخت تکالیف اور مصائب اُٹھانا پسند کیا۔ مگر یہ گوارا نہ کیا کہ آپ سے ایک منٹ کے لئے بھی الگ ہوں ؀

غلاموں سے حُسن سلوک کی مثالیں

اب میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن سلوک کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں: حضرت ابو ذر رضؓ نے ایک دفعہ اپنے غلام کو بُرا بھلا کہا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی۔ تو آپؐ نے ابو ذر رضؓ سے فرمایا۔ "تم میں اب تک جہالت باقی ہے۔ یہ غلام تمہارے بھائی ہیں خدا نے تم کو ان پر فضیلت عطا کی ہے۔ اگر وہ تمہارے مزاج کے موافق نہ ہوں۔ تو ان کو فروخت کر ڈالو۔ خدا کی مخلوق کو ستایا نہ کرو۔ جو خود کھاؤ وہ ان کو کھلاؤ۔ اور جو خود پہنو۔ وہ ان کو پہناؤ۔ ان کو اتنا کام نہ دو جو وہ نہ کر سکیں۔ اور اگر اتنا کام دو۔ تو خود بھی ان کی مدد کرو۔ ایک شخص کے اصرار کے ساتھ پوچھنے پر آپؐ نے فرمایا۔ غلاموں کا قصور ہر روز ستر مرتبہ معاف کیا کرو ؀

ایک دفعہ ابو مسعود انصاری اپنے غلام کو مار رہے تھے پیچھے سے آواز آئی۔ ابو مسعود! تم کو جس قدر اس غلام پر اختیار ہے۔ خدا کو اس سے زیادہ تم پر اختیار ہے۔ انھوں نے مڑ کر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ انھوں نے دیکھتے ہی کہا۔ یا رسول اللہ! مَیں نے اس غلام کو آزاد کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم ایسا نہ کرتے تو آتش دوزخ تم کو چھو لیتی ؀

ایک دفعہ دیکھا۔ کہ ایک آدمی سوار ہے۔ اس کا غلام اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس کو اپنے پیچھے بٹھا لو۔ کیونکہ یہ تمہارا بھائی ہے۔ اس کی روح بھی تمہاری روح کی طرح ہے۔

ایک دفعہ آپؐ نے ابو الہیثم رضؓ کو ایک غلام دیا۔ اور نصیحت کی کہ اس سے نیک سلوک کرنا۔ ابو الہیثم غلام کو گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت کی ہے کہ اس سے حُسن سلوک کرنا۔ بیوی نے کہا۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے آزاد کر دیا جائے۔ چنانچہ ابو الہیثم نے اسی وقت غلام کو آزاد کر دیا۔

ایک دفعہ زنباع نے اپنے غلام کا ناک کاٹ ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا۔ آپؐ نے غلام سے فرمایا۔ جا تو آزاد ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلعم! میں کس کا مولیٰ کہلاؤں۔ یعنی میرا سرپرست اور مددگار کون ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ اور اس کا رسول۔ چنانچہ جب تک آپ جیتے رہے۔ اس کی امداد فرماتے رہے

آپ کی جوانی کا واقعہ ہے۔ جب آپ کی شادی حضرت خدیجہ رضؓ سے ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال کی تھی۔ جوانی کی عمر میں انسان کا دماغ حکومت کے خیالات سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ مگر جب حضرت خدیجہ رضؓ نے اپنا سب مال اور سب غلام آپ کے سپرد کر دئے۔ تو آپ نے سب سے پہلا کام یہ کیا۔ کہ اپنے سب غلاموں کو آزاد کر دیا ؀

رسول کریم نے کتنے غلام آزاد کئے

مواہب اللدنیہ میں بہت سارے غلاموں اور لونڈیوں کا نام لکھ کر (جن کو آپؐ نے آزاد کر دیا تھا) ابن جوزی کی سند پر یہ لکھا ہے۔ کہ آپ نے تینتالیس غلام اور گیارہ لونڈیوں کو آزاد کیا۔ بعض مورخوں نے اس سے بھی زیادہ تعداد لکھی ہے۔ برطانیہ نے اٹھارہویں صدی میں یہ قانون پاس کیا۔ کہ جو غلام وہاں آئے۔ وہ آزاد ہو جائیگا مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرہ سو سال پہلے اس قانون پر عمل کر کے دکھایا۔ کہ جو کوئی غلام آپ کی ملک میں آیا۔ آپؐ نے فوراً اسے آزاد کر دیا ؀

جنگی قیدی

جنگی قیدیوں کے ساتھ جو سلوک اسلام سے پہلے کیا جاتا تھا۔ اور جو مظالم مہذب اقوام آج کل کرتی ہیں۔ ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگی قیدیوں کو اکثر آزاد کر دیا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے وقت جن اشقیٰ آدمیوں نے مقابلہ کیا تھا۔ اور جو گرفتار کر لئے گئے۔ سب کے سب آزاد کر دیئے گئے ؀

قوم ہوازن کے چھ ہزار قیدی جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ کل کے کل بغیر فدیہ لئے آزاد کر دئے گئے ؀

بطور کفارہ غلاموں کی آزادی

پھر آپؐ نے کفارہ کے طور پر غلاموں کی آزادی کی راہ کھول دی اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو غلطی سے مار ڈالے تو غلام آزاد کرے۔ بیوی کو اگر کوئی شخص ماں کہے تو غلام آزاد کرے۔ اگر قسم پوری نہ کرے۔ تو غلام آزاد کرے۔ جو شخص روزہ رکھ کر توڑے اس کے لئے بھی یہ حکم ہے۔ کہ غلام آزاد کرے۔ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پوچھا حضور وہ عمل بتائیں جو مجھے جنت کے قریب کر دے۔ اور دوزخ سے دُور کرے۔ آپؐ نے فرمایا۔ غلام آزاد کر اور گردن چھڑا۔ پھر فرماتے ہیں۔ سب سے پیارا عمل خدا کے نزدیک غلام آزاد کرنا ہے۔ پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کے خاص حکم کے ماتحت حکومت کا یہ فرض قرار دیا ہے کہ صدقات کے روپے کا ایک حصہ غلاموں کے آزاد کرنے میں صرف کیا جائے ؀

آزاد شدہ غلاموں کا درجہ

یہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ پہلے زمانے میں یورپ کی اقوام غلاموں کو آزاد کرنے کے بعد بھی کم حقیقت اور ذلیل ہی سمجھتی تھیں۔ آج کل کی مہذب اقوام میں غرباء اور مزدوروں کا درجہ پہلے زمانہ کے غلاموں سے بھی بدتر ہے۔ لیکن رسول کریمؐ نے تیرہ سو سال پہلے غلاموں کے ساتھ جو حُسن سلوک کیا ہے۔ اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں کسی جگہ نظر نہیں آتی۔ آپؐ نے فرمایا۔ فلا تدعوھم کَلًّا علی النّاس۔ یعنی غلاموں کو آزاد تو کرو۔ مگر ایسی حالت میں مت چھوڑو کہ وہ لوگوں پر بوجھ ہوں۔ یعنی ان کو روپیہ وغیرہ دیکر یا کوئی صنعت و حرفت سکھلا کر اپنے پاؤں پر کھڑا کرو۔ تا وہ لوگوں کی نظروں میں کسی طرح ذلیل نہ ہیں۔ اور وہ خود بھی اپنے آپ کو ذلیل نہ سمجھیں۔ چنانچہ آپؐ نے بہت سا مال اس غرض کے لئے خرچ بھی کیا۔ بعض لونڈیوں کو آزاد کر کے ان کے نکاح کا حکم دیا۔ اور خود بھی اس پر عمل کیا۔ غلاموں کو بڑے بڑے عہدے بھی دئے جاتے تھے۔ چنانچہ اسامہ رضؓ کو جو حضرت زید رضؓ کے بیٹے تھے۔ خود آنحضرت صلعم نے ایک فوج کا افسر بنایا۔ سب سے بڑھکر یہ بات قابل ذکر ہے کہ آپؐ نے خود غلاموں اور ان کے آقاؤں کی ذہنیت کو ایسا بدل دیا کہ غلام اپنے آپ کو غلام نہ سمجھیں۔ اور آقا اپنے آپ کو آقا سمجھ کر غلاموں پر کسی قسم کی فوقیت نہ رکھیں۔

امام بخاری نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا:۔ لا یقل احدکم عبدی امتی ولیقل فتای وفتاتی۔ یعنی تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ اے میرے غلام اے میری لونڈی بلکہ یہ کہے اے میرے فتا اے میری فتاۃ آپ بادشاہ تھے۔ اور بادشاہ غلام رکھا ہی کرتے تھے۔ پھر روحانی رتبے کی وجہ سے بڑے بڑے لوگ آپ کی غلامی کو فخر بھی سمجھتے تھے۔ اگر آپ چاہتے تو لاکھوں انسانوں کو اپنا غلام بنا سکتے تھے۔ مگر آپؐ نے یہ گوارا نہ کیا کہ انسان سے انکی انسانیت چھین لی جائے۔ بلکہ عبد کے لفظ کا استعمال بھی منع فرما کر ایک طرف تو آپؐ نے انسانوں کو انسان بنایا۔ دوسری طرف انسانوں کو خدا بننے سے باز رکھا۔ تا وہ اپنے پیدا کرنیوالے کو بھول نہ جائیں ؀

بن مانگے حقوق دینا

آجکل کے زمانہ کے تعلیم یافتہ لوگ اپنے حقوق کے لئے میموریل پیش کرتے ہیں اور طرح طرح کے فتنہ و فساد پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی عام طور پر ان کے حقوق انہیں نہیں دئے جاتے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کوئی ایڈریس نہیں پیش کرتا۔ کوئی وفد مطالبہ کرنے نہیں جاتا۔ آپ خود بخود بن مانگے مظلوموں کو ان کے حقوق دیتے ہیں۔ اور ایسے رنگ میں انکی حمایت کرتے ہیں کہ وہ خود بھی ایسا نہ کر سکتے۔ کیا یہ اس لئے نہیں کہ آپ رحمۃ للعالمین ہو کر آئے تھے۔ اور اس رب کی طرف سے آئے جو رب العالمین ہے۔ امیروں کا ہی نہیں بلکہ غریبوں کا بھی خدا ہے ؀

غلاموں سے سلوک کے متعلق وصیت

آپؐ فرماتے ہیں۔ میرے دوست جبریل نے غلاموں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنے کے لئے مجھے اس قدر وصیت کی کہ میں سمجھتا ہوں کہ آیندہ کوئی غلام نہیں بنانا چاہیئے

غلامی پر فخر

پھر آپ فرماتے ہیں قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر خدا کی راہ میں جہاد اور حج اور ماں کے ساتھ نیکی نہ ہوتی تو میں پسند کرتا کہ میں غلامی کی حالت میں ہی مروں۔ آجکل کے مہذب علماء اور امراء ان الفاظ کو غور سے پڑھیں۔ وہ غریبوں کے ساتھ مل کر خدا کے حضور حاضر ہونے سے بھی عار کرتے ہیں۔ اور اپنی عبادت گاہیں بھی غریبوں سے دور اور الگ بناتے ہیں اپنے نوکروں اور خادموں کو ہر وقت اپنے خادمانہ لباس ہی میں دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ مگر وہ جو بادشاہوں کا بادشاہ اور شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے۔ جس کے آگے ساری دنیا کا سر خم ہے۔ جس کی غلامی کو کروڑوں انسان اپنے لئے فخر کا باعث سمجھتے ہیں۔ ایسی فروتنی اختیار کرتا ہے کہ صرف یہ کہ کبھی اس نے

یافا (فلسطین) کی ایک مشہور اہل قلم خاتون کا جو فتاۃ الحریۃ (آزادی کی بیٹی) کے نام سے عربی اخبارات میں معرکۃ الآرا مضامین لکھتی ہیں۔ عزیزم مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس کے ذریعہ الفضل کے خاتم النبیین نمبر کے لئے عربی میں مضمون موصول ہوا۔ جس کا ترجمہ شائع کیا جاتا ہے۔

(ایڈیٹر)

میرے خیال میں بھی یہ بات نہ آسکتی تھی۔ کہ میں ایسی خوش قسمت ہو سکتی ہوں۔ کہ "الفضل" جیسے اخبار میں جو کہ دین کی خدمت کے لئے ہندوستان میں بہترین اخباروں میں سے سمجھا جاتا ہے۔ کوئی آرٹیکل لکھوں۔ مگر مولوی جلال الدین صاحب شمس نے مجھے یہ عزت بخشی ہے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے ایک خط لکھکر تحریک کی۔ کہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کچھ لکھوں۔ میں مولوی موصوف کی تحریک کو پورا کرنا اور اس موضوع پر کچھ لکھنا اپنا فرض سمجھکر مندرجہ ذیل چند باتیں ہدیہ قارئین کرام کرتی ہوں۔

ان امور میں سے جو کہ ہر ایک انسان کو خواہ وہ شرقی ہو۔ یا غربی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابی۔ شجاعت و علم۔ صبر و ثبات دلیری و عفو وغیرہ وغیرہ ہیں۔ حیرت میں ڈالنے والے ہیں۔ کیونکہ آپ ایسی اقوام کے لئے مبعوث ہوئے۔ جن کے مذہب۔ عادات اور اخلاق الگ الگ۔ علاوہ اس کے وہ خونریزی اور قتل و غارت اپنا شغل سمجھتی تھیں۔ ساتھ ہی وہ ایسی جہالت میں مبتلا تھیں۔ کہ معمولی معمولی باتوں کو سمجھنے کی بھی عقل نہ رکھتی تھیں۔

عرب لوگوں کے برُے رواجوں میں سے ایک یہ بھی تھا۔ کہ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ اس عار سے کہ وہ بڑی ہو کر ان کے لئے شرمندگی کا موجب ہوگی۔

ایسی قوم میں تبلیغ کرنا بہت بڑی قوت قدسی چاہتا تھا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکیلے ہونے کے باوجود ایسی کامیابی حاصل کی۔ جس کے متعلق غیر مسلم لوگوں کو اقرار کرنا پڑا۔ کہ آپ کو جو کامیابی ہوئی اس کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے مبعوث ہوئے۔ کہ لوگوں کو واحد خدا کی طرف بلائیں۔ اور ان معبودان باطلہ سے جن سے نہ کوئی فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ نہ نقصان۔ نجات دیں۔ جیسے قرآن شریف کے ان الفاظ سے پتہ لگتا ہے۔ يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا۔

غرض محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لئے مبعوث ہوئے۔ کہ ظلم و جہل کفر و عصیان۔ بغاوت و شقاق کے ستونوں کو توڑ کر ان کی جگہ اسلام مساوات و اخوت۔ علم و عرفان۔ توحید و اطاعت۔ فرمانبرداری و محبت قائم کریں۔ اور آپ نے اس دنیا سے کوچ نہیں کیا۔ جب تک ان تمام اعلےٰ مقاصد کو حاصل نہ کر لیا۔ اور ایسی صورت میں حاصل کیا۔ کہ اپنے وقت کے لئے بھی اور آج کل کے لوگوں کے لئے بھی موجب حیرت ہوگیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ قرآن کریم ایسی کتاب دنیا کو حاصل ہوئی۔ جس سے بڑھ کر کوئی معجزہ دنیا میں نہ آیا۔ اور نہ آسکتا ہے اس میں وہ احکام الٰہیہ بیان کئے گئے ہیں۔ جن کے ذریعہ بنی آدم کی گردنوں کو اس بوجھ سے آزاد کیا گیا۔ جس کے نیچے آدم علیہ السلام کے زمانہ سے دبی ہوئی تھیں۔ اور جن کے ذریعہ دلوں کی کدورت کو مٹا کر اس کی جگہ اخوت اور محبت کو قائم کر دیا۔ یہ وہی کتاب ہے جس پر عمل کرنے سے پہلے لوگ میدان عمل میں آگے بڑھ گئے۔ اور جسے چھوڑ دینے کی وجہ سے ہم پیچھے رہ گئے۔

یورپین لوگوں نے اس امر کو محسوس کر کے اس پاک کتاب کا اپنی زبانوں میں ترجمہ کرنا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان میں سے عقلمند اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ یا کم از کم اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کرنے لگے ہیں۔ اگر قرآن شریف میں اور کوئی خوبی نہ بھی ہوتی۔ سوائے نماز روزہ۔ زکوٰۃ و حج کے تو بھی یہ کتاب تمام دنیا کے لئے راہنمائی کے لئے کافی تھی۔

ہندوستان کے بین الاقوام جھگڑوں کو دیکھکر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ کیا ابھی تک وہ وقت نہیں آیا۔ جبکہ یہ لوگ ان باتوں کو دور کرنے کے لئے کوشش کریں۔

میرے نزدیک اتحاد کا طریق بہت ہی آسان ہے۔ کوئی قوم دنیا میں ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک آپس میں اخوت و اتحاد پیدا نہ کرے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ يد الله على الجماعة۔ کہ خدا جماعت کو مدد دیتا ہے اور فرمایا۔ لا تختلفوا فان من كان قبلكم اختلفوا فهلكوا۔ آپس میں اختلاف مت پیدا کرو۔ کیونکہ وہ لوگ جو تم سے پہلے تھے۔ آپس میں مختلف ہوگئے پس وہ ہلاک ہوگئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوبیاں تو بے شمار ہیں۔ مگر میں بطور نمونہ مندرجہ بالا الفاظ پر اکتفا کرتی ہوئی اپنے مضمون کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اور سلام بھیجنے کے ساتھ ختم کرتی ہوں۔

از محترمہ سکینۃ النساء صاحبہ قادیان

حضرت یوسف علیہ السلام جو بلاشک و شبہ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ اور پاکدامن نبی تھے۔ عورتوں ہی کی مہربانی سے کئی برس تکالیف اٹھاتے رہے۔ اور عورت کا ہی ہاتھ تھا۔ جس نے انھیں قید و بند کی تکالیف میں ایک وقت تک مبتلا رکھا۔ ہمارے خواجۂ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ عورتوں کی طرف سے راحت و آرام ملا۔ مثلاً ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہرا وغیرہ نے اسلام کے پھیلانے میں اور دین حنیف کو تقویت دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کی طرف سے حضرت یوسفؑ سے بھی زیادہ تکالیف دی گئیں۔ مثلاً اوائل اسلام میں حضورؐ کا دعوئے نبوۃ سننے پر حضرت سرور کائنات کی چچی ابولہب کی بیوی نے حضرت والا شانؐ کو جو جو دکھ دیئے۔ اور جس طرح جان لینے کے در پئے رہی۔ اس کی مثال آجتک کسی اور جگہ نہیں پائی گئی۔ پھر متعدد بار زہر عورتوں نے ہی کھانے میں دینے کی کوشش کی۔ اور دیا۔ کئی بار راستہ میں کانٹے رکھدیئے۔ کہ پاؤں میں چبھیں۔ اور حضورؐ کو اذیت پہنچے۔

ہندہ زوجہ ابوسفیان بھی آپؐ کی ایک چچی تھی۔ جس نے محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھ دینے کے لئے آپؐ کے عزیز رشتہ دار حضرۃ حمزہ رضی اللہ عنہ کا بعد شہادت کلیجہ نکال کر چبا یا۔ مگر اس رحیم و کریم انسان کی شفقت دیکھئے۔ کہ ہندہ جب مسلمان ہو کر آئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ مگر زبان سے کچھ نہ فرمایا۔ اور پھر معاف کر دیا

عرب ایسی جنگ جو قوم کی عورتوں کے جھگڑے روزانہ ہی ہوتے رہتے تھے۔ مگر شفیق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو یہی فرمایا عورت کی پیدائش ٹیڑھی پسلی سے ہے۔ اگر اسے زور سے سیدھا کرنا چاہو گے۔ تو ٹوٹ جائے گی۔ کئی دفعہ یہود اور نصاریٰ کی عورتوں نے اذیت دینے اور رنج پہنچانے کے مختلف طریقے اختیار کئے۔ لیکن جب انہی عورتوں کو سردار دو جہان کے پہچاننے کی توفیق ملی

تو انھوں نے اپنے لخت جگر اپنے عزیز ترین رشتہ دار اس غمخوار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا کرنے میں اپنی فلاح اور بہبودی سمجھی۔

عورتوں کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسا اعتماد اور اعتبار تھا۔ کہ اپنے مخفی راز اور گھروں کے متعلق مختلف مشورے آپؐ سے لیتیں۔ جنگوں میں ساتھ جاکر ضروری خدمات بجا لاتیں۔

یہ کمال طاقت نبوی تھا۔ عورتیں جنھوں نے اپنی جہالت اور ناقص العقلی کے باعث یوسف ایسے بے مثال نبی کو قید و بند کی تکالیف میں مبتلا کر دیا تھا۔ ان کی اس وقت کایا پلٹ نہ سکتی تھی۔ جب تک کامل مظہر اور بے شمار صفات کا مالک ہادی۔ پانچ ہزار قدوسیوں کا سردار اپنے مددگار فرشتوں کے ساتھ ان کی راہنمائی نہ کرتا؟

ع دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

از محترمہ سیدہ فضیلت صاحبہ سیالکوٹ

اہل عرب کی حالت

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شرف انسانی کا کامل نمونہ ہوتے ہوئے نقیروں کے لئے فخر ہیں۔ تو شاہوں کے لئے رہبر کامل۔ اگر بادشاہ حقیقت میں رعایا کا خادم ہے۔ اور منصب شاہان فکر رعایا قیام امن اور انسداد فتنہ ہے۔ تو یقیناً یقیناً شاہ عرب شہنشاہ شاہان ہیں۔ جنھیں سلطنت اس وقت تفویض ہوئی۔ جب دنیا ادب وتہذیب سے بہت دور تھی۔ اور اس ملک سے ابتدائے سلطنت شروع ہوئی۔ جس نے کبھی کوئی باقاعدہ حکومت قبول نہ کی تھی۔ جس کا ہر فرد بجائے خود حاکم تھا۔ ہر ایک کی تلوار بے نیام خون انسان سے سرخپوش رہتی۔ جن کا فخر مر نا مارنا اور بیماری سے مرنا عار تھا جو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ زخمی کی جان زخم کے راستے اور بیمار کی جان ناک کے راستے نکلتی ہے۔ جسے کوئی پسند نہ کرتا۔ جن کا ملک بے گیاہ اور پیشہ غارت گری تھا۔ جن کا فخر قبیلہ وساتھی کا ساتھ دینا تھا۔ نہ کہ مظلوم ومحروم کی حمایت کرنا جن کا مشغلہ شراب، قمار تھا۔ زن وغلام پر وہ ظالمانہ تصرف کہ جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ان بے نظیر مظالم کے انسداد کے لئے خدا تعالےٰ نے اس بے نظیر شاہ عادل کو مملکت کے لئے منتخب کیا۔ جس کے عزم واستقلال کے آگے ظلم وستم کے سنگلاخ پہاڑ اور لوٹ وغارت گری کے بے پایاں سمندر ہیچ تھے۔ یہ ہمدرد ملک وقوم اصلاح قوم میں ان مظالم کا نشانہ بنا کہ تاریخ دنیا جن کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔

جب دفاعی طور پر اور قیام امن کے لئے یہ کہتے ہوئے کہ الفتنۃ اشد من القتل۔ آپ تلوار پکڑتے ہیں۔ تو نظام جنگ اور جانثار سپاہ جو ایک لائق جرنیل اور ایک صائب الرائے بادشاہ کی قابلیت کا ثبوت ہے یہ نمونہ پیش کرتی ہے۔ کہ تین سو فاقہ زدہ بے سامان فوج ایک ہزار جنگ جو اور مسلح فوج کے مقابلہ میں فتح ونصرت کے پرچم اڑاتی نظر آتی ہے۔

خطرناک دشمنوں کو معافی

پھر یہ فاتح عرب جب اپنے خطرناک دشمنوں پر غلبہ پاتا ہے۔ تو لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء تم پر کچھ الزام نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو فرماتا ہے۔

قیام امن

فاتح ہونے کی حیثیت میں آپ تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اے قوم قریش اب جاہلیت کا غرور اور قوم کا بے جا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں۔ اور آدم مٹی سے بنا۔ تمام مفاخر۔ تمام انتقام وخونبہا میرے قدموں کے نیچے ہیں۔

رعایا پروری

پھر مساوات، رعایا پروری کا وہ نمونہ پیش کیا۔ کہ ماضی تو کیا مستقبل میں بھی تیرہ سو سال سے کوئی مہذب سے مہذب قوم پیش نہ کر سکی۔

شاہ عرب کے آگے ڈھیروں مال پڑا ہے۔ لشکر ورعایا میں تقسیم ہو رہا ہے مگر اپنے گھر میں چند اشرفیاں باقی ہیں۔ تو شاہ عرب انھیں تقسیم کئے بغیر اس لئے رات نہیں گزارتے کہ میری رعایا میں رات فاقہ کش بھی ہونگے۔ اور میں گھر میں اشرفیاں رکھکر آرام کروں یہ ناممکن ہے۔ تخت زرنگار پر نہیں۔ قدرتی فرش پر دربار شاہانہ منعقد ہے۔ سرفروش وجاں نثار درباری گردن جھکائے تصویر ادب بنے بیٹھے ہیں۔ رعب شاہی آنکھ اٹھانے نہیں دیتا۔ کہ بے دربان در سے فلاکت زدہ گروہ اپنی خستہ حالی دکھلانے کے لئے سامنے آتا ہے۔ فخر موجودات کا دل رقت سے بھر آتا ہے۔ دلکش نگاہیں اٹھتی ہیں۔ دہن مبارک سے چند الفاظ نکلتے ہیں۔ کہ درباری ولشکری اپنے اپنے گھروں سے لاکر جنس ومال کا ڈھیر جمع کر دیتے ہیں۔ فلاکت رسیدہ دربار شاہ سے مالا مال لوٹتے ہیں۔ مگر شاہ ودرباریوں کے لباسوں میں پیوند لگے ہیں۔

مذہب میں آزادی

اطراف ملک میں سپاہ قیام امن او اطلاع حالات کے لئے پھیلائی جاتی ہے۔ مگر تاکید ہے۔ کہ جب تک کوئی حملہ نہ کرے۔ تلوار نہ اٹھانا۔ اور لوٹ غارت یا رشوت وغیرہ کو مباح نہ سمجھنا۔ گو شاہ اسلام کی پاک تعلیم اور اسوۂ حسنہ سعید روحوں کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ اور قبیلوں کے قبیلے۔ علاقوں کے علاقے داخل اسلام ہو رہے ہیں۔ مگر لا اکراہ فی الدین (یعنی دین میں جبر نہیں) کا حکم مسلم وغیر مسلم کو آغوش شاہ میں فرمانبردار بیٹے کی طرح بٹھا رہا ہے۔ غیر مسلم کے مال وجان ہی کی حفاظت نہیں ان کے عبادت خانوں کی حفاظت اپنے ذمہ تھی۔ بلکہ اپنی مساجد ان کی عبادت کے لئے کھلی تھیں۔ جہاں بھی تلوار اٹھائی۔ مظالم سے تنگ آکر دفاعی طور پر اٹھائی۔ کیونکہ عرب کا چپہ چپہ ان کے خون کا پیاسا اور صفحہ ہستی سے مٹا دینے کی قسم کھائے ہوئے تھا۔

مخلوق کی بھلائی

جس علاقے کی طرف رخ کیا۔ جہاں داخل ہوئے اس دعا کے ساتھ کہ اے خدا ہم تجھ سے اس گاؤں کی اور اس گاؤں کے رہنے والوں کی اور اس گاؤں کی چیزوں کی بھلائی چاہتے ہیں۔ اور ان سب چیزوں کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ پھر قول کے مطابق عمل کی تاکید تھی سپاہ کو ضروری حکم تھا۔ کہ قیام وہاں کرنا۔ کہ بستی والوں کو تمہاری وجہ سے تکلیف نہ ہو۔ باغوں اور کھیتوں کو خراب نہ کرنا۔ جو مقابلہ پر آئے۔ اس سے لڑنا گوشہ نشینوں، عبادت خانوں میں بیٹھنے والوں بوڑھوں، بچوں اور عورتوں پر ہرگز تلوار نہ اٹھانا۔ جو اطاعت قبول کریں۔ انھیں امان دینا۔ جب زکوٰۃ اور صدقہ دے دیں۔ تو ان کے بہترین مال سے تعرض نہ کرنا۔ اور اور زکوٰت وصدقہ کو انہی کے امراء سے لے کر انہی کے غرباء میں تقسیم کر دینا۔

جنگی قیدیوں سے سلوک

ہر مغلوب ظالم کے متعلق حکم تھا جب غلبہ پاؤ۔ تو عفو سے کام لو۔ جنگی قیدیوں کے لئے جو سپاہ میں بغرض حفاظت تقسیم کر دیئے جاتے۔ حکم تھا۔ انہیں اچھی طرح رکھنا۔ آپ کے فرمانبردار اور جاں نثار سپاہیوں کا طرز عمل بعض قیدیوں کے بیان سے ظاہر ہے۔ کہ بسا اوقات گھر والے خود کھجوروں پر گزارہ کرتے۔ مگر ہمیں کھانا دیتے۔ پھر تاریخ اسلام کئی ایک ایسے واقعات پیش کرتی ہے۔ کہ عریاں اور نیم برہنہ قیدیوں کو لباس پہنا کر آزاد کیا گیا۔

کایا پلٹ گئی

غرضکہ شاہ یثرب نے عنان سلطنت ہاتھ میں لیتے ہی کایا پلٹ دی۔ تاریکی جہالت کو نور علم سے۔ باطل پرستی کو حق پرستی سے۔ نفس پروری اور خود غرضی کو ہمدردی سے۔ ظلم وتکبر کو عدل وانکساری سے۔ گستاخی وسرکشی کو ادب واطاعت سے اور فاقہ کشی کو آسائش سے بدل دیا۔ جہاں انسان۔ انسان سے محفوظ نہ تھا۔ وہاں شیر وبکری ایک گھاٹ پر پانی پینے لگے۔ جہاں خون انسان کی کوئی قدر نہ تھی۔ وہاں چرند وپرند کی حفاظت فرض ہو گئی۔ جہاں غلام کوڑی کوڑی کو بک کر نشانۂ ظلم بنتا تھا۔ وہاں غلاموں کو درجۂ سرداری ملا۔ جہاں عورت باعث عار تھی وہاں باعث رحمت اور محبوب ترین چیز ہو کر مقام ناز پر کھڑی کی گئی۔ جہاں مسافر لوٹے جاتے تھے۔ وہاں مسافر ومہمان کے لئے اپنے پیٹ کی روٹی وقف ہوئی۔ حالت مظلومیت میں جو فرمایا تھا۔ کہ صنعا سے حضر موت تک ایک شخص اکیلا سفر کرے گا۔ اور اسے سوائے خدا کے کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ پھر فرمایا۔ قادسیہ سے اکیلی عورت زیارت کعبہ کو آئیگی اور اسے سوائے خدا کے کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ یہ قول اس وقت کے حالات کے ماتحت ناممکن تھے۔ مگر چند سالوں میں جن کانوں نے یہ آواز سنی۔ ان کی آنکھوں نے یہ نظارے بھی دیکھ لئے۔

شاہوں کی اطاعت

یہی وجہ تھی۔ کہ یہود وعیسائیوں نے یہ حالات سن کر رعایا بننے کی درخواستیں کیں۔ یہ حالات سن کر قیصر روم نے دربار عام میں اقرار کیا۔ کہ اگر یہ سچ ہے۔ تو میری قدم گاہ تک اس کا قبضہ ہو جائیگا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ شاہ حبش نے بھی سر اطاعت جھکایا۔ غرضکہ شاہان ایران اور حبش وشام کے تحائف عقیدت بھرے الفاظ کے ساتھ شاہ عرب کے قدموں میں آنے لگے۔ مگر جب آپ شاہ ارض وسماء کے حضور حاضر ہونے کے لئے کوچ کیا۔ تو گھر میں دوسرے وقت کے لئے کھانا بھی نہ تھا۔ ہاں عدل وانصاف۔ محبت ومروت۔ زہد وقناعت۔ صبر ورضا۔ ہمدردی ومساوات کے بے شمار خزائن مخلوق خدا کی تاقیامت نہ ختم ہونے والی دعاؤں اور دنیا میں بے نظیر ترقی وکامیابی کا مبارک فخر لے کر دربار شاہ ارض وسماء میں حاضر ہو گیا۔

اللھم صل علی محمد وعلےٰ آل محمد وبارک وسلم

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک چادر اور ایک تہبند نکال کر ہم کو دکھائے۔ اور کہا۔ کہ ان دو کپڑوں میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تھی۔

(بخاری)

حضرت محمد صاحب کی زندگی کا آخری ورق

(از جناب پروفیسر ایچ ۔ سی کمار صاحب بی ۔ اے ۔ ایف ۔ ٹی ۔ ایس ۔ جائنٹ جنرل سکرٹری تھیوسوفیکل سوسائٹی ہند)

روزے کہ جزا از ہر صفت خواہد بود
قدرِ تو بقدرِ معرفت خواہد بود

در حسن صفت کوش کہ در روز جزا
حشر تو بصورتِ صفت خواہد بود

آخر وہ وقت آپہونچا۔ جو عالمگیر اخوت اور مساوات انسانی کی قطعی دلیل ہے۔ جب پیر و مرید ۔ شاہ و گدا ۔ فاتح و مفتوح ۔ حاکم و محکوم مرد و عورت بچے و بوڑھے تندرست و بیمار ۔ شاد و ناشاد ۔ سب کو ملک الموت کا حکم سر آنکھوں پر رکھکر ملکِ عدم کا راہگیر بننا پڑتا ہے۔

یہ سچ ہے ۔ کہ کل نفس ذائقۃ الموت ۔ تمام جانداروں کو موت کا شربت چکھنا ۔ اور تمام مسافروں کو موت کے گھاٹ اترنا پڑتا ہے ۔ گر صورت موت میں اختلاف ہے ۔ ایک موت ان کی ہے ۔ جو ایڑیاں رگڑتے اور دستِ تاسف ملتے جاتے ہیں ۔ کہ ؎

پہونچی نہ راحت ہم سے کسی کو بلکہ اذیت کوش ہوئے
جان پڑی تو عذاب شکم تھے مر کے عذابِ دوش ہوئے

اور جن کے انتقال پر ایک دنیا کو ایک گونہ خوشی کا احساس ہوتا ہے کہ خس کم جہاں پاک ۔ ؎

ظالمے را خفتہ دیدم نیم روز
گفتم ایں فتنہ ست خوابش بردہ بہ

آنکہ خوابش بہتر از بیداری است
ہم چو آں بد زندگانی مردہ بہ

اور ایک موت بدھ ۔ عیسیٰ ۔ محمدؐ ۔ ایسے خیر البشر وجودوں کی ہے ۔ جن کے سحر آمیز دم سے بندگانِ خدا کی محبت اور خلقِ خدا کی خدمتگذاری کی خوشبو اطرافِ عالم میں پھیلکر دنیا کے خارزار سے چمنستان کے نظارے پیدا کرتی ہے ۔ اور جن کے انتقال پر ہزارہا مرد و زن کو دلی ملال ہوتا ہے ۔ کہ ایک خیر محض ہستی جس کی زندگی بنی نوع انسان کے لئے نعمت تھی ۔ دنیا سے اٹھ گئی ۔

جب حضرت محمد صاحب کماحقہ اپنے مشن کو مکمل کر چکے ۔ تو آپ کو اطلاع پہونچی ۔ رخت سفر باندھ لو ۔ اب تمہیں اپنے خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۔

دس سال کے قلیل عرصہ میں جو عالیشان کامیابی حضرت محمد صاحب کو حاصل ہوئی ۔ اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی ۔ بدھ دھرم کی کامیابی راجہ اشوک کی حمایت سے ہوئی ۔ عیسائی مذہب کی کامیابی شاہ کانسٹنٹائن کی مدد سے ہوئی ۔ اور دونوں طول طویل عرصہ کے بعد ۔ مگر اسلام کی کامیابی خود آپ کے ذریعہ ہوئی ۔ اور اس کی سرعت ایسی تھی ۔ کہ اب تک حیرت پیدا کرتی ہے ۔ دس سال سے کچھ ہی زائد عرصہ ہوا تھا ۔ کہ آپ اکیلے ابوبکرؓ کی ہمراہیت میں مکہ سے جان بچا کر بھاگنے پر مجبور ہوئے تھے ۔ اب آپ سارے عربستان کے دینی اور دنیوی تاجدار ہیں ۔ اور غیر ممالک کے تاجدار آپ کی خدمت میں وفد پر وفد بھیج رہے ہیں ۔

غرض کہ آپ کی زندگی کے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے کوئی کمی باقی نہ تھی ۔

مرنے سے دس بارہ روز پہلے آپ علیل ہوئے ۔ آپ خوب جانتے تھے ۔ کہ یہ آخری بیماری ہے ۔ آپ دوسری سب بی بیوں سے اجازت لیکر بی بی عائشہ کے مکان میں آٹھیرے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ عائشہ سے آپ کو روحانی موانست تھی ۔ آپ کہا کرتے تھے ۔ جب میں عائشہ کے گھر جاتا ہوں ۔ خدا کی وحی مجھ پر نازل ہوتی ہے ۔ پس یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی ۔ کہ آپ نے اپنی عمر کے باقی ماندہ ایام بی بی عائشہ کے گھر میں گذارنے کی خواہش ظاہر کی ۔ چند روز بستر علالت پر رہے ۔ اور نماز کے لئے مسجد میں جانا موقوف رہا ۔ آپ کی عدم موجودگی میں حضرت عمرؓ بحیثیت امام نماز کراتے رہے ۔ وفات ہونے سے دو روز پہلے کچھ افاقہ ہوا ۔ آپ افتاں خیزاں مسجد میں پہونچے ۔ نماز شروع ہونے کو تھی ۔ آپ کو آتے دیکھکر حضرت عمرؓ پیچھے ہٹنے لگے ۔ آپؐ نے اشارہ کرکے روک دیا ۔ اور سب کے ساتھ کھڑا ہو کر آخری نماز ادا کی ۔

عیسائی مذہب میں حضرت عیسیٰ کا آخری طعام (Last Supper) جو آپؑ نے اپنے حواریوں کے ساتھ مل کر تناول فرمایا تھا ۔ اب تک بڑی تقدس کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے ۔ نہ معلوم ۔ حضرت محمد صاحب کی اس آخری نماز کا ذکر اسلامی حدیثوں میں کیونکر ہے ۔ لیکن میرے اپنے خیال میں کچھ جو تاثیر آپ کی موجودگی میں اس وقت حاضرین کے قلوب میں پیدا ہوئی ہو گی ۔ اسے کوئی کیا بیان کریگا ۔

نماز ختم ہوئی ۔ تو آپؐ نے ایک خطبہ دیا ۔ لوگ ہمہ تن گوش ہو کر سنا کئے ۔ اس خطبہ کے آخری الفاظ تاریخ مذاہب میں یادگار رہنے کے قابل ہیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ " اگر تم میں سے کسی کو مجھ سے ایذا پہنچی ہو ۔ تو میں معافی مانگنے کو تیار ہوں ۔ اگر تم میں سے کسی کا میرے ذمہ کوئی قرضہ ہو ۔ تو ادا کرنے کو حاضر ہوں "

کون دل ایسا سخت ہوگا ۔ جو ان الفاظ کو سنکر موم کیطرح پگھلا نہ ہوگا حضرت محمد صاحب نے جو فتوحات حاصل کیں ۔ وہ زیادہ تر تالیف قلوب کی فتوحات تھیں ۔ اور خود مکہ کی فتح جس میں بلا ضرورت ایک قطرہ خون کا گرانا گوارا نہیں کیا گیا ۔ اس بیان کی ایک نمایاں شہادت ہے ۔ لیکن اگر اس دعوے کے ثبوت میں کسی ناطق دلیل کی ضرورت ہو ۔ تو وہ حضرت کے یہ آخری الفاظ ہیں ۔ " اگر تم میں سے کسی کو مجھ سے ایذا پہونچی ہو تو میں اس کے لئے معافی مانگنے کو حاضر ہوں " میں گذارش کرتا ہوں ۔ کہ جو شخص اپنے پہلو میں ایسا نرم دل رکھتا ہو ۔ وہ ہرگز ہرگز کسی ذی حس کو بلا ضرورت شدید ایذا نہیں پہونچا سکتا ۔ " اگر تم میں سے کسی کا مجھے کوئی قرضہ دینا ہے " پر غور کیجئے اور دیکھئے ۔ آوائل عمر میں آپؐ کو اپنی نمایاں دیانتداری اور خوش معاملگی کے صلے

سردارِ دو عالم جہانِ فانی سے کس طرح رخصت ہوئے

(از محترمہ نظیر بیگم صاحبہ بنت شیخ محمد عبد الرشید صاحب۔ پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ بٹالہ)

ناپائداریٔ دنیا

اُف دنیا کتنی ناپائدار اور عارضی ہے۔ زمانہ کس قدر محسن کش واقع ہوا ہے۔ کہ یہاں بڑے سے بڑے انسان کو بھی ہمیشگی حاصل نہیں۔ کتنے ریفارمر ہوئے۔ جنہوں نے دنیا کی کایا پلٹ دی مگر چند سال کی عمر کے بعد ہمیشہ کی نیند سو گئے۔ کیسے کیسے بادشاہ آئے۔ کہ جن کا نام بھی بدن میں لرزہ پیدا کر دیتا تھا۔ لیکن آخر موت نے انہیں فنا کر دیا۔ کس پایہ کے منطقی۔ کیسے حکیم۔ کس شان کے سائنس دان جلد ہی حرف غلط کی طرح ملیا میٹ کر دیئے گئے۔ ایک لمحہ کے لئے انسان اگر ان واقعات کو آنکھوں کے سامنے لائے۔ تو ان الانسان لفی خسر کی پوری تفسیر سمجھنے میں کچھ بھی دقت باقی نہ رہے۔

مومنوں کی موت

لیکن یہ خسران اور گھاٹا صرف دنیادار لوگوں سے ہی مخصوص ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے الا الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت کا ارشاد فرما کر مومنین صالحین کے لئے خوشی و شادمانی کا سامان میسر کر دیا ہے۔ معبود حقیقی سے وابستہ انسانوں کی موت۔ موت نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک نئی زندگی اور مزید ترقی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

شاندار موت

ایک نہائت مشہور انسان کا مقولہ ہے۔ کہ انسان کو اصلی روپ میں دیکھنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے۔ کہ اس کی موت کے واقعات کو دیکھا جائے۔ بسا اوقات انسان تکلف سے بعض اصول پر کاربند رہتا ہے۔ لیکن مرنے کے وقت اس کا اندرونہ نظر آجاتا ہے۔ اور وہ اپنی دلی خواہشات کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی خیال سے میں سردار دوجہان کی شاندار موت کے متعلق بعض واقعات پیش کرتی ہوں۔ اللہ کرے کہ سوچنے اور غور کرنے والوں کے لئے نتیجہ خیز ہوں۔

وحی الٰہی کے ذریعے حضور کو اپنی وفات کا علم بہت پہلے ہو چکا تھا۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے خطبہ میں آپ نے فرمایا۔ لوگو میں خیال کرتا ہوں۔ کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔

اسی خطبہ میں آپ نے فرمایا۔ لوگو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ اور وہ تمہارے اعمال کی بابت سوال کرے گا۔ خبردار۔ میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا۔ کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔ جاہلیت کی ہر ایک بات کو میں اپنے قدموں تلے پامال کرتا ہوں۔ لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق خدا سے ڈرو میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ چلا ہوں۔ کہ اگر اسے مضبوط پکڑو گے۔ تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ اللہ کی کتاب قرآن ہے خوب سن لو۔ اور اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت کرو۔ پنجگانہ نماز ادا کرو۔ ایک مہینہ کے روزے رکھو۔ اور دل کی خوشی کے ساتھ زکوٰۃ دیا کرو۔ پھر فرمایا۔ لوگو قیامت کے دن تم سے میرے متعلق بھی پوچھا جائے گا مجھے بتلاؤ۔ تم وہاں کیا جواب دو گے؟

سب نے کہا۔ ہم شہادت دیتے ہیں۔ کہ آپ نے ہم کو کھوٹے اور کھرے کی نسبت اچھی طرح بتلا دیا۔ اس وقت حضور نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھا کر اور لوگوں کی طرف جھکا کر تین بار فرمایا۔ اللھم اشھد۔

مہاجرین وانصار سے خطاب

وفات سے ایک ماہ قبل حضور نے مہاجرین وانصار کو جمع کیا۔ اور خطبہ ذیل فرمایا۔ لوگو۔ خدا کی سلامتی حفاظت اور نصرت تمہارے ساتھ ہو۔ میں تم کو تقوٰی اور خدا ترسی کی وصیت کرتا ہوں۔ اور خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اور اپنا جانشین بناتا ہوں۔ ساتھ ہی عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ تم بھی لوگوں کو اس سے ڈراتے رہو گے۔ تم پر لازم ہے۔ کہ خدا کے بندوں اور اس کی بستیوں میں تکبر اور سرکشی وغیرہ نہ پھیلنے دو۔ آخرت کا گھر اسی کے لئے ہے۔ جو بڑھ کر نہیں چلتے۔ اور فساد نہیں کرتے۔ اور اچھی عاقبت صرف متقیوں کے لئے ہے۔

فرمایا! میں ان فتوحات کو دیکھ رہا ہوں۔ جو تم کو حاصل ہوں گی۔ مجھے یہ ڈر نہیں رہا۔ کہ تم مشرک بن جاؤ گے۔ لیکن ڈر یہ ہے۔ کہ کہیں پہلی امتوں کی طرح دنیا کی رغبت اور فتنہ میں پڑ کر ہلاک نہ ہو جاؤ۔

مرض الموت

بروز سوموار ۲۹ صفر کو بیماری کا آغاز ہوا۔ سخت درد سر اور شدید بخار تھا۔ ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ حضور کے بدن سے سینک آتا تھا۔ اور ایسا گرم تھا۔ کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہوئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے کہ حضور جب بیمار ہوتے۔ تو اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی الخ پڑھ کر اپنے ہاتھ جسم پر پھیرا کرتے تھے۔ ان دنوں میں نے یہی دعا پڑھی۔ اور چاہا۔ کہ دم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کو جسم مبارک پر پھرا دوں۔ مگر آپ نے ہاتھ پرے ہٹا لئے اور فرمایا۔ اللھم اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ

وفات سے پانچ روز پہلے فرمایا۔ تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے۔ جو انبیاء اور صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے۔ تم ایسا نہ کرنا۔ پھر فرمایا۔ "خدایا میری قبر کو میرے بعد بت نہ بنا دیجیو۔ کہ اس کی پرستش ہوا کرے"۔ انہیں دنوں سر پر پٹی باندھے اور دو شخصوں کے کندھوں کا سہارا لئے ہوئے مسجد میں تشریف لائے۔ سب کو جمع کیا۔ نصیحتیں کیں۔ اور پھر فرمایا اگر کسی شخص کا کوئی حق مجھ پر ہو۔ تو طلب کرے۔ ایک نے کہا۔ کہ ایک دفعہ آپ نے مجھ سے تین درم لے کر فقیر کو دیئے تھے۔ وہ اب تک نہیں ملے۔ یہ قرض اسی وقت ادا کیا گیا

آنحضرت چودہ یوم بیمار رہے۔ ان میں سے گیارہ دن خود مسلمانوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ گیارھویں دن عشاء کی نماز کے وقت تین دفعہ مسجد جانے کی تیاری کی۔ مگر کمزوری کے باعث تین دفعہ ہی وضو کرتے ہوئے بیہوش ہو گئے۔ آخر فرمایا۔ کہ ابوبکرؓ نماز پڑھا دیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ صدیق رسول خدا کے مصلے پر کھڑے ہوئے۔ تو خود ان پر اور صحابہ پر ایسی رقت طاری ہوئی۔ کہ رونے کی آواز آنحضرت صلعم کے کانوں تک پہنچی۔ اس وقت حضور کی طبیعت میں کچھ سکون تھا۔ اس لئے مسجد میں تشریف لے آئے اور حضرت ابوبکر کے برابر بائیں طرف بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور نماز کے بعد فرمایا۔

مسلمانو! میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ تمہارے تقوٰی اور حفظ طاقت سے وہ تمہاری نگرانی کرے گا۔ بس میں اب دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں۔ اور اسے چھوڑ دینے والا ہوں۔

آخری دن

اس دن بھی خدا کے رسول نے حجرہ مبارک کا پردہ ہٹایا جو مسجد کی طرف پڑا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر کہ مسلمان نماز میں ہیں اور صفیں درست ہیں حضور کے چہرہ پر بشاشت اور مسکراہٹ آگئی۔ لوگ فرط محبت و اضطراب میں حضور کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حضور نے ہاتھ کے اشارہ سے انہیں تسکین دی۔ آگے بڑھے اور حضرت ابوبکرؓ کی اقتدا میں نماز ادا فرمائی۔

آخری کلمات

نزع کی حالت جب طاری ہوئی۔ تو پانی کا ایک پیالہ سرہانے رکھا ہوا تھا۔ رسول اللہ اس میں ہاتھ ڈالتے اور منہ پر پھیر لیتے۔ چہرہ مبارک کبھی سرخ اور کبھی زرد پڑ جاتا۔ زبان سے فرما رہے تھے۔ لا الٰہ الا اللہ ان للموت سکرات

اسی حالت میں حضرت فاطمہؓ حسن حسین اور ازواج مطہرات کو بلا کر نصائح کیں۔ پھر حضرت علی کو بلایا۔ اور فرمایا۔ لونڈی اور غلام کے بارہ میں یاد رکھو۔ انہیں خوب کھلاؤ۔ پہناؤ اور نرمی کا برتاؤ کرو۔ عبد الرحمٰن بن ابی بکر آئے۔ ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ وہ مسواک بھی کی۔ اس کے بعد زبان مبارک سے نکلا۔ الصلوٰۃ۔ الصلوٰۃ۔ وما ملکت ایمانکم۔ نماز نماز اور لونڈی غلام کے حقوق۔ پھر فرمایا۔ اللھم الرفیق الاعلیٰ اے اللہ بہترین رفیق۔ اس کے بعد آنکھ کی پتلی بدل گئی۔ ۱۲۔ ربیع الاول سلہ مطابق ۸ جون ۶۳۲ء کو ۶۳ سال ۵ دن کی عمر میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بدنیا گر کسے پاینده بودے + ابو القاسم محمد زنده بودے

دنیائے طب کو خوشخبری

حکیم الامت حضرت مولٰنا نور الدین خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے

بے بہا طبی مجربات کا مجموعہ

(آپ کی بیاض خاص الخاص جو اب تک محفوظ تھی)

شائع کردہ ابناء حکیم الامت رضی اللہ عنہ

(مع حواشی و تشریح و تصحیح)

الجزء الاول قیمت بے جلد دو روپیہ آٹھ آنہ (عہ) مجلد تین روپے (سہ)

پتہ۔ (صاحبزادہ) عبد السلام عمر خلف اکبر حضرت حکیم الامت نور الدینؓ قادیان پنجاب

واذا مرضت فھو یشفین

سیدہ جمیلہ خاتون صاحبہ احمدی ہیچ۔ ایم۔ ڈی لیڈی ڈاکٹر و حکیم حاذق کی ڈگری و تمغہ یافتہ ہیں۔ بیفیس تحریری حالات آنے پر عورتوں اور بچوں کا علاج واجبی قیمت کی دوا اور دعا سے کرتی ہیں۔ حاجتمند مستورات پتہ ذیل پر مرض کا مفصل حال تحریر کریں ؀

قادر منزل منٹگمری پنجاب

نیکلس۔ کلپ۔ گلوبند۔ انگوٹھی

ہر رنگ (کانٹے آویزے) ہار۔ نفیسیاں۔ فینسی کنگنیاں (چوڑیاں) غرض ہر قسم کے انگریزی۔ دیسی۔ ڈائمنڈ کٹ سونا چاندی کے زیورات کا کام حسب منشا اور عین وعدہ پر تیار کیا جاتا ہے۔ ہمارا کارخانہ عرصہ چالیس سال سے اپنی دیانتداری اور حسن کارکردگی کا خراج تحسین وصول کر رہا ہے۔ نیز سونے چاندی کے انگریزی و دیسی زیورات تیار بھی ملتے ہیں اور پرانے زیورات قلیل منافع پر خرید بھی لیتے ہیں۔

ہم بڑے زور سے التماس کرتے ہیں۔ کہ بیاہ شادی اور دیگر خانگی ضروریات کے وقت ہماری خدمات حاصل فرما کر مشکور فرمائیں۔

المشتہر۔ عزیز احمد اینڈ سنز احمدی زرگراں چوک نواب صاحب لاہور

بھاگلپوری ٹسری کپڑے

ہندوستان میں بھاگلپوری ٹسری کپڑوں کی شہرت محتاج بیان نہیں۔ مجھے بھی احباب جانتے ہیں۔ بھاگلپوری ٹسری کپڑوں کی ایجنسی قائم کی ہوئی ہے۔ نیز سوٹ قمیص شیروانی کے علاوہ زنانہ معرفت کے ہر قسم کے کپڑے۔ پگڑیاں اور صافے میں خود تیار کرتا ہوں۔ اس طرح نرخ میں بھی نسبتاً رعایت کر دی گئی ہے۔ شائقین اور ضرورتمند احباب ہر طرح کی سہولت اور ارزانی میرے اس کارخانہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

عبد الحکیم احمد

بذریعہ

پروفیسر مولٰنا عبد الماجد احمدیہ ہاؤس۔ بھاگلپور شہر

گیارہ سالہ یورپ کا ذاتی تجربہ رکھنے والا ڈاکٹر عمر صاحب کی

مشہور و مقبول عام طاقت کی کستوری گولیاں

ایک شیشی میں پچاس ہوتی ہیں۔ ۲۵ یوم کی خوراک قیمت للعہ موتیا بند بغیر اپریشن دو شیشی قیمت صرف للعہ۔ ذیابیطس ؏ دمہ ؏ وغیرہ جواب کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہئیے

المشتہر۔ دی منیجر ڈاکٹر عمر اینڈ سنز فلیمنگ روڈ لاہور

بھروسے کے بیج

اگر آپ معمولی تخم فروشوں سے نام نہاد تازہ بیج منگوا کر ناکامی کا منہ دیکھ چکے ہیں تو اس مرتبہ ہم سے بھروسے کے بیج منگا کر آزمائیں ؀

مفت مشیر باغبانی مفت

(مرتبہ پروفیسر جی ایم ملک ایس۔ سی۔ ایگریکلچر امریکہ و جائنٹ ایڈیٹر رسالہ زراعت لاہور)

یہ بیش بہا رسالہ پھولوں۔ ترکاریوں اور میوہ دار درختوں کیمیاوی کھادوں اور مختلف بیماریوں اور اراضیات کی درستی وغیرہ کے متعلق کارآمد معلومات بہم پہنچاتا ہے۔ اور درخواست کرنے پر مفت مل سکتا ہے ؀

المشتہر

امریکن سیڈ اینڈ نرسری کمپنی تخم فروشان خیرہ فرد کوٹھی ۲۰۲ میکلوڈ روڈ قلعہ گوجر سنگھ۔ لاہور

Digitized by Khilafat Library Rabwah
دو روپے دیکر پانچ روپے حاصل کرو
آپ کی خط وکتابت اس صورت میں زیادہ مفید ہو سکتی ہے۔ جب آپ کے لیٹر فارم (چٹھی کے کاغذ) اعلیٰ درجہ کے مطبوعہ ہوں۔ ہم ۱۵۰ شیٹ کا لیٹرپیڈ اعلیٰ درجہ کے ولایتی کاغذ پر دو رنگ میں خالص اسلامی طریقہ پر طبع کرکے بھیجتے ہیں۔ اپنا مضمون خوشخط لکھ کر بھیجدیویں۔ قیمت فی پیڈ دو روپیہ پیشگی آنی چاہئے۔ وی۔پی کی صورت میں ڈاک خرچ علاوہ ہوگا۔
نیز تین پیڈ کے خریدار کو پانچ پیڈ روانہ کئے جاتے ہیں۔
ماسوائے اس کے ہر قسم کی چھپائی اور ربڑ کی مہریں ارزاں نرخوں پر تیار ہوتی ہیں۔ حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب نے پسند فرماکر بار بار آرڈر دئے ہیں۔
مینیجر لائن پریس انارکلی لاہور
ایک نادر تصنیف
یعنی
تحفۂ ہند و یورپ
جہاں مثل زلیخا مشتری تھا جن مضامین کا تماشا ہے وہ یوسف بن کے خود بازار میں آئے
خاکسار نے حال ہی میں اس نادر کتاب کو مورخین، محققین و مستشرقین کی خاطر شائع کرکے روز روشن کی طرح ثابت کردیا ہے کہ
۱۔ تمام مہذب اقوام یعنی عرب۔ اسرائیلی۔ فرنگی۔ ایرانی اور آریہ ہند ایک ہی نسل سے ہیں۔ اور سب کے سب ابراہیم علیہ السلام (برہماجی) کی ذریت سے ہیں۔
۲۔ آریوں کا اصل وطن شہر آرد اقعہ ملک شام تھا۔ اور وید صحف ابراہیم میں سے ایک صحیفہ تھا جس کا اصل نام الوعاد تھا
۳۔ رامچندر اور سری کرشن وغیرہ آریوں کے بزرگ عربی۔ عبرانی زبان بولتے تھے۔ نہ کہ سنسکرت۔
۴۔ آریوں کا وسط ایشیاء سے خروج کرنا حرف باطل کی طرح مٹا دیا گیا ہے۔
۵۔ موجودہ ویدوں کو اول چھٹی صدی ق۔م میں بیاس جی نے پہلوی زبان میں مرتب کیا تھا۔ پھر غزنویوں کے زمانے میں پنڈت دشنکر نے ان کو بھس زبان میں از سر نو ترتیب دیا۔ مسلم اوٹ لک نے لکھا ہے۔ "یہ کتاب موجودہ ہندوازم کے خلاف ایک زبردست چیلنج ہے۔ اور لاجواب ہے" علامہ سید سلیمان ندوی مجھے خط میں لکھتے ہیں: "کہ میں آپ کے نقطۂ نظر کی تعریف کرتا ہوں"
لکھائی چھپائی عمدہ۔ کاغذ نفیس۔ زبان اعلیٰ اردو چٹخارے دار جسمیں جابجا شعر کی چاشنی موجود ہے۔ صفحات ۲۰۰ بمعہ ایک قیمتی دیباچے کے۔ بس دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت رعایتی بجائے ؏ کے صرف ؏ خاکسار مصنف سے پتہ ذیل پر مل سکتی ہے
(مولوی) نعمت اللہ گوہر بی۔ اے۔ ایس۔ اے وی۔ قادیان۔ پنجاب
مضامین شرر

پھولا کافور

No need of Operation

یہ ایک نئی ایجاد ہے۔ پھولے چٹے کو چاہے کتنے عرصہ کا ہو۔ شرطیہ بغیر آپریشن کے جلد ہی رفع کر دیتی ہے۔ عام لوگ نہیں۔ بلکہ بڑے بڑے ڈاکٹر بھی اس کو لاعلاج کہکر چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن یہ سراسر غلطی ہے۔ کیونکہ ہم نے بہت سے مریضوں پر آزمایا ہے۔ جن میں سے کئی ایک مریضوں کو پندرہ روز میں شفا ہو گئی ہے۔ لیکن یہ آیورویدیں ہی طاقت ہے کہ ایسی لاعلاج مرض کو دور کرنے کا دعویٰ کرتی ہے۔ پرماتمانے آنکھ ایسی بے بہا چیز بخشی ہے کہ اس کی برابری اور کوئی شے نہیں کر سکتی۔ انسان کے پاس چاہے کتنی ہی عیش و عشرت ہو لیکن بغیر اس خدائی نعمت کے سب بے معنی ہے جس انسان کی ایک آنکھ اچھی ہو اور دوسری پھولے کی وجہ سے نہ ہونے کے برابر ہو گئی ہو۔ کتنی بدقسمتی ہے۔ ایک آنکھ دنیا میں برا بھلا ہونے میں رکاوٹ ڈالتی ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے بیچارہ اپنی چھاتی پر ہاتھ رکھکر بیٹھ جاتا ہے۔ قیمت فی شیشی کلاں ۵ر شیشی خورد ۲ر

شری دن پرشاد جی وشوکرما پھاٹ تلی (بنگال) سے ۸ر ستمبر ۱۹۲۷ء کو تحریر کرتے ہیں۔ آپ کے پھولا کافور نے بڑا کام کیا۔ براہ مہربانی ایک شیشی پھولا کافور کی (جیسی کہ آپ نے سری کرشن دیال کجی وشوکرما کو بھیجی تھی۔ مندرجہ ذیل پتہ سے جلدی روانہ کر دیجئے گا۔

شری سیتا رام جی وشوکرما پوسٹ نیاز پور ضلع آرہ ای آئی آر

بواسیر اور ہمارا چیلنج

Guarantee to cure piles without operation

بواسیر میں مبتلا حضرات کو ہم کھلے دل سے دعوت دیتے ہیں اور نقارہ کی چوٹ سے اطلاع دیتے ہیں کہ اگر آپکو سینکڑوں ادویات کھانے کے باوجود بھی بواسیر سے رہائی نہیں ملی۔ اور اس مرض کو لاعلاج سمجھ کر ناامید ہو بیٹھے ہیں تو آئیے ہم آپکو یقین دلاتے ہیں۔ کہ صرف ۲ ماہ میں آپکی مرض کافور ہو جائیگی بواسیر خونی ہو یا بادی سے والی یا خیر مسے والی۔ دونوں کو یکساں شفا حاصل ہوگی۔ ۲ ماہ کے کھانے اور لگانے کی دوا صرف قیمت ۲۰ روپیہ۔ شرطیہ علاج والوں کے لئے ۳۰ روپے۔ جو اصحاب ایک یا ۲ ہفتہ کی دوائی جانچ کرنا چاہیں۔ وہ بڑی خوشی سے اس حساب سے قیمت دیکر تجربہ کر سکتے ہیں۔ ۵ر آرڈر کے ساتھ پیشگی آنے چاہئیں۔ نوٹ ہم نے سینکڑوں مریضوں کو پوری شفا دیکھکر نوٹس دینے کی جرأت کی ہے۔

سرٹیفکیٹ

لالہ برج لال جی انجنئر ایم۔ ای۔ ایس کسولی سے تحریر فرماتے ہیں۔ میں نے جو بواسیر کی ایک ماہ کی دوا آپ سے لی تھی اس سے پوری شفا ہو گئی تھی۔ آپ انشاء اللہ بار بر کسولی کے پتہ سے دوائی روانہ کر دیجئے۔

ویدراج پنڈت وشوبھانو شرما شاستری وید بھوشن
چوک چکلہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور

ربڑ کی مہریں

ہمارے کارخانہ میں ہر زبان مثلاً انگریزی اردو ہندی گورمکھی عربی سیگنیچر وغیرہ ربڑ کی اور لاکھ پر لگانے والی پیتل کی مہریں سونے و چاندی کے ٹھپے چپراسیوں بورڈ پیتل کے سٹیں۔ ڈائی امبوسنگ ڈائی مع مشین کا پریلیٹ۔ نگڑی بہر زبیڈ خود بخود سیاہی دینے والے سیاہی ربڑ کی مہروں کا مکمل سامان۔ نمبر و تاریخ لگانے والی مہریں جیسی چھاپہ خانہ ہر سائز چپڑاسیوں کیواسطے کندہ مع نمبر لکڑی کے بلاک مہریں رنگنے کیواسطے سٹیڈ بارہ مہروں والا مکمل سیٹ وغیرہ وغیرہ غرضیکہ ہر قسم کا انگرویونگ کا کام کروانا چاہیں تو منیجر دی لاہور انگرویونگ کمپنی اندرون لوہاری گیٹ لاہور سے خط و کتابت کریں یا خود تشریف لائیں

ارزاں دام پر اچھا کام پاؤ گے

فوراً خط لکھئے

اگر آپ کو ربڑ کی مہریں۔ مونوگرام۔ ڈائی۔ چپراسیں۔ بلاک عقیق کی مہریں۔ معہ انگشتری چاندی کے درکار ہوں۔ تو پتہ ذیل سے طلب کیجئے۔ جو کہ ایک مشہور فرم ہے۔ جن کو ہز اکسلنسی وائسرائے آفس سے سارٹیفکیٹ حاصل ہے۔

علاوہ ازیں سامان اسٹیشنری ہر قسم کا عمدہ ملتا ہے۔

نوٹ ہم ربڑ کی مہریں کو پتہ کی معہ سامان ۱۲ر انگشتری چاندی معہ عقیق ایک نام ۱۲ر۔ ربڑ ٹائپ بکس انگریزی حرفوں کا قیمت صرف عہ

(فہرست نمونہ جات مفت)

ملنے کا پتہ

مرزا احمد بیگ اینڈ سنز چاندنی چوک نمبر ۳۰ دہلی

ضرورت ہے

طلبا مڈل انٹرنس اور گریجویٹ جو کہ ۱۰۰ سے ۳۰۰ روپیہ ماہوار تنخواہ حاصل کرنا چاہیں۔ گورنمنٹ ریلوے اور ملٹری۔ یورپین دفتروں میں۔ تو فوراً ہمارے کالج کے پراسپکٹس طلب کریں۔ جو کہ صرف ایک آنہ کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوگا۔

اس کالج میں شارٹ ہینڈ ٹائپ رائٹنگ بک کیپنگ کارسانڈنس زیر نگرانی ٹرینڈ پروفیسروں کے پڑھایا جاتا ہے اور لندن چیمبر آف کامرس کا سنٹر ہے۔ اور غریب اور یتیموں کو خاص رعایت کی جاتی ہے۔

المشتہر

منیجر امپیریل کالج آف کامرس امیگو روڈ لاہور

کونسا قلم زنگی

	قیمت	
ہر نمونہ کا	قیمت	چھ روپے چار آنہ
واٹرمین سلف فلنگ	رر	چھ روپے چار آنہ

آج خریدیں یا کل خریدیں۔ بالآخر زنگی قلم ہی خریدنا پڑیگا سستے فاؤنٹین قلموں میں یا تو نب سونے کی ہوتی ہی نہیں جو سیاہی سے گل جاتی ہے۔ یا ہلکی ہوتی ہے۔ جو ہاتھ کے دباؤ سے تھوڑے دنوں میں نرم پڑکر پھیلنی شروع ہو جاتی ہے۔ زنگی قلم کی نب اصلی سونے کی وزنی پائیدار ہوتی ہے۔ ہلکی ہاتھ سے لکھیں یا دبا کر پھیلتی بالکل نہیں۔ ہر قسم کے کاغذ پر خوب رواں چلتی ہے۔ اور مدتوں کام دیتی ہے ۱۹۱۶ء و ۱۹۱۷ء کے قلم آج تک چل رہے ہیں۔

زنگی لیور کلپ سنہری ۶ر
زنگی انگلٹ (قرص) فی گردس عہ ر
آج ہی ایک ہفتہ کے آزمائش پر منگائیں۔

زنگی قلم کمپنی چاندنی چوک دہلی

آپکی روزانہ ضروریات

گیس لیمپ۔ آئل لیمپ۔ الیکٹرک لیمپ اور دیگر سامان روشنی ہر قسم Radio sets and parts چینی کے برتن۔ گلاس ویر۔ اینیمل ویر۔ سامان خوراکی۔ سگرٹ۔ سگار۔ پرفیومری۔ پیٹنٹ ادویات وغیرہ وغیرہ ہمارے ہاں بارعایت مل سکتی ہیں۔

دی لائٹ ہوس۔ دی مال۔ لاہور

حضرات میں نے چند اشیاء طلائی جڑاؤ شیخ محمد بخش صاحب جوہری کی دکان سے بنوائی ہیں۔ جو میرے احباب کو بہت پسند ہیں۔ میں تمام احمدی بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ جو زیور بنوانا ہو یہاں سے بنوائیں ؛

شیخ عبد الحمید احمدی۔ ریلوے آڈیٹر لاہور

کلکتہ انجنیرنگ کمپنی رجسٹرڈ کو یاد رکھیں
Digitized by Khilafat Library Rabwah
کیونکہ
یہاں سے آپ کی ضروریات کے مطابق ہر قسم کی مشنری ارزاں اور اعلیٰ دستیاب ہو سکتی ہے۔ مثلاً لیمپ اور کولڈ سٹارٹنگ
کروڈ آئل انجن۔ سٹیم انجن۔ بائیلرز۔ بجلی کے ڈائینمو اور موٹرز۔ خراد۔ برمے۔ آرے۔ آئیس پلانٹس۔ سوڈا واٹر کی مشینیں
کینوس بیلٹنگ (یعنی بانوں کے پٹہ جات) اور ہر ایک قسم کا زراعتی سامان مثلاً ہل پنجہ بنتے۔ ہینڈ اور پاور چاف کٹرز
لان ماور یعنی گھاس کاٹنے کی مشینیں۔ رولرز۔ چھوٹے سائزوں کے دٹ میکر کے انجن۔ غرضیکہ جس قسم کی
مشنری کی آپ کو ضرورت ہو۔ مہیا کی جا سکتی ہے۔ پیشتر اس کے کہ آپ اپنی ضروریات کے مطابق کسی
دوسری جگہ سے کوئی چیز خرید فرمائیں۔ آپ کو ہماری قیمتوں اور مال کا مقابلہ یہاں گدام میں تشریف لاکر
یا بذریعہ خط وکتابت ضرور کر لینا چاہیے۔ ہمارا یہ دعوےٰ ہے کہ ہمارے مقابلہ میں نئی اور ولائتی مشنری شائد ہی کوئی
فرم ہم سے کم قیمتوں پر فروخت کر سکے
المشتہر
دی کلکتہ انجنیرنگ کمپنی رجسٹرڈ کوٹھی نمبر ۴۶ ٹھنڈی سڑک لاہور۔ برانچ لاٹوش روڈ کانپور
جھو جھو تکیہ دار نو ایجاد جھولا
حفظان صحت اور بچہ کی حفاظت اصولوں کے مطابق ایسا بنایا گیا ہے کہ بچہ کو نہ رسی پکڑنے کی
ضرورت ہو نہ کسی کی نگرانی کی حاجت ہو اور گر بھی نہ سکے جھو جھو کی جنبش اور اپنے اعضا
کی حرکت سے نازک قوٰی کے متناسب آرام اور حفاظت سے ایسی قدرتی ورزش ہوتی
رہے جو بچہ کا ہاضمہ درست رکھے۔ تاکہ دانت نکلنے کی تکلیفیں نہ ہوں۔ بچہ تندرست رہے
اور دن بدن توانا اور مضبوط ہوتا جائے۔ ایک من وزن اٹھا سکتا ہے ہر جگہ
آسانی سے لٹکایا جا سکتا ہے۔ بستر میں لپیٹ سکتا ہے۔ وزن صرف تین پاؤ۔
معزز و مستند ڈاکٹر اپنے بچوں کو جھلاتے ہیں۔ اوروں کے بچوں کے واسطے تجویز کرتے ہیں۔
۱۔ دو اور بھیج دیجئے میں جھو جھو کے مفید ہونے کی دل سے قدر کرتا ہوں۔ کیپٹن دی بھوشن۔ آئی۔ ایم۔ ایس
ڈیرہ اسمٰعیل خاں (۲) جھو جھو یہاں نہیں مل سکا۔ اس لئے براہ راست آپ سے منگاتا ہوں۔ ڈاکٹر اے
ڈی۔ واکس۔ آئی۔ ایم۔ ڈی میرٹھ چھاؤنی (۳) ڈاکٹر شافر نے آپ کا جھو جھو میرے بچہ کے لئے تجویز کیا ہے۔
از جناب ایس احمد صاحب بسمت نگر (حیدر آباد دکن) (۴) دبنگا چیلام کیپٹن آئی۔ ایم۔ ایس نے آپکا
جھو جھو بچہ کے لئے تجویز کیا ہے۔ از جناب کے پی مدلیا صاحب ماونٹ روڈ مدراس جھو جھو بہت کام
بڑے آرام اور تھوڑے دام کی چیز (۵) آپکا جھو جھو بچے کے خاص آرام کی چیز ہے۔ بڑی خوبی یہ کہ ان داموں پر ہر
شخص خرید سکتا ہے۔ از جناب سید حسن امام صاحب ارگیا (۶) جھو جھو بہت عمدہ چیز ہے۔ ایسے مناسب داموں
میں فروخت کرنے پر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ از جناب ساگر چند بیرسٹر ایٹ لا لاہور (۷) جھو جھو بذریعہ وی پی
وصول ہوا آپکے اشتہار کے مطابق پایا۔ بیحد قابلقدر چیز ہے۔ از جناب قاسم بھائی شیخ حسن بھائی بوہرہ مسجد دعولیہ
خاندیس دنیا کی موجودہ ترقی دوسروں کے تجربہ سے فائدہ اٹھانے پر نتیجہ ہے۔ آپ بھی اپنے پیارے اور عزیز بچہ کو اس مجرب اور ہردلعزیز
اور مفید چیز سے محروم نہ رکھئے۔ آج ہی اپنی پسند یا واپسی کی شرط پر بذریعہ وی پی منگائیے۔ قیمت قسم اعلیٰ سٹیل کا
فریم ستے قسم اوسط آہنی فریم خاکی چین (عہ) محصول وغیرہ ۱۲ کے اینڈ کین کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۱۳۰۲ فیض بازار
نمبر ۲۶۔ دہلی
کمزوری دماغ اور طاقت کی مشہور دوا
رائے بہادر مولراج ایم۔ اے کی
دو جراج وٹی
یہ دوائی اعلیٰ درجہ کی مقوی دماغ و مقوی اعضائے رئیسہ ہے۔ اس کے استعمال سے مردوں
کی شکایات مانع اولاد رفع ہو جاتی ہیں۔ پیشاب میں چربی و شکر۔ ذیابیطس۔ جریان۔ احتلام وغیرہ
دور ہو جاتے ہیں۔ نیز ضعف معدہ۔ نزلہ زکام اور دل کی دھڑکن کے لئے بہت مفید ہے بلکہ طاقت
کو بڑھاتی ہے۔ اور جسم میں خون صالح پیدا کرتی ہے۔ طالب علم و دیگر دماغی کام کرنے والے حافظہ کو
بڑھانے کے لئے لگاتار کھا سکتے ہیں۔ قیمت چالیس گولی دو روپے آٹھ آنہ علاوہ محصولڈاک
نوٹ:۔ یکمشت چار پیکٹوں کے خریدار کو ایک روپیہ کمیشن دیا جائیگا۔
شیخ تفضل حسین صاحب سرکل انسپکٹر سی پی سے لکھتے ہیں
کہ واقعی یہ دوائی جادو کا اثر رکھتی ہے بہت مفید ہے۔ براہ مہربانی ایک پیکٹ اور بذریعہ وی پی
ارسال کریں۔
باوا پرسرام صاحب بی۔ اے ایڈووکیٹ ہائی کورٹ و میونسپل کمشنر لکھتے ہیں۔
کہ عام طور پر دماغی تھکاوٹ کے لحاظ رائے بہادر مولراج صاحب ایم۔ اے کی دوجراج وٹی کا استعمال
کر رہا ہوں۔ میں نے اس کو نہایت مفید پایا ہے۔ مجھے امید ہے۔ کہ جو اصحاب دماغی کام میں زیادہ
مصروف رہتے ہیں۔ اگر وہ ان گولیوں کا استعمال کریں۔ تو نہایت مفید پائیں گے۔
جناب ایڈیٹر صاحب اخبار مسلم آؤٹ لک لاہور سے لکھتے ہیں۔ ہندوستانی دوائیوں میں سے
لاہور کے مشہور ڈاکٹر رائے بہادر مولراج ایم۔ اے کی دوجراج وٹی بہترین ٹانک ہے۔
المشتہر
منیجر مہیش وشد ہالیہ رائے بہادر مولراج ایم۔ اے ڈیپارٹمنٹ
اے۔ ایل پوسٹ بکس نمبر ۱۳ لاہور

اگر آپ نے

موزہ۔ بنیان۔ تولیہ۔ تیل۔ صابن۔ فونٹین پن۔ چاقو۔ استرے کالر۔ ٹائی و دیگر فینسی مال خرید کرنا ہو۔ تو ہمارے ہاں تشریف لاکر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں۔ سامان بالکل نیا اور دام بالکل واجبی ہیں۔ بیرونی آرڈر خاص احتیاط سے روانہ کئے جاتے ہیں

المشتہران

لطیف برادر جنرل مرچنٹس انارکلی لاہور

لاہور میں عینکوں کی بہت بڑی دکان

ہمارے ہاں ہر ایک قسم کی عینکیں بنائی جاتی ہیں۔ عینک لگانے سے بینائی قائم رہتی ہے۔ یہاں پر تشریف لانے سے آپ کو بہت بڑے فائدے پہنچیں گے۔ بغیر فیس کے آنکھ کا معائنہ کر کے عمدہ مضبوط بالکل فٹ اور بارعائت اور مقابلۃً ارزاں قیمت پر عینک دیویں گے۔ دیگر دھوپ اور آندھی کے بچاؤ کیلئے ٹھنڈے اور اصلی چشمے یہاں سے منگوائیں۔ جو صاحبان ہمارے ہاں سے ایک دفعہ چشمہ خرید چکے ہیں وہ ہماری محنت کی قدر اچھی طرح جانتے ہیں۔

شیخ امیر الدین اینڈ سنز اوپٹیشن لوہاری منڈی لاہور

بواسیر کی مرض کا خاتمہ

ہمارے پاس نہایت مجرب گولیاں برائے دافع مرض بواسیر جو کہ ایک سنیاسی صاحب کی کرم فرمائی ہے۔ ہر وقت تیار رہتی ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں مریض اچھے ہو چکے ہیں۔ اور جن گولیوں کی تعریف اخبار مسلم آوٹ لک کر چکا ہے۔ بواسیر کیسی ہو پرانی ہو یا نئی۔ خونی ہو یا کہ بادی نہایت مفید ہیں۔ ایک دفعہ ضرور منگوا کر ہماری محنت کی داد دیجئے

قیمت ——— صرف ۱۲/

اٹھرا کی بیماری

یہ بیماری اٹھرا اکثر دنیا میں کئی عورتوں کو ہے۔ جن کے خوبصورت بچے اس بیماری سے سال دو سال یا ۳ سال کے اندر ہی مر جاتے ہیں اللہ تعالےٰ نے اس بیماری کی صحت ہمارے ہاتھوں کو عطا فرمائی ہے اور ہزارہا کی تعداد میں ہمارے ہاتھوں سے اچھے ہو چکے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی قدرت سے ان کی اولاد نرینہ اب زندہ رہتی ہے۔ اور یہ بیماری جڑ سے اکھڑ چکی ہے۔ ہماری دوائی دوران حمل سے شروع کی جاتی ہے۔ اور چھ ماہ دوائی کھانی پڑتی ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو بذریعہ اشٹامپ تحریر کر کے یہ دوائی استعمال کی جائے۔ قیمت صرف عہ/۵ خط و کتابت کرتے وقت برائے جواب ۱/ کا ٹکٹ آنا چاہئے۔

شیخ وزیر بر مکان شیخ محمد الدین کلرک محلہ شیخاں بازار چوڑی موری۔ لاہور

اکسیر تسہیل ولادت

کو

ہمیشہ یاد رکھو

یہ دوائی ولادت کے وقت استعمال کرنے سے بفضل خدا ولادت کی مشکل گھڑیوں میں ایسی کام آنے والی چیز ہے۔ کہ اس کے استعمال سے بچہ نہایت آسانی سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اور بعد ولادت جو زچہ کو سخت درد ہوا کرتا ہے وہ بھی بفضل خدا نہیں ہوتا۔ ہر گھر میں اس کا ہر وقت موجود رہنا نہایت ضروری ہے۔ قیمت رفاہ عام کی خاطر اس کے فوائد کے لحاظ سے بالکل کچھ بھی نہیں لیتے۔ معہ محصولڈاک صرف اڑھائی روپیہ ہے۔ اس کا نام اور پتہ ملنے کا ہمیشہ یاد رکھو۔

منیجر شفاخانہ دلپذیر۔ سلانوالی ضلع سرگودھا

؟

کیا آپ کو اچھی چھپائی درکار ہے؟

ہمارے ہاں انگریزی۔ اردو ہندی گورمکھی کا کام نہایت خوش اسلوبی سے کیا جاتا ہے

آزمایش شرط ہے!

قادیان کا مشہور انگریزی اخبار "سن رائز" آجکل ہمارے ہاں چھپتا ہے

ریبن پریس۔ بل روڈ۔ لاہور

اشتہار

۱۔ روغن مسیحائی موسومہ حافظ الشیب۔ اکسیر البدن (محافظ پیری) خالص یونانی مفید و بیش قیمت ادویہ کا مختلف روغنوں میں حل کیا ہوا مجموعہ عرصہ ۲۵ سال سے تیار کیا جاتا ہے۔ جو بجز موت کے کل امراض بدنی کے واسطے حکم اکسیر رکھتا ہے۔ روغن مذکور میں نہ تو کوئی دوا ڈاکٹری داخل ہے۔ اور نہ معدنیات میں سے کوئی زہریلی دوا شامل ہے۔ اور روغن مذکور اعضاء رئیسہ قلب و جگر و دماغ کی تقویت کے واسطے نہایت فائدہ بخش ہے۔ اور معدہ و گردہ کے واسطے بے حد مفید ہے۔ روغن مذکور کے استعمال سے اشتہا خوب لگتی ہے۔ اور کھانا بخوبی تمام ہضم ہو کر بکثرت خون صالح پیدا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے بذریعہ غایت مقوی باہ ہے اور جس قدر عوارض اس کے متعلق مثل جریان وغیرہ کے ہیں۔ ان کے واسطے بے حد مفید ثابت ہوا ہے۔ زیادہ تعریف خلاف تہذیب ہے امتحان سے صدق و کذب کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ امراض نزلہ و زکام جو ام الامراض قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ اس کے استعمال سے بہت جلد معدوم ہو جاتے ہیں۔ سل اور دق کے واسطے اس حالت میں کہ طاقت جسمانی سے چل پھر سکتا ہو۔ اور طاقت بدنی بالکل زائل ہو گئی ہو۔ بے حد مفید ثابت ہوا ہے۔ اور سل کا کیڑا جو بسرعت حرکت کرتا ہے۔ روغن مذکور کے استعمال سے مضمحل اور پھر مردہ ہو جاتا ہے۔ اس کا امتحان بعض احباب نے بذریعہ آلہ ڈاکٹری کیا ہے۔ اور مرض موذی بواسیر کے واسطے نہایت مجرب ہے۔ بچوں کے مرض سوکھے۔ یا اسہال کی حالت میں جس کی وجہ سے لاغری ہو جاتی ہے۔ اور بمشکل جانبری ہوتی ہے۔ اور نیز مرض ام الصبیان وغیرہ کے واسطے مثل تیر بہدف کے ثابت ہوا ہے۔ ہر گھر میں اس کا ہونا ضروری ہے۔ ناسور یا دوسرے زخموں کی حالت میں بطور کار بالک آئل کے مفید پایا گیا ہے۔ طاعون کی حالت میں داخلی یا خارجی طور پر مفید پایا گیا ہے۔ کژدم (بچھو) اور زنبور (بھڑ) کے کاٹنے میں لگانے سے تریاق کے طور پر کام دیتا ہے۔ اگرچہ بکثرت روغن مذکور کے مفید ہونے کے متعلق ثبوت موجود ہیں۔ مگر بوجہ طوالت کے تحریر کی ضرورت نہیں۔ تجربہ و امتحان صدق و کذب کا معیار ہے۔ قیمت بوجہ رفاہ عوام کے صرف تین روپے (۳) تولہ مقرر ہے۔ دس تولہ کے خریدار کو ایک تولہ زائد بلا قیمت دیا جا سکیگا۔ پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ بھیجا جائیگا قیمت یا نقد یا ویلو کی اجازت سے فرمائش کی حالت میں وصول کی جا سکے گی۔ ورنہ تعمیل سے معذوری ہوگی۔ ایک تولہ سے کم بذریعہ ڈاک روانہ نہیں کیا جا سکیگا۔ دس تولہ سے زائد خریدار قیمت کا حال بذریعہ خط و کتابت کے معلوم کر سکیں گے ✣

۲۔ عرق عود غرقی اصلی مجوزہ و مرتبہ مولوی حکیم انوار حسین خاں احمدی جو قریب ایک سال سے مرتب کیا گیا ہے۔ اور وہ مثل اکسیر کے مفید ثابت ہوا ہے۔ مقوی معدہ و کاسر ریاح و نافع امراض ہیضہ و بلغمی و نافع فالج و لقوہ و مقوی اعضاء رئیسہ قلب و جگر و دماغ و مقوی گردہ و باہ و اعصاب و مشتہی و نافع تپ نمونیا و ذات الجنب و حرقتہ البول و بول الدم (خون کے پیشاب و سوزش) کے واسطے مجرب ہے۔ اور بواسیر خونی و بادی کے واسطے بہت مفید ہے۔ عرق مذکور معدہ کی اصلاح کے واسطے جس سے کل امراض پیدا ہوتے ہیں بے حد و نہایت مفید ہے۔ مقدار خوراک یک تولہ صبح اور اسی قدر شام یا بعد طعام بدہضمی کی حالت میں قیمت از فی بوتل یکپاؤ کا ایک روپیہ۔ اس سے زائد کے خریدار کو ار فی روپیہ ڈسکونٹ دیا جائے گا قیمت کے حساب سے اور فائدہ کے اعتبار سے یکپاؤ کی قیمت ایک روپیہ ہے۔ تولہ کے حساب سے ۹½ پائی فی خوراک ہوتا ہے جس سے کم دوا یونانی وغیرہ غالباً نہ ہو سکے گی۔ اور فائدہ کی حالت میں قیمت کچھ نہیں ہے۔ بیحد کفایت خیال کی جا سکتی ہے۔ صدق و کذب کا حال امتحان سے ثابت ہو سکتا ہے۔ زبان قلم سے کہنا فضول و بیکار ہے۔ وہ روغن مذکور و عرق مذکور یا خود مشتہر سے یا کسی ایسے ایجنٹ سے جس کے پاس سند ایجنسی ہو۔ مل سکتا ہے۔ اگر فائدہ کسی قسم کا نہ کریں تو معمولی حلفیہ بیان تحریر پر قیمت واپس کی جائے گی۔

المشتہر
مولوی حکیم انوار حسین خاں احمدی موجد روغن مسیحائی و عرق عود وغیرہ مالک کارخانہ قلما نبہ ساکن شاہ آباد ضلع ہردوئی ملک اودھ

خریداری فاروق کے لئے خاص رعایت

دار الامان قادیان سے فاروق ایک ہفتہ وار اخبار زیر ایڈیٹری میر قاسم علی صاحب نکلتا ہے جس میں مخالفین اسلام و سلسلہ کے جملہ اعتراضات کے مکمل اور دندان شکن جواب دئے جاتے ہیں۔ فاروق کی توسیع اشاعت کے لئے "یوم خاتم النبیین" کی تقریب پر یہ تجویز کی گئی ہے۔ کہ جو اصحاب ایک ماہ کے اندر یعنی ۳۰ جون تک اس کی سالانہ یا ششماہی خریداری کی درخواست کریں گے۔ ان کو سالانہ چندہ ادا کرنے پر دو روپیہ کی گیارہ لاجواب کتابیں مفت بطور انعام دی جائیں گی۔ جن کے نام یہ ہیں۔ ۱ ہدایات زریں ۲ کیفیت وید ۳ مشین گن ۴ پیدائش عالم ۵ صاعقہ ذوالجلال ۶ ویدک توحید کا آئینہ ۷ رسالہ گوشت خوری ۸ دھرم پال کا جھٹا ۹ گائے کی عظمت ۱۰ کلام الامام ۱۱ الحق دہلی۔ یہ رد آریہ میں بے نظیر مضامین کا ذخیرہ ہے۔ اور چھ ماہ کا چندہ ادا کرنے والوں کو چار کتابیں ایک روپیہ کی انعام میں گی۔ ۱ تنقید صحیح ۲ التنقید۔ ۳ پیدائش عالم ۴ ویدک توحید کا آئینہ۔ اب اس سے زیادہ اور کیا رعایت ہو گی۔ گویا نصف قیمت میں اخبار سال بھر تک ملتا رہا۔ سالانہ چندہ چار روپیہ اور ششماہی دو روپیہ ہے۔ احباب بہت جلد درخواست خریداری بھیجدیں۔ محصولڈاک کتابوں کا بذمہ خریداران ہوگا۔ جو چندہ اخبار کی بابت بذریعہ منی آرڈر ارسال ہونگے۔ یہ رعایت ایک سو خریداران کو ملیگی۔ درخواست پتہ ذیل پر آنی چاہئے

مینجر اخبار فاروق قادیان پنجاب

تریاق اور امرت۔ حکمائے یونان اور اطبائے ہندوستان کے وہ شاہی نسخے جو مرد۔ عورت۔ بچے۔ جوان۔ بوڑھے کے لئے ہر موسم میں ہر قسم کی کمزوری اور تکلیف کے لئے از حد مفید ہیں۔

فضل مولا۔ اس کا استعمال خون میں تغیر پیدا کر کے انسانی ناتوانیوں کمزوریوں۔ زہریلی ہواؤں موسمی وباؤں۔ صدموں کے رنج و غم جو مختلف بیماریوں کے نام سے پکاری جاتی ہیں۔ تریاق اور بے مثل علاج ہے۔ قیمت ۲۱ خوراک عہ۔ ہمراہ حب محبوب ۲۱ عدد عہ۔ روغن مالکنگنی مدبر عہ فی شیشی

شربت محمود سل۔ دق سوکھا۔ دائمی سنجارہ کالی کھانسی۔ نزلہ زکام پیاس۔ قے۔ متلی۔ دل کی دھڑکن عام کمزوری کا آب حیات یعنی امرت ہے۔ قیمت فی شیشی عہ۔ ہمراہ حب کافور ۲۱ عدد۔ عہ۔

نوٹ:۔ ہمارے مطب میں ہر مرض کی تسلی بخش تشخیص صحیح شدہ معہ مجرب ادویات بذریعہ خط و کتابت ہر شخص حاصل کر سکتا ہے۔ پرچہ ترکیب ہمراہ ہوگا۔

دی مینجر احمدیہ دوائی خانہ متصل قلعہ شہر سیالکوٹ

تشحیذ الاذہان کے گذشتہ فائل

اسلام کی تائید اور غیر مذاہب کی تردید میں ایک نہایت علمی ذخیرہ قیمت بیس روپے دفتر طبع و اشاعت سے طلب کریں

الفضل کے گذشتہ چودہ سال کے فائل بھی مل سکتے ہیں۔

احباب نوٹ کریں

کہ جب بھی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کسی کتاب یا قرآن مجید۔ حمائل کی ضرورت ہو۔ یا فہرست مطلوب ہو۔ تو ذیل کے مختصر پتہ سے منگا لیا کریں۔

کتاب گھر قادیان

اطلاع عام

ہم نے ملک کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت ابی المکرم و استاذی المعظم مولانا حکیم مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول رض کے ان مجربات کو جو ہم نے آپ کے سامنے نہایت کامیابی کے ساتھ بار بار برتے طیار کیا ہے۔ ہر قسم کے زنانہ و مردانہ امراض کے علاوہ سرمہ نورانی بھی تیار جو کہ جملہ امراض چشم کے علاوہ ضعف بصر کے لئے بھی نہایت اکسیر ہے۔ اور قیمتیں بھی بالکل واجبی رکھی ہیں تاکہ عام فائدہ اٹھا سکیں۔ ہر ایک بیماری کا مفصل حال تحریر فرمائیں:۔

المشتہر:۔ **مینجر دواخانہ نور قادیان پنجاب۔**

اسلامیہ کراچی ہوٹل لاہور

اگر آپ لاہور تشریف لادیں تو آپ کو اسٹیشن لاہور سے اترتے ہی صرف دو منٹ کا پیدل رستہ ہے۔ برگانندا ہوٹل کی بلڈنگ میں اسٹیشن کی چنگی موصول کے نزدہ ہمارا ہوٹل ہے۔ یہاں پر عمدہ خالص گھی کے کھانے نہائت لذیذ ملینگے۔ ہمارے ریٹ اس قدر کم ہیں کہ غریب و امیر ہمارے ہاں تشریف لاکر نہائت خوش ہوں گے۔ نہائت ہی شریفانہ ہوٹل ہے۔ دیگر رہائش کے واسطے عارضی اور مستقل مسافروں کے لئے بہت اعلیٰ انتظام ہے۔ ایک دفعہ اگر آپ تشریف لادینگے۔ تو کبھی اسلامیہ کراچی ہوٹل لاہور کا نام نہیں بھولینگے۔

پروپرائٹر اسلامیہ کراچی ہوٹل لاہور

پنجاب مسلم میڈیکل سٹور۔ لاہور

ہم نے نہائت وسیع پیمانہ پر انگریزی دوائی خانہ کشمیری بازار لاہور میں کھولا ہے۔ ہر ایک قسم کی انگریزی دوائی ہر وقت موجود رہتی ہے۔ اور نہائت ارزاں قیمت پر فروخت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر صاحبان جو کہ تھوک خرید کرنا چاہیں۔ ان کے واسطے بہت ہی رعائت ہے۔ اور نسخہ جات بڑی احتیاط سے تیار کئے جاتے ہیں ایک دفعہ ضرور آزمائش فرمادیں۔

پروپرائٹر اسے کامران اینڈ کو۔ کشمیری بازار لاہور

مشہور و معروف کارخانہ اگربتی

معزز شائقین:۔ یہ کارخانہ تقریباً ۱۸ سال سال سے نہائت نیک نامی کے ساتھ جاری ہے۔ اور باعتبار اپنی خوبیوں کے روز افزوں ترقی پارہا ہے۔ اس کارخانہ کی خوش معاملگی و دیانتداری کے ثبوت میں اکثر رؤسا و نامدار و تاجران والا تبار کی متعدد اسناد موجود ہیں۔ جن کے لکھنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ صرف اتنا لکھدینا کافی ہے۔ کہ جن حضرات نے اس کارخانہ کو ابھی تک یاد نہیں فرمایا۔ وہ ضرور ایک مرتبہ تھوڑا سا مال طلب فرماکر دیکھ لیں۔ آیا مال کی عمدگی خوشبو کی نفاست اور قیمت کی ارزانی وغیرہ کا خیال کرتے ہوئے ہمارے کہنے کی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں۔ آج ہی ایک کارڈ لکھدیں فہرست مفت ارسال خدمت کی جاتی ہے۔

پتہ یہ ہے۔ **کارخانہ اگربتی۔ بی۔ ایم صاحبجان**

اینڈ کمپنی براڈوے روڈ بنگلور کنٹونمنٹ

حب اٹھرا

اگر آپ کو اولاد حاصل کرنے کی حقیقی تڑپ ہے تو آپ اپنے گھر میں حب اٹھرا ضرور استعمال کرائیں اسکے کھانے سے بفضل خدا ہزاروں گھر صاحب اولاد ہو چکے ہیں۔ جو اٹھرا کی بیماری کا نشانہ بن چکے تھے۔ (مرض اٹھرا کی شناخت یہ ہے) کہ اس سے بچے چھوٹے ہی فوت ہو جاتے ہیں یا حمل گر جاتے ہیں یا مردہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس کو عوام اٹھرا کہتے ہیں اس بیماری کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح اول مولانا مولوی نورالدین صاحب طبیب کی مجرب حب اٹھرا اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ یہ گود بھری بے مثل گولیاں حضور کی مجرب اور سالہا اندھیرے گھروں کا چراغ ہیں۔ جن کو اٹھرا نے گل کر رکھا تھا۔ آج وہ خالی گھر خدا کے فضل سے پیارے بچوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان گود بھری گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین۔ خوبصورت تندرست اٹھرا کے اثرات سے محفوظ پیدا ہوتا ہے۔ آزما کر فائدہ اٹھائیں۔

قیمت فی تولہ ہر شروع حمل سے آخر رضاعت تک ۹ تولہ گولیاں خرچ ہوتی ہیں یکدم نو تولہ منگوانے پر لعہ اور نصف منگوانے پر صرف محصول معاف

مقوی دانت منجن

منہ کی بدبو دور کرتا ہے۔ دانتوں کی جڑیں کیسی ہی کمزور ہوں۔ دانت ہلتے ہوں گوشت خورہ سے تنگ آگئے ہوں دانتوں سے خون آتا ہو پیپ آتی ہو دانتوں میں میل جمتی ہو۔ زرد رنگ رہتے ہوں۔ اور منہ سے پانی آتا ہوں۔ اس منجن کے استعمال سے سب نقص دور ہو جاتے ہیں۔ اور دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں۔ اور منہ خوشبودار رہتا ہے۔

قیمت فی شیشی بارہ آنہ (۱۲/)

سرمہ نورالعین

اس کے اجزا موتی و ہیرا ہیں۔ اور یہ ان امراض کا مجرب علاج ہے۔ آنکھوں کی روشنی بڑھانے والا دھند۔ غبار جالا ککرے خارش۔ ناخونہ۔ پھولا ضعف چشم۔ پڑبال کا دشمن ہے۔ موتیا بند دور کرتا ہے۔ آنکھوں کے نیس دار پانی کو روکنے میں بے مثل ہے۔ پلکوں کی سرخی اور موٹائی دور کرنے میں بے نظیر ہے۔ گلی سڑی پلکوں کو تندرستی دینا۔ پلکوں کے گرے ہوئے بال از سر نو پیدا کرنا اور زیبائش دینا خدا کے فضل سے اس پر ختم ہے۔

قیمت فی شیشی دو روپے (عہ)

المشتہر

نظام جان عبداللہ جان دواخانہ معین الصحت قادیان

اولاد حاصل کرنے کی

حیرت انگیز دوائی

اگر واقعی آپ اولاد حاصل کرنے کے لئے پریشان ہیں اگر واقعی اپنے بعد سلسلہ نسل قائم رکھنے کی آپ کو سچی تڑپ ہے۔ تو آپ اپنا محنت اور پسینہ سے کمایا ہوا روپیہ اشتہاری حکیموں کی نذر کرکے برباد نہ کریں۔ صرف

حب حمل

کا استعمال گھر میں شروع کرادیں جس کا پہلی دفعہ کا استعمال ہی انشاء اللہ آپ کو بامراد کردے گا۔ زیادہ تعریف ہم گناہ سمجھتے ہیں ؎

"مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید"

قیمت حب حمل صرف پانچروپیہ (عہ)

آرڈر دیتے وقت تفصیلی حالات ضرور لکھیں۔ جو کہ صیغہ راز میں رکھے جاوینگے۔

مہتمم احمدیہ دواگھر قادیان

خدا کی نعمت

نرینہ اولاد

۱۹۱۱ء میں خلیفۃ المسیح اول مولانا مولوی نورالدین صاحب نے میری شادی کرائی۔ بعدازیں میرے گھر یکے بعد دیگرے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں چونکہ مولوی صاحب تمام مخلوق کیلئے رحمت تھے۔ آپ میرے ساتھ مہربانی فرماتے کیونکہ ۱۹۰۷ء سے میں نے آپ کے پاس رہنا شروع کیا۔ آپ مجھے پڑھاتے اور شفقت فرماتے رہے۔ ایک روز طب کا سبق پڑھاتے ہوئے مجھ سے فرمایا: میاں تمہارے گھر لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں اور یہ بیماری ہے یہ نسخہ بناکر استعمال کرو۔ خدا کے فضل سے لڑکے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ عجیب علاج ہے۔ میں نے خیال نہ کیا پھر میرے گھر تیسری لڑکی تولد ہوئی تب میں نے آپ کی بتائی ہوئی دوائی استعمال کی اس کے استعمال کے بعد میرے تین لڑکے خدا کے فضل سے ہوئے۔ میں نے اپنے کئی دوستوں کو یہ دوائی کھلائی۔ ان کے ہاں بھی اللہ تعالیٰ نے نرینہ اولاد عطا فرمائی۔ جن دوستوں کو نرینہ اولاد کی خواہش ہو۔ یہ دوائی منگاکر استعمال کریں۔ خدا کے فضل سے نرینہ اولاد ہوگی۔

قیمت چھ روپے آٹھ آنے (ع۸/)

عبدالرحمٰن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان

سلسلہ احمدیہ کا
مشہور و معروف آرگن
اخبار
الفضل
قادیان
یہ اخبار ۲۰×۲۶/۴ سائز کے ۱۲ صفحہ پر ہفتہ میں دوبار شائع ہوتا ہے
جس میں عام واقعات عالم پر جو رائے زنی ہوتی ہے۔ وہ خدا کے فضل سے
ننانوے فیصدی صحیح نکلتی ہے۔ مسلمانوں کے مفاد کو ہر امر میں خصوصیت سے مدنظر رکھا
جاتا ہے۔ اس میں وہ درس قرآن مجید درج ہوتا ہے۔ جو حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ
روزانہ اپنی جماعت کو دیتے ہیں۔ درس کیا ہے؟ معارف وحقائق کا مجموعہ علاوہ ازیں
حضرت امام کے خطبات جمعہ۔ عیدین اور دیگر تقاریر بھی بالتزام تمام درج ہوتی ہیں
جن سے ایک طالب حق اسلام کا شیدا بہت سے فوائد اٹھا سکتا ہے۔ آپ اس اخبار کو کم از کم
چھ ماہ کیلئے اپنے نام جاری کرا کے ہمارے قول کی تصدیق کر لیجئے۔ اگر آپ چاہتے ہیں
کہ جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیوں سے آپ کو واقفیت رہے۔ امریکہ، انگلستان
افریقہ۔ وغیرہ میں اشاعت اسلام کی تازہ خبریں پہنچتی رہیں۔ اور پیش آمدہ
مشکلات میں ایسی ہدایات ملیں۔ جن میں نقصان کا شائبہ
نہ ہونے کے برابر ہو۔ تو الفضل ہی ایسا اخبار ہے جس
کے لئے دس گیارہ آنے ماہوار خرچ
کرنا کوئی بڑی بات نہیں؟
منیجر
اخبار الفضل قادیان
مصباح
سن رائز
خریداری کی درخواستیں و ترسیل زر بنام مہتمم طبع و اشاعت قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر ہو